

اللہ

ذکرِ مالِک

آزاد شہادت و فکر
شیخ الحدیث و الفقیر علامہ غلام رسول نجیدی
ماسب شرح صحیح مسلم و ترمذی و ابن ماجہ



فرید بک ٹال لاہوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاذْكُرْهُ قَوْلَ اللَّهِ تَذَكُّرُكُمْ مَلَاكُمْ كَمَا قُلْتُمْ وَتَذَكُّرُكُمْ
 (تذکرہ کا اثر و وجہ تم اپنے آپ کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ جس سے) (البقرہ: ۱۷۰)

ذکر بالجمہر

بلند آواز سے ذکر الہی کے جائز و مستحب ہونے کا بیان آخر میں
 صلاۃ و سلام بصیغۃ ثناء اور اذان سے پہلے یا اس کے
 بعد درود شریف کے پڑھنے کے جائز و استحباب پر گفتگو

آزاد شجاعت و فکر

شیخ الحدیث و التفسیر علامہ غلام رسول سعیدی
 صاحب شرح منہج المسلم و تہذیب العاشقین

تألیف

فرید بک ٹال (جسٹریٹ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

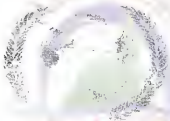
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

ہم حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کا پی راسٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ جس کا کوئی جملہ نسخہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر مجرم ہے۔



پراول : 1971ء

طبعی ارااع : دہلی 1427ء اذکر 2006ء

مطبع : دہلی پبلکیشنز پرائیویٹ لیمیٹڈ

قیمت : 100 روپے

Farid Book Stall®

Phone No: 092-42-7312173-7121435

Fax No: 092-42-7224899

E-mail: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال رجسٹرڈ
ڈیپوٹیشنڈ

ڈیپوٹیشنڈ : 92-42-7312173-7121435

فکس نمبر : 92-42-7224899

ای میل : info@faridbookstall.com

ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرست (حصہ اول)

۳۴	ارشادِ اہل علم اور ذکرِ باجمہر	۶	اہلِ اہل
۴۴	قرآن سے ذکرِ باجمہر کے خلاف استدلال اور اس کی تحقیق	۷	تعارف
۵۰	نفعی جہر کی دوسری دلیل اور اس کا حشر	۹	معروضات
۵۰	نفعی جہر پر تیسری دلیل اور اس کا حساب	۱۲	ذکر کے اقسام اور ذکرِ باللسان
۵۳	اس حدیث سے ذکرِ باجمہر کے خلاف استدلال	۱۲	ذکرِ بالعقل
۵۶	ابن مسعود اور ذکرِ باجمہر	۱۴	ذکرِ بالقلب
۶۰	امام ابو حنیفہ اور جہرِ بالکبیر	۱۵	ذکرِ باجمہر قرآنِ کریم سے دلائل
۶۶	عبارتِ علماء اور ذکرِ باجمہر	۱۹	افضلیتِ جہر
۷۰	ذکرِ باجمہر پر متبعین کی عقلی شہادت اور ان کے جوابات	۲۳	ذکرِ باجمہر کی تیس فیضیتیں
		۲۷	ذکرِ باجمہر پر حدیث سے دلائل

فہرست (حصہ دوم)

۸۰	نماز میں نفل کا جواب	۷۶	مقدمہ
۹۰	ذکرِ باجمہر اور قرآنِ کریم	۷۶	گزارشِ احوال واقعی
۹۰	اطلاق اور عموم سے ثبوت	۷۸	حکم الذکرِ باجمہر کا تعارف
۹۰	حضرت مجدد کی عبارت سے منطوقِ قرآنی	۷۹	کچر دی اور مضار
۹۳	التزامی ثبوت	۸۳	خطِ بحث اور سو قیامہ تحریر
۹۴	ادعویٰ ربکم کی تحقیق	۸۵	موضوع بحث
۹۶	واذکرمحمد فی نفسک کی تحقیق	۸۵	اہمالی ثبوت

- ۱۴۲ اثبات جہر مزید اس حدیث کی روشنی میں
 ۱۴۳ اور بعد اعلیٰ انفسکم
 ۱۵۱ خیر الذکر الخفی
 ۱۵۵ اثر ابن مسعود
 ۱۶۲ ذکر بالجہر اور فقہاء اسلام
 ۱۶۳ امام اعظم اور ذکر بالجہر
 ۱۶۴ امام اعظم کا مسلک جواز جہر علی الاطلاق
 ۱۶۵ تکبیرات تشریف میں اختلاف انقلیب کا ہے
 ۱۶۷ غیر موضع مخصوص میں امام اعظم سے جہر کا ثبوت
 ۱۶۹ ذکر بالجہر اور صاحبین
 ۱۷۰ صاحبین کے قول پر عمل کی تفصیل و تحقیق
 ۱۷۱ تنخواہ کے مسئلہ میں عن ائین امام اعظم اور صاحبین
 ۱۷۲ کسی کے قول کی پروا نہیں کرتے
 ۱۷۳ امام قاضی خاں اور ذکر بالجہر
 ۱۷۴ امام کروری اور ذکر بالجہر
 ۱۷۵ فتاویٰ عالمگیری اور ذکر بالجہر
 ۱۷۶ علامہ سیوطی اور ذکر بالجہر
 ۱۷۷ علامہ آلوسی اور ذکر بالجہر
 ۱۷۸ مولانا عبدالحی اور ذکر بالجہر
 ۱۷۹ گنگوہی صاحب اور ذکر بالجہر
 ۱۸۰ جہر کے ادنیٰ درجہ کی بحث
 ۱۰۴ ذکر بالجہر اور اس حدیث
 ۱۰۵ حدیث ابن عباس
 ۱۰۶ حدیث ابن عباس کے منسوخ ہونے کا جواب
 ۱۰۷ حدیث ابن عباس کے بارے میں
 ۱۰۸ ابن ابطال کی تاویل کا جواب
 ۱۱۰ ذکر بالجہر پر علماء سلف و خلف کا اجماع
 ۱۱۲ حدیث ابن الزبیر
 ۱۱۳ حدیث ابن الزبیر پر روایت مسلم ہونے کی تحقیق
 ۱۱۴ حدیث ابن الزبیر کا دیگر آثار سے ثبوت
 ۱۱۵ ابراہیم بن محمد پر جرح کا جواب
 ۱۱۸ حدیث ابن الزبیر کی صحت پر شواہد
 ۱۱۹ ابراہیم بن محمد کی توثیق
 ۱۲۰ فضائل اعمال میں حدیث نصیف کی حقیقت
 ۱۲۱ حدیث ابن الزبیر پر عقل اعتراض کا جواب
 ۱۲۲ حدیث قدسی
 ۱۲۳ حدیث قدسی جہر پر استدلال کی ہجوات
 ۱۲۴ حدیث قدسی سے جہر پر استدلال کی ہجوات
 ۱۲۵ آثار اور علماء
 ۱۲۶ حدیث نسائی
 ۱۳۱ دیگر احادیث
 ۱۳۲ حدیث مسلم

- متوسط جہر کا گنگوہی صاحب ثبوت ۱۹۴
ریا کاری کا شبہ جہر سے روکنے کا سبب نہیں ہے ۱۹۶
تھانوی صاحب اور ذکر بالجہر ۱۹۸
تھانوی صاحب کے فتویٰ کے فوائد ۲۰۷
جہر مفرط کی اجازت ۲۰۷
اللاہ کی ضرب ۲۰۸
المصنوعۃ والسلام علیہ یا رسول اللہ ﷺ ۲۰۹
درود شریف کو باجموع جہر سے پڑھنے کا ثبوت ۲۱۰
المصنوعۃ والسلام علیہ یا رسول اللہ ﷺ کی تحقیق ۲۱۱
صحابہ کرام سے المصنوعۃ والسلام علیہ ۲۱۲
علیہ یا رسول اللہ ﷺ پڑھنے کا ثبوت {
ندائے غیر اللہ کی تحقیق ۲۱۳
اسود ما فوق الاسباب میں نداء ۲۱۳
دور سے نداء کا ثبوت ۲۱۳
اموات کو نداء کا ثبوت ۲۱۴
فوت شدہ بزرگوں کو بطور تہنیت نداء ۲۱۵
ندائے غیب پر تھانوی صاحب کے
شبہات اور ان کے جوابات ۲۱۶
صحابہ کرام سے نداء بطور استدلال کا ثبوت ۲۱۷
فقہائے کرام سے نداء بطور استدلال {
بعد از وفات کا ثبوت ۲۱۸
ندائے غیر اللہ کے عدم جواز کا محمل ۲۲۲
ندائے یا رسول اللہ ﷺ ۲۲۲
نہ زمین السلام علیہ ایمان النبی ﷺ {
کہنا انشا ربی ۲۲۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درود شریف ۲۲۶
بلاد الاہتمام کی حدیث پر تھانوی صاحب {
کی بحث اور اس کا جواب ۲۲۸
ندائے یا رسول اللہ ﷺ کے جواز پر گنگوہی کی تائید ۲۳۲
اذان سے پہلے اور بعد مصلوۃ {
سلام پڑھنے کی تحقیق ۲۳۳
برصیت کا شبہ ۲۳۴
حدیث شریف میں درود شریف {
بعد از اذان کا حکم ۲۳۶
اذان میں زیادتی {
کا شبہ ۲۳۷
حرف آخر ۲۳۹

اهداء

میں اپنی ناس نا چیز کو شمش کو غزالی زمان رازی دوران آیت
 من آیات اللہ حامی سنت رسول اللہ قدوة الفضلاء و
 زبدۃ الاصفیاء سیدی و مرشدی حضرت علامہ احمد سعید
 شاہ صاحب کاظمی و امت یرکاتہم العالیہ شیخ الحدیث
 انوار العلوم ملتان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل
 کرتا ہوں۔

فان رضعہ الی سماء القبول فقد سعد کوکب الاصل
 فی بروج شرف المحصول۔

غلام رسول سعیدی

تعارف

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرر فتاوری مدظلہ

مولانا علامہ غلام رسول سیدی زید مجدہ اہل سنت کے نوجوان علمائے علم و استدلال کے اعتبار سے قابلِ صدر شک شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلم کو قوت و رعنائی کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس، بلند پایہ خطیب، صاحبِ طرز ادیب اور کامیاب مناظر ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ مسلک اہل سنت و جماعت کا بے پناہ درور رکھتے ہیں۔ کاش اہل علم و جوان اس دروسے آشنا ہو کر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں یہ پریس کا دور ہے، اگر ہم نے پریس کی اہمیت کا احساس نہ کیا، تو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھائیں گے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی اجتماعی قوتوں کو اکس محاذ پر لگادیں۔

علامہ سیدی صاحب ششہ اربعہ میں وطن میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد کراچی میں نویں کلاس تک تعلیم حاصل کی اور پریس میں ملازم ہو گئے۔ منظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریریں سننے سے علم و دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابتداً جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں میں داخلہ لیا اور مولانا سلف عبد المجید صاحب سے استفادہ کیا۔ اسی دوران عزائی زمان حضرت علامہ احمد سعید کانہی دام ظلہ العالی کے دست مبارک پر جمعیت ہوئے پھر جامعہ نعیمیہ لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی دام ظلہ شیع الحدیث سے قطبی، شرح جامی اور جلالین تک کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی دام ظلہ سے تخفیف الفتاح کے کچھ اسباق پڑھے۔

پھر بیدار بنی انہیں عصر حاضر کے عظیم ترین مدرس حضرت مولانا عطا محمد حشری گولڑوی دام ظلہ کی خدمت میں بندیاںل (سرگودھا) لے گئی جہاں معقول و مقول کی آخری کتب شلہ قاضی مبارک محمد اللہ شمس باڑہ

صدر، خیالی، ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتب پر محض۔ بعد ازاں جامعہ قادریہ رضویہ لائل پور میں حضرت مولانا ولی النبی دام ظلہ العالی سے تفسیر شیخ اور اوقلیہ اس اور مولانا مفتاح احمد مظلمہ سے سراجی پڑھی۔

تحصیل علوم کے بعد ۱۹۶۶ء سے جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس افتاء اور تصنیف کے میدان میں بکثرت و خوبی کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ علامہ سعیدی صاحب نے ۱۹۶۶ء میں میلاد شریف کے موضوع پر اور ۱۹۶۹ء کو مسند علم غیب پر مولوی عبدالقادر روپڑی کے ساتھ کامیاب مسخرہ کیا۔

مرکز دی مجلس رضا لاہور کے شائع کردہ کتابچے محاسن کنز الایمان، از ملک شیر محمد خان اعوان پر ماہر القادری مدثر فاران نے اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کیا جس پر علامہ سعیدی صاحب نے ضیائے کنز الایمان کے نام سے ادبی اور اعتقادی گرفت فرمائی۔ مشہور ادیب جناب احمد نسیم قاسمی نے اپنے امروز کے کالم میں ماہر صاحب کی ادبی غلطیوں پر علامہ سعیدی صاحب کی تنقید کو بے حد سراہا۔

علامہ سعیدی صاحب قلم کے وحشی ہیں، متعدد تصانیف اور بے شمار مضامین ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ تذکرۃ المحدثین، توحیح البیان، ذکر بالجہر، اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ضیائے کنز الایمان وہ عالمانہ تصانیف ہیں جنہیں اکابر اہل علم نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

توحیح البیان مولوی سرفراز گھٹڑی صاحب کی تنقید متین برتھیرنیم الدین کے جواب میں لکھی تھی اس کے بعد رسالہ ذکر بالجہر لکھا جس میں سرفراز صاحب کی بعض عبارات پر تنقید بھی کی تھی۔ یہ رسالہ ۱۳۹۰ھ میں ہری پور سے چھپا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی سرفراز صاحب توحیح البیان کا جواب پہلے لکھتے۔ بجائے اس کے ذکر بالجہر کا جواب لکھ ڈالا جو ۱۳۹۶ھ میں چھپا۔ علامہ سعیدی صاحب نے قلم برداشتہ اس کا جواب لکھا جو ذکر بالجہر کے دوسرے حصے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ مولانا کریم الرحمن سے ذریعہ ہدایت بنائے۔

معروضات

۱۱) ۳۸۹ھ میں میں نے اپنے قدیم رفیق اور اہل سنت کے مایہ ناز عالم دین اور مجاہد کارکن حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم صاحب شرف زید شرفہ کی فرمائش پر ایک مختصر رسالہ ذکر بالجہر کے نام سے لکھا تھا جس میں فرائض کی جماعت کے بعد توسط آواز سے لا الہ الا اللہ کے ذکر کو مثبت آغاز سے پیش کیا تھا، اور مانعین کے ہشامات کو رفع کرنے میں شائستگی کا دامن کسی موقع پر بھی ہاتھ سے بدلنے نہیں دیا۔ اس رسالہ کی اشاعت کے تقریباً سات سال بعد ۳۹۹ھ میں لکھنؤ کے سرفراز صاحب نامی ایک مولوی صاحب نے حکم الذاکر بالجہر کے نام سے اس کا جواب شائع کیا۔ یہ صاحب اپنے مطلقہ میں شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، سفید ریش اور بیزادہ وضع رکھتے ہیں، لیکن اپنی اس کتاب میں اللہ کا نام بلند کرنے کی پاداش میں راقم کو جگہ جگہ دشنام طرازی سے نوازا ہے جن دونوں یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ میں تذکرۃ المحدثین کی تصنیف کے آخری مراحل میں تھا، اسی دوران ہنگامی طور پر ضیاء کنز الایمان کے نام سے چھپن تشفیات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا۔ درس و تدریس اور افتاء کی مسلسل مشغولیات اور اس کے ساتھ ساتھ تصنیف کے اس اضافہ نے اعصاب پر زبردست اثر ڈالا اور میں تقریباً ایک سال تک تجویز معذکاشکار رہا اور تادم تحریر مکمل طور پر محنت یاب نہیں ہو سکا۔

۱۲) اہل سنت کے بطل حلیل اور مجاہد ملت حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب ظللہ اس دوران راقم کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ رابطہ قائم کیے رہے اور جس وقت میں بیماری کے انتہائی نازک لمحات میں تھا، اس وقت بھی وہ برابر میری ہمت اور حوصلہ بڑھاتے رہے اور علاج معالجہ کے سلسلہ میں انتہائی اخلاص کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔ شخص میرے علاج کی خاطر

ایک حکیم صاحب کا پتہ معلوم کرنے کے لئے ایک طویل سفر اختیار کیا۔ العزیز ان کی محبت و شفقت مسلک کے ساتھ دالہنہ لگاؤ اور تصنیف و تالیف کی خدمت پر مسلسل آمادہ کرتے رہنے نے محمد کوہ ہذب اور ولولہ عطا کیا کہ میں اس طویل میاری کے دوران بھی حکم الذکر بالچتر کے جواب کے سلسلہ میں کام کرتا رہا اور بالآخر گیارہ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ کی مبارک تاریخ اور جمعہ کے روز سعید کو یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچ گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔ اور حضرت مفتی صاحب موصوف اور قبلہ استاذی المعظم علامہ مفتی محمد حسین صاحب قصبی مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور کے مشورہ سے اس جواب کو ذکر و بچر کی حیثیت دے کر حصہ اول اور حصہ دوم دونوں کو ایک ساتھ طبع کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

(۳) حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم صاحب مدظلہ نے علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف مولانا محمد منشا صاحب تابلش قسوری اور مولانا الحاج محمد جعفر ضیائی کی رفاقت سے مسلک اہل سنت کے لئے ایک قابلِ صدمت آتش و آوار تصنیف والاشاعت قائم کیا ہے۔ اس مرکز اشاعت نے علماء اہل سنت کی متعدد نایاب کتب کو زندہ کیا اور ان کی حسین، دلکش اور دل آویز طریقہ سے اشاعت کی اس کے علاوہ موجودہ دور کے ثقہ اہل قلم اور اہل علم حضرات سے مختلف دینی و تحقیقی موضوعات پر کتابیں تصنیف کرائیں اور ان کی کاوش قلم کو بھی خوبصورت اور دیدہ زیب انداز سے زیور طبع سے آراستہ کیا۔

(۴) حضرت مفتی صاحب کی مسلک کے ساتھ دالہنہ دلگن کا یہ عالم ہے کہ صرف انہوں نے خود ایک مرکز اشاعت قائم کیا، بلکہ اپنے اصلاص اور لئیت سے متعدد مراکز اشاعت قائم کروائے ہیں۔ اس کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ آپ نے ایک ملاقات میں حضرت مولانا سید زاہد اہل شاہ صاحب مدظلہ کو الحامدی الفتاویٰ کی طباعت کے لیے آمادہ کیا اور محمد اللہ بیچر یک کامیاب رہی اور حضرت سید زاہد علی شاہ صاحب نے دیکھتے ہی دیکھتے عربی کی نہایت نایاب کتب کو مصراع ویریت کے معیار پر مارکیٹ میں پیش کر دیا۔ میں اہل مجدہ العزیز سے دعا کرتا ہوں کہ مسلک کے ساتھ جو بے لوث لگن اور نام و خود سے بے نیاز ہو کر محض للہ فی اللہ کام کرنے کا جو ولولہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کے

دل میں رکھا ہے، اس کو خداوند قدوس ہر شئی عالم کے دل میں عام کر دے۔ آمین۔

(۵) اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں جن حضرات نے مجھ کو مطلوبہ کتب کی فراہمی کی۔ ان میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت)، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب شرف مدظلہ، صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مہتمم جامعہ رضویہ راولپنڈی اور عزیز القدر مولانا محمد رفیع صاحب نعیمی ناظم شعبہ کتب اسلامیہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں ان تمام حضرات کا دل سے ممنون اور ان کے حق میں داریں کی فز و قلاج کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں حضرت مولانا شاہ محمد قسوری مدظلہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ذکر الجہر و حصہ دوم کی اپنے قلم نین رقم سے انتہائی دل آویز و دلکش اور دیدہ زیب کتابت کی۔ نیز حضرت مولانا محمد منشا تائش قسوری مدظلہ کی خدمت میں بھی ہدیہ سپاس پیش کرتا ہوں جنہوں نے پروف ریڈنگ میں بہترین تعاون فرمایا۔

(۶) آخر میں میں قارئین حضرات، سے دعا کا خواست گار ہوں کہ وہ میرے لئے صحت اور اعصابی قوت کے لئے دُعا فرمائیں، کیونکہ میں ہنوز زیر علاج ہوں۔ نیز آجکل میں اَلوہیت کے موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھ رہا ہوں۔ دُعا فرمائیے کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے اس موضوع پر کما حقہ لکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور مسلک اہل سنت کے ساتھ وابستگی، اعمال صالحہ اور خدمت اسلام پر استقامت اور مداومت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیب محمد سید المومنین علیہ الف الف تسلیمات منا ومن اللہ والوالدین

العبد المذنب المفتقر الی اللہ

غلام رسول سعیدی عفی عنہ

مدرس جامعہ نعیمیہ - لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيُ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں ان گنت مواضع اور بے حساب مقامات پر ذکر اللہ کی عظمت دلائل گئی ہے اور معزز قرآن اور روح احادیث سے آشنا حضرات پر مخفی نہیں کہ قرآن، حدیث اور عبارات علماء میں ذکر کا کئی معانی پر اطلاق کیا گیا ہے۔ ذکر باللسان ذکر العقل اور ذکر بالقلب۔ ہم پہلے ان تینوں اقسام کا اجمالی ذکر کرتے ہیں اور پھر ذکر بالجہر پر کھل کر گفتگو کریں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض مبتدعین نے اس کا انکار شروع کر دیا ہے۔ فقہ قول وباللہ التوضیح۔

ذکر باللسان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے زبان سے ذکر بالجہر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اور اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ جس طرح تم مجالس میں اپنے آباؤ اجداد کے معاذ خیر بیان کرتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بھی زیادہ کرو) اس ذکر سے مقصود یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ذکر کیا جائے۔ عام ان میں کہ خلوت میں ہو یا جلوت میں۔ جیسا کہ صوفیاء قدس سرہم کا طریقہ ہے کہ ایک جماعت حلقہ بنا کر بیٹھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے چنانچہ احادیث صحیحہ میں اس کی اصل موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لیساً تبارک وتعالی ملائکۃ سیارۃ یتبعون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلساً فیہ ذکر قعدوا معہم وحث بعضهم بعضاً یا جنتہم حتی یملئوا ما بینہم و بین السماء والارض۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگ فرشتوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا ہے جو کہ مجالس ذکر گردھونڈتی ہیں پس جماعت جب کسی مجلس میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے پاتی ہے تو وہاں میں جنتی ہے اور فرشتے انہیں گیر لیتے ہیں۔ یہاں تک

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ | کہ زمین و آسمان کی ساری فضا فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۷)

ذکر بالعقل

دل کی توحید و آیات الہیہ میں غور و فکر کرنے پر بھی ذکر کا اطلاق کرتے ہیں۔ اس ذکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال میں غور کرے۔ اس کی جبروت و عنوت میں محو فکر ہو اور زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات پر جو نشانیاں قائم کی ہیں، ان نشانیوں کو تلاش کرے۔ اور نشان پر پہنچ کر صاحبِ نشان کو یاد کرے۔ مثلاً درندہ کی چوہ دستی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو یاد کرے۔ اولاد پر ماں کی شفقت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرے۔ اور بلند و بالا پہاڑوں کے غرور کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ہیبت کو یاد کرے۔ وسیع و محیط آسمانوں کی پہنائی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ صحیح مسلم میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۔ کہ جب سورج گہنا جاتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پریشان ہو جاتے جیسے قیامت آئی ہو۔ اور قرآن نماز پڑھتے۔ خدا سے رحمت کی دعائیں مانگتے اور منہ مارتے۔ ہذہ الآیات اللہ یوسل اللہ لا تکلون لموت احد و لا الحیوۃ۔ و لکن یمتوف اللہ بہم اعبادہ فاذا امر ایتتم شیئاً من ذلک فاخرجوا الی ذکوب۔ یہ وہ نشانیاں ہیں جو کسی کی موت و حیات کی دیر سے ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس اس وقت تم اس کے ذکر کی پناہ میں آ جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ سورج کو گہنہ لاری کر دینا اور ماں کو بے نور کر دینا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ظاہر کرتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف زدہ ہونا اس لئے تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو بلکہ اس نے یہ خبر فرمایا کہ ایسی علامتوں کے ظہور کے وقت خدا سے ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ جو خدا سورج کو بجے کر مسکتا ہے وہ ہماری آنکھوں اور دلوں میں نور چھین لینے پر قادر ہے پس بندے کو ایسے وقت میں چاہیئے کہ خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرے، اس سے ڈرتا ہے

وزخوف کھاتا ہے۔ اور دعا و استغفار میں کوشش کرتا ہے۔

ذکر بالقلب

ذکر بالقلب کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے **وَ اذْكُرْ مِثْقَلًا اِذَا قُيِّئْتْ**۔

ذکر بالقلب کے دو مرتبے ہیں۔ ایک عوام کا مرتبہ اور ایک خواص کا عوام کا مرتبہ یہ ہے کہ امر و نہی کے وقت خدا کو یاد رکھے۔ مثلاً جس وقت حق علی الصلوٰۃ کی ندا کی جائے تو نماز پڑھ کر خدا کو یاد کرے۔ اور جب طبل جہاد بجایا جائے تو شمشیر کھینچ کر خدا کو یاد کرے۔ انسان کی زندگی میں کئی مرتبہ ایسے موڑ آتے ہیں کہ وہ خلق اور خالق کی یاد کی کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر خلق کو بھول کر خالق کو یاد رکھنا ہی معراج ذکر ہے۔ مثلاً کسی آفیسر کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ اپنی بہن کی شادی کے واسطے، ماں باپ کے علاج کے لئے اور بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اسے کوئی شخص اتنی رشوت پیش کرتا ہے جس سے اس کے یہ سب مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر وہ بہن کا جیڑ، بچوں کی تعلیم اور بیمار باپ کو بھول جلتا اور یہ یاد رکھے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول نہ رشوت لینے سے منع فرمایا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی یاد ہے۔ اور اگر اس موقع پر وہ خدا کی بھی نہیں کر اپنے مسائل یا د رکھے تو وہ اگر بالقلب نہیں ہے۔

ذکر بالقلب کا دوسرا مرتبہ خواص اور سقین کا ہوتا ہے جن کا دل کسی آن یاد الہی سے غافل نہیں ہوتا اور وہ خالق کے جلووں میں اس طرح گم ہوتے ہیں کہ انہیں مخلوق کی طرف کوئی التفات نہیں ہوتا۔ اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جو فرماتے ہیں فی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرباً ولا نبی مرسل (میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ کوئی ملک مقرب نہ گنجائش رکھتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن الوجدیت کے جلوؤں میں اس طرح محو تھے اور محبت الہی سے ایسے سرشار تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ باقی مخلوقات کی طرف تو کیا سہی۔

خود اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ**۔ ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ اور اپنی ذات میں گم پایا۔ تو آپ کو مخلوق کی طرف متوجہ کیا کہ آپ تو معرفت ربوبیت یا دہائی اور ذکر خداوندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ ذرا مخلوق کی طرف توجہ فرمائیں کہ انہیں بھی آپ کے بحرِ بے ماں مقام سے کچھ قطرے حاصل ہو جائیں اور آپ کے فیضانِ نظر اور انقلاب اور التفات سے ان کی کایا پلٹ جائے۔ مگر اسی کی متلاطم موجوں سے تھپڑے کھانے والے ساحلِ ہدایت پر آگئیں۔ جسے نور کی آمد سے ظلمت کا نور ہو جائے اور توحید کی بلند با گرجوں سے لات و منات کے سینے پھٹ پڑیں۔ معصیت اپنا سر جھکا لے اور قدسوں کی عید ہو جائے۔

عنوانات بالالٰہی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ ذکر کی تین اقسام ہیں۔ اس وقت موضوعِ سخن ذکرِ بالجہر سے ہے کیونکہ ہمدین دیوبند اور ذہبیات محمد بن عبد الوہاب ذکرِ بالجہر کو بدعتِ حرام اور نہ جانے کن کن احکام سے نوازتے ہیں اس لئے ہم اس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں پوری تحقیق سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ باطل کے لئے کوئی عند باقی نہ رہے اور متلاشیانِ حق پر حق اپنے تمام پہلوؤں سے واضح ہو جائے **فَقُولُوا بِآلِہِ التَّوْفِیْقِ**۔

ذکرِ بالجہر پر قرآنِ کریم سے دلائل

ذکرِ بالجہر اور ذکرِ بالسر وہ دونوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہیں البتہ

بعض صورتوں میں ہر مستحب ہے اور بعض صورتوں میں جہر مستحسن ہے۔ یہ کلام جہر متوسل میں ہے۔ اور بعض عبارات میں جس جہر پر کدو، بدعت یا حرام کا اطلاق کیا گیا ہے۔ وہ جہر مفرط (حد سے زیادہ بلند آواز سے ذکر) یا جہر مفرط بالسر یا مفرط محمول ہے اور وہ ہمارے معرطے سے خارج ہے اور جس جہر میں ہمارا کلام ہے وہ قرآنِ کریم کی مذکورہ ذیل آیت میں صراحتِ مضمون ہے۔

فَاذْكُرُوا اللہَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ | اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آبا کا ذکر

اَسَدَ ذِکْرًا۔ (قرآن کریم) کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ۔

مفسرین کو ام فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کفار کا طریقہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے اور اپنے باپ دادا کے کارناموں کو فخر کے ساتھ بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائے آباء کے ذکر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اور اہل قہم پر مخفی نہیں ہے کہ لوگوں کے سناتے ہوئے جو ذکر ہو گا وہ بالآخر ہی ہو گا۔ پس اس آیت کریمہ سے المستزاداً ذکر الجہم کا جواز ثابت ہوا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

جہان نوکر ذکر بالجر بلاشبہ جائز ہے اور اس کے دلائل میں سے اللہ سبحانہ کا فرمان ہے۔ کذکرکم اباؤکم۔	دیگر آنکہ جبریدہ کو مشروع است بے شبہ (الی ان قال) انا اولہ آتست قول حق سبحانہ و تعالیٰ کذکرکم اباؤکم
---	--

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۷۸)

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فاذا قضیتہم المصلوۃ فاذکروا للہ قیاماً وقعوداً و علی جنوبکم۔	پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔
--	--

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ثلاً۔ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی ذکر بالجر پر یوں استدلال کرتے ہیں۔

ومن اعظم ممن منع مساجدنا ان یذکروہا اسمہ و سعی فی خرابہا

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ذکر سے منع کرتا ہے اور مساجد کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے (ظاہر ہے کہ منع ہر وہی اطلاع ذکر ممکن نہیں اور اطلاع بدوٹا جہر غیر منصوص ہے۔) (فتاویٰ امادیہ جلد چہارم ص ۴۴ مجتہدانی) مشرف بریلوی

عن ابن عباس فی قوله فاذا كروا لله قیاماً وقعوداً وجنوبكم قیاماً وقعوداً وعلى جنوبكم قال بالليل والنهار فی البر والبحر وفي السفر والحضر والعق والفقر والسقم والصحة والسر والعلانية وعلى كل حال۔

فاذكروا الله قیاماً وقعوداً وجنوبكم کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے رات اور دن میں دریا اور خشکی میں سفر اور حضر میں فراغت اور تنگی میں بیماری اور صحت میں سرا و درجہ میں ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔

(روئے مشور للہام السیرۃ الشافی جلد ۲ ص ۲۱۴۔ تفسیرات احمدیہ علامہ جتوئی المحنفی ص ۲۰۲ احیاء العلوم للغزالی جلد ۱ ص ۳۱)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذکرونی اذکرکم | تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور ذکر کو سر یا چہرے کے ساتھ مقید نہ کرنا اس کے عموم اور اطلاق کو ظاہر کرتا ہے اور اصول حنفیہ میں مقرر ہے کہ خصوص مطلقہ کو ان کے اطلاق اور عموم پر معمول کیا جاتا ہے اسی لئے۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

راقم کے رائے میں قول عبوزین دہر کو جائز کہنے والوں کا صحیح اور ان کے مفسرین (ذہبی یا یزید وغیرہ کا خطروہ ہو تو بہر افضل ورنہ بہر افضل) کا قول ناچ معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات احادیث و اقوال علماء کے جمع ہوجاتے ہیں پھر ان خیر الامم اعلیٰ علیہا السلام پس بعد ثبوت مشرعت چھ کسی طور پر ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بہر اطلاق اولاً خلقی ہے خواہ منقرض ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر سر یا صاف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر سر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے (امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص ۱۴۱ جتوئی)

فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم ص ۱۴۱ پر لکھتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ ذکر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں یہی ادرج واضح ہے بلکہ اگر عدم مشرعت کو کسی تزییح دی جائے تب بھی عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانہ پر غیر کہہ گزرتے ہیں۔ چنانچہ خود مالعین نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ شرف لاہوری

وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ، حازن حافظ ابن کثیر اور نواب صدیق حسن بھٹائی وغیرہم مفسرین نے اس آیت کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ
 من ذکر فی فی نفسه ذکرة فی نفسه ومن ذکر فی فی ملاء ذکرته
 فی ملاء خیر منہم (جو مجھے اکیلا یاد کرے میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں)۔ اور جو
 مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں) جو ذکر
 بالسر و ذکر بالجہر دونوں پر دلالت کرتی ہے۔ کما سیاقی پس ثابت ہوا کہ ذکر بالسر
 والجہر دونوں مامور بہ ہیں۔ دیکھئے اسی آیت کے تحت سیلیمان جہل سیوطی کی نقل کردہ
 حدیث من ذکر فی فی نفسه کی شرح میں فرماتے ہیں۔ (یٰ خالیا عن الخلق
 ولو جہرا) (یعنی فی انفسہ کا مطلب ہے اکیلا ذکر کرے خواہ ذکر بالجہر ہی کیوں نہ ہو)
 اور علامہ حازن فرماتے ہیں۔

الذکر یکون باللسان وهو ان یسبح
 ویحمده و یجہدہ نحو ذالک من
 الاذکار و یکون بالقلب وهو ان
 یتفکری عظمة اللہ تعالیٰ۔
 (تفسیر حازن جلد ۱ ص ۹۴)

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔
 اما الذکر فقد یکون باللسان وقد
 یکون بالقلب وقد یکون بالجوارح
 فذکرهم ایاہ باللسان ان یحمد
 ویسبح ویجہدہ ویقتروا کتابہ
 (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۴)

اور عثمان ابن ابی النضر البقی الشیرازی فرماتے ہیں۔
 ان الذاکرین علی مراتب حشوم | ذاکرین کے مرتبہ میں ایک قوم ہے جو زبان

ذکر اللہ بالسنیۃ ناطقیۃ وقلوب
عارفۃ حتی وجدوا حلاوة الذکر
وقوم ذکر اللہ بافعال مخلصۃ
وطاعت مرضیۃ۔

اور قلب عارف سے ذکر کرتی ہے۔ حتیٰ کہ
وہ ذکر کی مٹھاس پاتے ہیں اور ایک
قوم وہ ہے جو اللہ کی یاد افعال مخلصہ اور
پسندیدہ عبادت سے کرتی ہے۔

(تفسیر عائش البیان جلد ۱ ص ۳۲)

اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں۔

الذکر یکون باللسان وهو التبیح و
التحمید ونحو ذلک من الاذکار
الماتوسلۃ ویكون بالقلب وهو التفکر
فی الدلائل الدالۃ علی واحدانیۃ
ومبدأ خلقه ویكون بالمجوارح
وهو الاستغراق فی الاعمال المتی
اصوابها۔ (تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۲۰۳)

ذکر زبان سے ہوتا ہے اور وہ تسبیح اور
تحمید اور دوسرے ماثورہ اذکار ہیں اور
قلب سے بھی ہے اور وہ دلیل توحید میں
تفکر کرنے کو کہتے ہیں اور مجوارح سے ہوتا
ہے اور وہ عبادت بدنیہ میں اشتغال
کو کہتے ہیں۔

انکروہ بالاسوالوں سے ربات آفتاب سے زیادہ روشن
طریقہ پر واضح ہو گئی کہ زبان سے ذکر بالجہر اور قلب سے
ذکر بالسر دونوں ہی فاذا کرو فی کما علم میں داخل ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ ذکر بالسر
اور ذکر بالجہر دونوں ہی جائز اور مستحسن ہیں بلکہ بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر
بالجہر ذکر بالسر پر فضیلت رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے
وعن ابی قتادہ قال قال ابن رسول اللہ ﷺ حضرت البرقلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۵۰

سنة مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں
عزیم السلام علیکم ورحمة اللہ ذکر وقلو طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ
بھی جہر کریں۔ مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو تکلیف پہنچے۔
(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم ص ۱۱۱ مجتہدی شرف لاہوری)

مردی ہے کہ ایک نایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابو بکر کے پاس سے گزرے جو آہستہ آواز سے غماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر کے پاس سے گزرے جو بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ پس جب دونوں حضور نبی کریم کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر میں تیرے پاس سے گزرا تیری آواز ماضی میں پست تھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے میری مناجات تھی میں نے اسے اپنی بات متاوی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا اور تمہاری آواز بہت بلند تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں سورتوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو جگا رہا تھا۔ آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ اے ابو بکر تم اپنی آواز کو بلند کر دے بلکہ کرو اور حضرت عمر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو پست کرو۔

صلى الله عليه وسلم خرج ليلته فاذا هو بائى بكر يصلى يخفض من صوته و من يؤم وهو يصلى را صوته قال فلما اجتمعوا عند المنى صلى الله عليه وسلم قال يا ابا بكر مررت بك وانت تصلى تخفض صوتك قال قد اسمعت من نأجيتك يا رسول الله وقال لعصمته بك وانت تصلى راخفا صوتك فقال يا رسول الله ادق ط الوسمان واطرد الشيطان فقال المنى صلى الله عليه وسلم يا ابا بكر ارفع من صوتك شيئاً وقال لعصمته اخفض من صوتك شيئاً۔

مدركه الجوداؤد والترمذى نحوه

مشکوٰۃ مشریف

ص ۱۰

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جہر مفرا سے جہر مستدل کی طرف راجع کیا لیکن جہر کو بہر حال باقی اور مقرر رکھا اور حضرت صدیق اکبر کو سر سے جہر کی طرف راجع فرمایا، چنانچہ فرمایا یا ابا بکر ارفع من صوتک شیئاً۔ پس اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع صوت

کا امر فرمایا اور طریق سلوک میں مقرر ہے کہ شیخ سالک کو ادنیٰ مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کی طرف بڑھانا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر کو سرِ محض سے جہر معتدل کی طرف لے جانا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ سرِ محض پر جہر معتدل عظیم فوقیت رکھتا ہے۔

اس مقام پر ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ارفع میں صوتِ شینا آواز ادنیٰ (کو) کا مطلب جہر نہیں ہے جس میں دوسرا بھی سُنا ہے بلکہ اس کے ساتھ انفس (اپنے آپ کو سُنا) مراد ہے یعنی اس طرح بڑھو کہ صرف تم سُن سکو فلہذا اس سے جہر ثابت نہیں ہوتا۔

اس کا جواب ملا علی قادری کی زبان سے سنیے وہ ارفع میں صوتِ شینا کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای قلیلًا لِنَشْفَحَ بِهَا سَامِعٌ وَ لِنَقْطَعُ بِهَا هَمْدًا۔ آواز کو بلند کرو تا کہ سُنیے والے کو تم سے نفع حاصل ہو اور سناؤ شئی ہدایت کو ہدایت حاصل ہو۔ آگے چل کر فرماتے ہیں واجعل للخلق من قلوبک نصیباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر ارفعِ صوت کا مطلب یہ تھا کہ اسے ابوبکر اپنی قرأت سے مخلوق کے لئے کچھ حصہ رکھو۔ ان تصریحات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ارفع میں صوتِ شینا سے (إِسْمَاعِ النَّفْسِ مراد نہیں ہے بلکہ اِسْمَاعِ لِلْغَیْرِ مراد ہے دھواں مطلوب۔

دوسرا شبہ اس مقام پر یہ کیا جاتا ہے کہ اگر قاعدہ یہ ہے کہ شیخ سالک کو ادنیٰ سے اعلیٰ مرتبے کی طرف لے جانا ہے اور اعلیٰ مرتبہ جہر ہے تو چاہیے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کو مزید رفعِ صوت کا امر فرماتے حالانکہ انہیں آواز کم کرنے کا امر ہوا اس کا جواب واضح ہے کہ اعلیٰ مرتبہ جہر معتدل اور رفعِ صوتِ سبک کہما قال اللہ تعالیٰ وَ اَسْتَمِعَ بَیْنَ ذَٰلِکَ سَبِیْلًا۔ اور حضرت عمر کی آواز چونکہ متوسط درجہ سے زیادہ تھی لہذا اس مقدار کا جہر متوسط کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جہرِ مفراط سے جہرِ متوسط کی طرف راجع

کر کے انہیں اور فی سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔

تیسرا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث چہرہ کو یا مخصوص نماز کے بارے میں وارد ہے اسے ذکر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ نمازی کے ذکر مخصوص کے بارے میں وارد ہے لیکن اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ خاص کا حکم عام پر اس وقت جاری نہیں ہوتا جب اس حکم کا مقتضی خاص کی خصوصیت ہو اور جب اس حکم کا منشاء و خاص کی خصوصیت نہ ہو تو پھر خاص کا وہ حکم حقیقت میں علم ہی کی طرف راجع ہوتا ہے اور ماخوذ فیہ میں ذکر باہر کے لئے نماز مخصوص نہیں ہے کیونکہ یہ رات کی فعلی نماز تہیٰ اور رات کو تراویح میں تراویح یا سر اور باہر تراویح طرح جائز ہے۔ یعنی رات کی فعلی نماز قرائت جہریہ کے ساتھ خاص نہیں ہے پس ظاہر ہوا جہاں سر اور چہرہ دونوں جائز ہوں وہاں مطلوبہ اور مستحسن جبر ہوتا ہے۔

ثانی استدلال کا مرکزی نقطہ ارفع من صوتک شیئاً (اپنی آواز بلند نہ کر) ہے اور اس کو حضور علیہ السلام نے فی الصلوٰۃ کے ساتھ متقدم نہیں فرمایا۔ فلہذا وہ اپنے عموم اور اطلاق پر رہے گا۔ کما هو مقہور فی الاصول۔

ثالثاً یہ صحیح ہے کہ ارفع من صوتک شیئاً صلاۃ اللیل کے بارے میں وارد ہے لیکن ذوی الاخطا ہم پر مخفی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا۔

رابعاً۔ استاذ الحدیث شیخ دمشائخا علامہ ابن حجر کی نے فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۵ پر اس حدیث سے ذکر باہر پر استدلال کیا ہے۔

بسم اللہ العزیز۔ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ ذکر باہر ذکر بالسر پر فضیلت رکھتا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے چہرہ کی فضیلت پر

صلیٰ حضرت علامہ فاضل اجلہ شیخ تاج المیرین احمد بن عطاء اللہ سندری نے مفتاح الافلاح و مصباح الارواح میں ذکر کے چند فضائل ذکر کئے ہیں۔ افادیت کے پیش نظر ان میں سے بعض (چاق صفحہ ۲۳)

تیس وجہ پیش کرتے ہیں جن میں سے بعض وجہ علماء اعلام نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہیں۔ اور اکثر وجہ اللہ عزوجل نے راقم الحروف کے قلب پر القاء فرمائی ہیں۔

۱۔ ذکر باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلوب ہے کما هو مستفاد من

نقل کے جاتے ہیں۔

ذکر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہے (۱) شیطان کو دور کرتا ہے ایسے وقت کے مقتدر ہے اور ناراض کرتا ہے (۲) دل سے بے پروا کو دور کرتا ہے (۳) دل کو خوش اور مسرور کرتا ہے (۴) دل اور بدن کی تقویت کا باعث ہے (۵) پرہیز اور دل کو متور کرتا ہے (۶) غلاب و باطن کی اصلاح کرتا ہے (۷) فراخی مدق کا باعث ہے (۸) ہمیشہ ذکر کرنا محبت کا سبب اور عظیم دروازہ ہے (۹) ذکر مراقبہ تک پہنچاتا ہے جس کے ذریعے مقام احسان حاصل ہوتا ہے اور بندہ اپنے رب پرست قدوس کی اس طرح عبادت کرنے لگ جاتا ہے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے (۱۰) رب کریم کے قرب کا باعث ہے (۱۱) بندے کے دل میں معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۲) اس سے بندے کو اپنے رب کی جلالت کا احساس پیدا ہوتا ہے (۱۳) اس سے انسانی دل زندگی حاصل کرتا ہے جیسے بارش سے کھیتی (۱۴) ذکر روح کی قوت ہے جیسے کہ غذا بدن کی (۱۵) اس کی وجہ سے دل خست اور تباہ شہرت کے زہر سے محفوظ رہتا ہے (۱۶) فکر کے لئے ذکر وہی حیثیت رکھتا ہے جو تادیبی میں بصارت کے لئے چراغ (۱۷) گناہوں کو ختم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ان المحصنات ینھبن السیئات (۱۸) اس وحشت کو دور کرتا ہے جو غافل بندہ کو پیدا ہو جاتی ہے (۱۹) جو شخص غرضالی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اس پر انعام فرماتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب فکر کرنے والا دعا مانگتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم یہ آواز بھی مانی پہنچاتی ہے اور بندہ بھی شناسا ہے اور جب فکر سے غافل رہنے والا دعا مانگتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم یہ آواز اور بندہ دونوں ہی غیر مرفوع ہیں (۲۰) اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی عمل نہیں (۲۱) ذکر کی وجہ سے سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الایمان باللہ قطع المؤمنین (۲۲) فرشتے ذکر کرنے والے کا احاطہ کرتے ہیں (۲۳) زبان کو غیبت جھوٹ اور ہر مصلحت بات (۲۴) دہائی صفحہ ۲۴ پر

قوله صلى الله عليه وسلم ارفع من صوتك شيئاً۔

۲۔ ذکر بامحرم صاحب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول ہے (لما فخرہ وسلم

صیاق)۔

۱۔ روکتا ہے (۲۵) ذکر کرنے والے کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا (۲۶) بلکہ خوش نصیب ہوتا ہے۔
 ۲۔ ذکر کے ساتھ رونا بھی شامل ہو جائے تو یہ قیامت کے دن عرش مجید کا سایہ ملنے کا سبب ہے۔
 ۳۔ جو شخص دُعا کی بجائے ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہترین جزا دے گا (۲۷) جہنم سے آزاد کی
 ذریعہ ہے (۲۸) دنیا و آخرت میں نسیان سے بچاتا ہے (۲۹) ذکر پر آئندہ خیالی کو دور کرتا
 (۳۰) دل سے قساوت کو دور کر کے نرمی اور فرحت پیدا کرتا ہے (۳۱) ذکر دل کی ہر مرض کی
 دوا ہے جبکہ غفلت دل کی بیماری ہے (۳۲) اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والوں سے ملا کر کئے سلسلے فخر
 فرماتا ہے (۳۳) ذکر کرنے سے جنت میں مکانات بنائے جاتے ہیں (۳۴) ذکر آدمی اور آگ کے
 درمیان دیوار ہے۔ اگر آدمی ہمیشہ ذکر کرے تو دیوار غضب و طغویٰ و دوزخ و زور (۳۵) ذکر کی
 قدتیں ہر کھانے اور پینے والی چیز سے زیادہ ہیں (۳۶) ذکر کرنے والے کے دل اور چہرے کو
 تروتازگی اور خوشی عطا کی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن
 ہوگا (۳۷) اس کے لئے ہر جگہ گواہی دے گی جیسے کہ دوسری نیکیوں اور گناہوں کا معاملہ
 ہے (۳۸) ذکر کرنے والا زندہ ہے گو کہ ظاہری طور پر مر جائے اور عاقل مردہ ہے۔
 اگرچہ بظاہر زندہ ہو (۳۹) ذکر موت کے وقت کی پیاس سے نجات دیتا ہے۔
 (۴۰) خود تک مقامات میں امن کا باعث ہے (۴۱) ذکر مومن شاکر کی
 علامت ہے منافق بہت کم ذکر کرتا ہے (۴۲) ذکر ایک آگ ہے جو ضرورت
 سے زیادہ کھائی ہوئی چیز کو جلا دیتی ہے (۴۳) تاریکیوں کو دور کر کے انوار کو پیدا
 کرتا ہے۔

مفتاح المفلح ص ۱۱۷ حاشیہ مطائفت المنن

جلد ثانی ۱۲

شروع لکھو دی

- ۳۔ ذکرِ باجمہر سے انجانوں کو ذکر کی تعلیم ہوتی ہے۔
- ۴۔ ذکر کرنے والوں کو ذکر کا شوق اور اس کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔
- ۵۔ فساد اور فساد کی قلوب پر ذکر سے ضرب لگتی ہے۔
- ۶۔ کفایت پر ہیبت چھا جاتی ہے۔
- ۷۔ شکریت اسلام اور شعارِ دین ظاہر ہوتا ہے۔
- ۸۔ ذکرِ باجمہر سے زبان دل اور دماغ تینوں مشغول بہ عبادت ہوتے ہیں۔
- ۹۔ ذکرِ باجمہر میں مشقت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے افضل العبادات احسنھا (افضل عبادت وہ ہے جس میں زیادہ مشقت ہو)
- ۱۰۔ ذکرِ باجمہر کا نفع متعدی ہے کیونکہ سُننے والوں کو بھی ثواب ملتا ہے۔
- ۱۱۔ ذکرِ باجمہر ذکر کو آدنگھ، نیند اور رُسختی سے محفوظ رکھتا ہے اور جہر اس کی آنکھوں کو بیدار قلب کو مشتاق اور ذہن کو ہشیار رکھتا ہے۔
- ۱۲۔ ذکرِ باجمہر کی برکتیں ان تمام جگہوں پر پہنچتی ہیں۔ جہاں تک ذکر کی آواز جاتی ہے چنانچہ انسان، حیوان، شجر، حجر سب جہر کی برکتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔
- ۱۳۔ ذکرِ باجمہر کی وجہ سے ذکر کو اپنے ذکر پر بکثرت گواہ ملتے ہیں جس جس جگہ آواز جاتی ہے وہ سب قیامت کے دن اس کے ذکر پر گواہی دیں گے۔
- ۱۴۔ ذکرِ باجمہر کرنے والوں کو فرشتے ڈھونڈتے ہیں۔ (کما فی بخاری مسلم و سیاق)
- ۱۵۔ فرشتے ذکرِ باجمہر کرنے والوں کا زمین سے آسمان تک اعاطہ کرتے ہیں۔
- ۱۶۔ ذکرِ باجمہر کرتے والوں کی محضرت کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی۔
- ۱۷۔ ذکرِ باجمہر کو لے جانے پر فرشتے مامور ہیں۔
- ۱۸۔ ذکرِ باجمہر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بدکاروں کو بھی بخش دیتا ہے۔
- ۱۹۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو فرشتے سُنتے ہیں۔ وہ اس ذکر پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے جسے فرشتے نہیں سُنتے۔ (ماخوذ از فتاویٰ عربی)
- ۲۰۔ ذکرِ باجمہر سے ذکرِ غیر کی اصلاح کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور یہ طریقِ انبیاء

کی پیروی ہے۔

- ۲۱۔ ذکرِ بالِجہر کی وجہ سے روپی و سربے اور کیفیات نفسانیہ منہ سے بہ جاتے ہیں۔
- ۲۲۔ عبادتِ کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اَمَّا لِقَوْلِكَ اَعَالِيٍّ وَاَمَّا لِبَيْعَتِهِ وَبَيْعَتِهِ فَخَيْرٌ
- ۲۳۔ ذکرِ بالِجہر کی وجہ سے مسلمان ایک مجلس میں جمع ہوتے ہیں۔
- ۲۴۔ ایک دوسرے سے ملاقات، تعارف اور دوستی کا سبب ہے۔
- ۲۵۔ ذکرِ بالِجہر سے اللہ فرشتوں پر مباحث فرماتا ہے۔
- ۲۶۔ ذکرِ بالِجہر بشر کے حق میں ملائکہ پر حجت ہے۔
- ۲۷۔ ذکرِ بالِجہر کو بارگاہِ ایزدی میں حضور کی کاشف ملتا ہے۔
- ۲۸۔ ذکرِ بالِجہر کی وجہ سے لوگ باہم عبادت میں تعاون کرتے ہیں۔
- ۲۹۔ ذکرِ بالِجہر کے لئے جمع ہونا دوسری عبادت کی طرف پہنچانے والا ہوتا ہے
شَلَا سَلَامٌ عِنْدَ السَّلَاقِ وَالْمُودَاعِ عِنْدَ الِاخْتِصَامِ اور حسن معاشرت۔
- ۳۰۔ ذکرِ بالِجہر سلسلہ اویسیہ و قادریہ و چشتیہ کا معمول ہے۔ وہمہ پیراں ما اند
مذکورہ بالا سطور میں ذکرِ بالِجہر کی ذکر بالسر پر جو افضلیت بیان کی گئی ہے وہ
اس وقت ہے۔ جب ریاء، فزیرِ مسلمین اور غفلتِ عبادت کا خوف نہ ہو اور جب ان
امور کا خوف ہو تو اس وقت ذکرِ بالسر افضل ہے۔ اور اگر مائرِ نظر سے دیکھا جائے
تو ضررِ مسلمین اور غفلتِ عبادت محض ایک ظاہری امر ہے۔
- حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے نہ مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے نہ ان کی عبادت
میں غفلت پڑتا ہے اور اس کی کما حقہ تحقیق ہم انشاء اللہ العزیز ائمہ صفحات میں بیان
کریں گے پس ثابت ہوا کہ ذکرِ بالسر کی افضلیت صرف ایک صبر سے ہے اور وہ ہے
خوفِ ریاء پس اگر خوفِ ریاء ہو تو ذکرِ بالسر افضل ہے اور اگر خوفِ ریاء نہ ہو تو ذکرِ
بالِجہر افضل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک وجہ سے ذکرِ بالسر افضل ہے اور تیس
وجہ سے ذکرِ بالِجہر افضل ہے اور یہ بات بلا خوف و خطر کہی جاسکتی ہے کہ ریاء
کا خوف ناقصین کو ہوتا ہے جن کا نفس مطمئن نہیں ہوتا اور اصحابِ نفوس

معلمتہ اور کاغذ میں اس قدر شدید اشتغال ہوتا ہے کہ وہاں اختلاف
 زیادہ کا تصور ہی نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ امام الکاملین رئیس المظاہرین سیدنا
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارفع من صوتک
 متیناً۔ بلند آواز سے ذکر کرو۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر بالجہر کرنا انبیاء اور صدیقین
 کا معمول اور صلحاء و اہل کاغذ کا طریقہ ہے۔ علامہ اذین اوقات، اسباب اور دوائی
 مختلف ہوتے ہیں کہیں تدبیر اور تفرک کا موقع ملتا ہے اور کہیں انسان سرشاریِ نعمت سے اس
 طرح معمور ہوتا ہے کہ اس کا دل اور زبان دونوں ذوق و شوق سے آباد ہوتے ہیں
 پس ہزار توہر وقت ہے لیکن کسی وقت ستر افضل ہوتا ہے اور کسی وقت جہر افضل
 ہوتا ہے۔ و ہذا هو التحقيق۔

ذکر بالجہر پر احادیث سے لائل

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما
 قال كنت اعرف الفقهاء صلوات
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بالتكبير متفق علیہ۔
 (مشکوٰۃ شریف ص ۸۵)

بخاری اور مسلم نے یہ حدیث ابن عباس
 سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر کہنے سے
 پہچانا کرتا تھا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔
 علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تکبیر سے
 مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور
 اور مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
 میں نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا
 اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اختتام
 گنتہ اند کہ مراد تکبیر یا نماز کو راستہ چنان
 کہ در صحیحین از ابن عباس آمد است کہ
 رفع صوت بذكر وقت انصراف مردم از نماز
 فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 معہود بود و گفت ابن عباس می شناسم ختم
 من انقضاء صلوات ما بداں پستہ آوردہ

اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی
جب وانا معہ اذا ذکر فی
فان ذکر فی فی نفسہ ذکرہ
فی نفسہ وان ذکر فی فی ملاء
ذکرہ فی ملاء خیر منہم
متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔
و در این حدیث دلیل است بر جواز ذکر جبر
چنان کہ گذشت۔
اس حدیث میں ذکر بالجہر کے جواز پر
دلیل ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۱۸۵)

صحیحین کی حدیث کے بعد اب استنباب ذکر بالجہر پر نسائی شریف کی روایت
لاحظہ فرمائیے۔

عن عبد الرحمن بن ابی نعیم
قال کان یقول اذا سلم
سبحان الملک القدوس ثلاثاً
یرفع صوته بالثلاثۃ۔
عبد الرحمن بن ابی نعیم اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین بار
سبحان الملک القدوس فرماتے
اور تیسری مرتبہ آواز بلند فرماتے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲)

اس حدیث کے تحت شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔
و در این حدیث دلیل است بر شریعت
جہر بیکر ماں ثابت است بے شبہ۔
اس حدیث میں ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل
ہے اور وہ بلاشبہ ثابت ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۵۳)

اور علامہ علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

علامہ مظہر نے فرمایا یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو ذکر کی مجلسوں کو غور سے سنتی ہے پس انہیں جہاں مجلس ٹھہرتی ہے وہ اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ مجلس ذکر سے لے کر آسمان دنیا تک تمام فرشتوں سے بھرتی ہے اور جب یہ مجلس ختم ہوتی ہے تو وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے تم کہاں سے آئے ہو وہ کہتے ہیں تیرے بندوں کی مجلس سے آئے ہو پھر ان کو کہتا ہے تم میرے بندوں کی مجلس سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کیا مانگتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں جنت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس وہ اگر جنت دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا فرشتے عرض کرتے ہیں وہ پناہ مانگتے

قال المظہر عند امیدل
علی جواز الذکر بسر رفع
الصوت علی الاستحباب۔
(مرقاۃ شرح جلد ۳ ص ۱۴۰)
فی روایت مسلم قال ان اللہ
صلواتہ سائرۃ فضلا یبتغون
محاسن الذکر فاذا وجدوا
مجلسا فینہ ذکر قعدوا معہم
وحف بعضهم بعضا باجتماع
یملأوا ما بینہم و بین السماء
الدنیا فاذا انصرفوا عرجوا
وصعدوا الی السماء قال
فیسللہم اللہ و هو اعلم من
ایمن جنتہم فیقولون جنتنا من
عند عبادک فی الارض یسجدونک
ویکبرونک و یصلونک و
یحمدونک و یشکرونک قال
وماذا یسألونی قالوا یشلونک
جنتک قال هل را واجتی
قالوا لا ای رب قال و کیف
لو را واجتی قالوا البسجیر و نک
قال و متا یسجیرونی قالوا من

نارک قال هل رأوا ناری
قالوا قال فکیف نورا
ناری قالوا الاستغفرونک
قال فیقول قد غفرت
لهم فاعطیتهم ما سألوا
اجرتهم مما استجاروا
قال یقولون رب فیهم
فلاح عبد خطاء وانما
مرفلس معهم قال فیقول
ولم غفرت هم القوم
لا یشقوا بهم جلیسهم

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷

(مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲)

تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس سے پناہ
مانگتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں دوزخ
سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے
دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے
ہیں نہیں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اگر وہ دوزخ دیکھتے تو کتنی شدت سے پناہ مانگتے
فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھے بخش مانگتے تھے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور
ان کا مطلوب انہیں عطا کیا۔ اور جس سے انہوں نے
پناہ مانگی اس سے پناہ مے دی۔ فرشتے عرض
کرتے ہیں اے بارالہ ان میں ایک گناہگار بندہ
تساویٰ نہیں راہ چلتا ہوا ان میں شامل ہو گیا تھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا
کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان میں شامل ہو جائے
وہ بھی ان کی وجہ سے بخشا جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر کرنا مطلوب ہے اور جو ذکر جماعت
کے ساتھ ہو وہ ذکر بالجہری ہوتا ہے۔ دیکھئے علامہ خیر الدین ربلی فرماتے ہیں والذکر
فی السلا ولا یكون الا عن جہر (جماعت سے جو ذکر ہو وہ جہراً ہی ہوتا ہے۔
فتاویٰ خیر ص ۱۸۷)

ثانیاً۔ فرشتوں کا سنا جہر پر قرینہ ہے کیونکہ سماعت صحت کی فرما ہے۔ نیز آواز کے
سننے کا کوئی معنی نہیں۔ ثالثاً۔ حدیث شریف میں ہے یسجدونک یکبرونک ویہللونک
ویسبحونک وینکبونک یعنی جماعت کے ساتھ سبحان اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھتے
تھے اور جب تک جہر کے ساتھ یہ کلمات آواز کے عالم میں ان میں جماعتی رنگ پیدا نہیں

ہوسکتا کیونکہ ذکر باس میں کسی دوسرے کربتہ نہیں اس نے کیا پڑھا۔ کب شروع کیا کب ختم کیا۔ ان کلمات کی ادائیگی میں جماعتی انداز تب ہی پیدا ہوگا جب ہم آجنگ ہو کر چہرہ پر کلمات ادا کئے جائیں را بگما امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے وحف بعضہم بعضاً کے تحت فرماتے ہیں۔

ای حث علی الحضور والاستماع
نوعی مشروح مسلم شریف
(مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲)

یعنی بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کی مجلس
میں حاضر ہوئے اور ذکر کرنے پر براہیقتہ
کہتے ہیں۔

علامہ نووی کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر بالحر ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں ملتسمون اہل الذکر کے تحت
فشرحاتے ہیں۔

ای یطوبونہم لیو و ہم
و یستمعوا ذکرہم
اور ھَلْکُوا جَا جَتَّکُمْ کے تحت فرماتے ہیں۔
بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کو بکالتے
ہیں کہ وہ فائزین کی زیارت کریں اور
ان کا ذکر سنیں۔

ای من استماع الذکر و زیارۃ الذاکر اور ذکر سننے اور ذکر کرنے والے کی زیارت کے لئے ہے۔

اور فیہم فلان عبد خطا انما مری مجلس معہ کے تحت ہے۔
 اسی ما ذکرہ اللہ قصداً أو إغلاصاً یعنی اس شخص نے اللہ کا ذکر قصداً یا
 غلاصاً نہیں کیا ورنہ ذکر کو سنا بھی
 ذکر اشتماع الذکر ذکر
 (مرقاۃ شریف جلد ۵ ص ۵۸ تا ۵۹)

اس نے ذکر نہیں کیا) اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نئے ذاکرین کا سننا اور فکرنسنا بھی فکر ہے تو کفر فرشتوں نے یہ کیسے کہا کہ اس نے ذکر نہیں کیا۔ اس کا جواب ملا علی قاری دیتے ہیں کہ اس کا ذکر سننا اعتقاداً اور قصداً نہ تھا یہ بھی اتفاقاً طور پر اس نے ذکر نہیں کیا۔ ملا علی قاری کے اس کلام سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حدیث شریف میں جن ذاکرین کا ذکر ہے۔ اس ذکر کو فرشتے بھی سنتے ہیں اور انسان بھی اور سننا جہر کی فزع ہے پس بحمد اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کی تلقین اور ترغیب کی گئی ہے۔

اور مسلم شریف کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت پر تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو عرض کیا ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی۔ فرمایا۔ قسم اللہ کی تم اسی لئے بیٹھے ہو۔ غرض کی اسی لئے بیٹھے ہیں پس فرمایا میں نے تم سے بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں طلب کی بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خبر دی کہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرماتا ہے (یعنی ان پر تمہاری فضیلت ظاہر فرما رہا ہے)

رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلَقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجَلْتُمْ هُنَا قَالُوا جَلَسْنَا سُبْحًا لِلَّهِ وَنَحْمَدُكَ عَلَى مَا هَدَيْتَنَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يَبْعَثْنَا فَإِنْ مَا أَجَلْتُمْ إِلَّا ذَا لِكَ قَالُوا اللَّهُ مَا أَجَلْنَا إِلَّا ذَا لِكَ قَالَ أَمَا أَتَيْتُمْ أَسْتَجِيبُكُمْ ثُمَّ لَكُمْ وَلَكِنَّ أَمَّا فِي جَبْوَيْلٍ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ سَعَى وَجَلَ يَبْأُجِي بِكُمْ أَمَلًا لَكُمْ يَرَوْنَ مِثْلَهُمْ
مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸ و مسلم شریف
جلد ۲ ص ۳۵۵

یہ الفاظ مسلم شریف کی روایت میں ہیں۔ حدیث سابق کی طرح اس حدیث میں بھی جماعت اور حلقہ کے ساتھ ذکر کا بیان ہے۔ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جماعت

کے ساتھ ذکر سے ذکر بالجہر مراد ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر بالجہر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر بالجہر کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے قسم طلب فرماتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کی بشارت دینے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

ارشادات علماء اور ذکر بالجہر

امام نووی شافعی ذکر بالجہر کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَأَحَبُّ شَيْءٍ مِّنْ رَّحِمِيَّ ذِكْرًا لِّقَلْبٍ بِآتٍ
عَمَلُ الْمُسَوِّءِ أَفْضَلُ وَمِنْ رَّحِمِيَّ ذِكْرُ
الْإِنْسَانِ قَالَ لِأَنَّهُ أَعْمَلُ فِيهِ أَكْثَرُ
فَأَيُّ زَادَ مَا سَبَّحَ عَالِي الْإِنْسَانِ (فتاویٰ
زکیا حصہ آجیور۔) نووی شرح مسلم ص ۳۴۵
مطبوعہ اصح المطابع دہلی باب فضل مجالس ذکر

جو ذکر بالقلب کو فضیلت دیتے ہیں ان کی دلیل
یہ ہے کہ پرشیدہ عمل افضل ہوتا ہے اور جو
ذکر باللسان کو ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل
یہ ہے کہ زبان سے ذکر کرنے میں عمل زیادہ
ہوتا ہے اور عمل کی زیادتی سے ثواب
زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ زبان سے ذکر بالسر بھی ہو سکتا ہے اور علامہ نووی کی مراد بھی
یہی ہے کیونکہ علامہ نے ذکر باللسان کو برتر کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے اور یہ تعادل اس وقت
صحیح ہوگا جب ذکر باللسان سے ذکر بالجہر مراد ہو۔
اس عبارت کے بعد قول فیصل ذکر فرماتے ہیں۔

الْمُصِيبُ أَنْ ذَكَرَ الْإِنْسَانَ مَحْضًا
وَالْقَلْبُ أَفْضَلُ مِنَ الْقَلْبِ -
نووی علی باب شریف جلد ۱ ص ۳۴۵

صحیح بات یہ ہے کہ حضور قلب کے ساتھ
زبان سے ذکر کرنا ذکر بالقلب سے افضل ہے۔

اور عارف صوری مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَهَلْ الْأَفْضَلُ الَّذِي كَوَّمَحَ النَّاسِ
أَوِ الَّذِي خَلَّوَجَ وَ الْخُفَّيْنِ الْفَقِيصِ

کیا لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے یا
خلوت میں ذکر کرنا افضل ہے؟ حق یہ ہے کہ

اس میں تفصیل یہ ہے۔ اگر اسے اکیلے ذکر کرنے میں سرور آتا ہو اور لوگوں کی ہدایت پر مامور نہ ہو تو غلو میں ذکر کرنا افضل ہے ورنہ لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے تاکہ سرور حاصل ہو اور لوگ اقتداء کریں ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فاکرین سے بنائے۔

وَقَدْ اَرَاتْ كَاثَ الْاِذَاكَ يَنْشَطُ
وَحَدَا وَلَمْ يَكُنْ مَدْعُوًّا مِنْ اِلٰهِ
لِهَذِهِ اَيَّةُ النَّاسِ خَالِ الْخَلْوَةِ فِي
حَقِّهِ اَفْضَلُ وَلَا جَدَّ حُرُّهُ
مَعَ النَّاسِ اَفْضَلُ اِمَّا لِيَنْشَطُ اَوْ
رَايَتِي النَّاسُ لَسَا اَللّٰهُ اَنْ
يَجْعَلَنَا مِنْ اَقْلٍ ذِكْرُكَ -

(تفسیر صاوی شریف جلد ۱ ص ۶۵)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔

منہ نے کہا یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز تک استحباب پر دلالت کرتی ہے جب کہ دیکھ لو اسے سے پرہیز نہ کرنا کہ دین کا اظہار ہو اور سامعین کو تعلیم ہو اور غفلت کی بندیں سونے والے کو بیداری نصیب ہو اور ذکر کی برکت وہیں کے شجر و حجرہ انسان حیران تک پہنچے۔ جہاں تک ذکر کی آواز نہ پہنچے اور دوسروں کو اقتداء باطل پر حاصل ہو اور ہر طب و یا بس اس کی گواہی دے۔

قَالَ الْمُطَهَّرُ هَذَا يَدُلُّ عَلَى
جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ
بَلْ عَلَى الْمُسْتَحْبَابِ اِذَا اجْتَنَبَ
الْمِرْيَاةَ اِظْهَارَ الْبَلَدَيْنِ وَتَعْلِيمًا
لِلْمُسَامِعِينَ وَ اِيْقَانًا لِّلْمَعْرِضِينَ
مَرْقَدَةَ الْعَقْلِ وَالْاِصْلَ الْبَرَكَةِ
الذِّكْرِ اِلَى مَقْدَارٍ مَا يَبْلُغُ
الصَّوْتُ اِلَيْهِ مِنَ الْحَيَوَانِ
وَالشَّجَرِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدْرُ وَطَبَّ
اِقْبَادًا اَلْغَيْبِ بِالْخَيْرِ وَلِيَشْهَدَ
لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَنَاقِصٍ مِّنْ صَوْتٍ

(مرقاۃ جلد ۳ ص ۱۴۲)

سید احمد طحاوی حنفی فرماتے ہیں۔

فقہاء و بزرگوار میں ہے کہ مساجد میں ذکر باہر سے نہ روکا جائے تاکہ قرآن کی آیت کریمہ

قُلْ فِي الْمَدَائِنِ لَا يَمْنَعُ مِنَ الْمُحْضَرِ
بِالْذِّكْرِ فِي الْمَسَاجِدِ اِخْتِرًا اَزْعَرْنَ

الدُّخُولِ تَحْتَ قَوْلِهِ لَعَالَى وَمَنْ أَظْهَرَ
 وَمَنْ كَمَجَّ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْكَرَ
 فِيهَا اسْمُهُ كَذَلِكَ فِي الْبُرْزَانِيَّةِ وَ
 لَقَدْ اسْتَعْرَافِي فِي قَوْلِ الدَّارِ كَرِ
 لِلْمَذْكُورِ وَأَبَاشِرِ الْمَشْكُورِ
 مَا لَعَنَهُ وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا
 وَخَلَفًا عَلَى اسْتِحْبَابِ ذِكْرِ اللَّهِ
 لَعَالَى جَمَاعَةً فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا
 مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ إِلَّا أَنْ لَيْسَ يَشْجُرُ هُمْ
 بِالذِّكْرِ عَلَى نَازِلٍ أَوْ مُصَلٍّ أَوْ قَائِمٍ
 قَرَأَنَ كَمَا فِي كِتَابِ الْفَيْصِلِ وَفِي الْحَقِيقِ
 أَلَا فَضْلُ الْجُمْهُورِ بِقِرَاءَةِ إِنْ تَعَرَّ
 يَكُونُ عِنْدَ قَوْمٍ مَشْغُولِينَ مَا لَمْ يَخْلُطُوا

رَبِّمَا مَرْ - (طحاوی ص ۱۹) (فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم ص ۵۴) مطبوعہ مقبانی
 طحاوی سے فتاویٰ بزازیہ ذکر الذاکر لیسندھوس اور تجلی کے حوالوں کے بعد

اب علامہ شامی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔
 قَالَ لَعَالَى أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ الْجُمْهُورِ
 أَفْضَلُ لَرَاتِنَا أَكْثَرُ عَمَلًا لَعَالَى
 فَأَمَّا رَجَبِهِ إِلَى الشَّامِ حِينَ وَيُوقِظُ
 قَلْبَ الدَّارِ كَرِ مَجْمَعِ هَمَّتْ إِلَى الْفُكْرِ
 وَيُصْرِفُ سَمْعَهُ الْيَدِ وَيُطِيرُ
 السُّمُورَ فِي زَيْدِ السَّطَا -
 (شامی جلد ۱ ص ۶۱)

بعض اہل علم نے فرمایا کہ ذکر یا بلکہ افضل ہے
 کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا نائد
 سامعین تک پہنچتا ہے اور ذاکر کے قلب
 کو بیدار کرتا ہے اور اس کی ہمت کو فکر
 کی طرف راجع کرتا ہے اور اس کی سماعت
 کو ذکر کی طرف مہیرتا ہے اور نیند کو دور
 کرتا ہے اور سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

صاحب دینکار کے استاد علامہ خیر الدین رحمتی حنفی فرماتے ہیں۔

ذکر کے لئے علم ہانڈنا اور اس کے ساتھ
چہر کرنا اور انشاء تصانیف کرنا بہر حال جائز
ہے کیونکہ اس میں وہ احادیث وارد ہیں جو
چہر کا اقصا کرتی ہیں جیسے بخاری و مسلم و
ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور احمد نے
اسناد صحیح سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ جو مجھے جماعت میں یاد کرے
میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا
ہوں اور جماعت کے ساتھ ذکر بغیر چہر کے
متصور نہیں۔ اسی طرح ذکر کے لئے علقہ
بنانا اور ملائکہ کا اس کے گرد طواف کرنا
سوا چہر کے متصور نہیں اور ستر کے بارے
میں بھی حدیثیں وارد ہیں اور ان احادیث
میں تعلیق اسی طرح ہے کہ سر اور چہر اشخاص
اور اوقات کے اختلاف سے مختلف ہوتا
ہے جس طرح سر اور چہر کی قرابت کی حدیثوں
میں تعلیق دی گئی ہے اور اس سے معارض
وہ حدیث نہیں ہے جس میں ہے کہ بہترین
ذکر بالسر ہوتا ہے کیونکہ اس کا حمل یہ ہے
کہ چہر دیا و کا خوف ہو یا مسلمانوں کو
ایذا ہو یا نیند میں خلل ہو اور بعض اہل علم
نے فرمایا کہ جب ان امور سے خالی ہو تو

فَمَا حَلَقَ الذِّكْرُ وَالْجَهْرُ بِهِ وَإِنْ شَاءَ
الْقَوْمُ لَمْ يَكُنْ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ
مَا أَقْبَىٰ مَطْلَبِ الْجَهْرِ نَحْوَ وَارِثِ
ذِكْرِي فِي مَلَأَ ذِكْرِي فِي مَلَأَ
خَيْرٌ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ
وَالْبَرْمُذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَنَرَادِي
أَخْبَرَهُ قَالَ قَتَادَةُ وَإِسْمَاعِيلُ
وَالْبُخَارِيُّ فِي مَلَأَ لَا يَكُونُ إِلَّا هُوَ
جَهْرٌ وَكَذَا حَلَقَ الذِّكْرُ وَطَوَّافُ
الْمَلَأَ لِكِبَرِهِ بِهَا وَمَا وَرَدَ فِيهَا
مِنَ الْأَحَادِيثِ قَاتِلَ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ
يَكُونُ فِي الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ وَهَذَا
أَحَادِيثُ إِمْلَأَتْ قَلْبَ الْإِسْرَارِ
وَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بَأْسٌ ذَلِكَ يَخْتَلِفُ
بِاخْتِلَافِ الْأَشْخَاصِ وَالْأَحْوَالِ
كَمَا جُمِعَ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ لَطَلَبِ
الْجَهْرِ بِالنَّصْرَةِ وَالطَّلَبِ
لِلْإِسْرَارِ بِهَا وَلَا يَعَارِضُ ذَلِكَ
خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ لَأَنَّهُ حَيْثُ
خَفِيَ الْإِسْرَارُ أَوْ تَدْنَى الْمُسْلِمِينَ
أَوْ الْإِسْرَارُ ذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ

اِنَّهُ اَفْعَلُ حَيْثُ خَلَا وَمَا ذَكَرَ
لَاِنَّهُ اَكْثَرُ وَعَمَلًا وَلِتَعْدِي
تَاْمِدَتِ بِاِلَى الشَّامِعِينَ وَيُكَوِّظُ
قَلْبُ الدَّاعِي فَصَيِّحٌ مِّنْهُ اِلَى الْفَلَكِ
وَيُصْبِرُ سَمْعَهُ اِلَيْهِ وَيُطْرِدُ
الشُّومَ وَيُزِيْدُ النَّاسَ طَ .

جہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے
اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے
اور ذکر کے دل کو سیدھا کرتا ہے اور
اس کے ذہن کو فکر کی طرف راہیں کرتا
ہے اور سرور کو زیادہ کرتا ہے ۔

(نہادی خیر میں کتاب الکواہیمی والاستقصا ص ۱۸۱)

فادنی عالم گیری میں ہے ۔

جَمْعٌ عَظِيْمٌ يَوْمُ دَعْوَى أَهْلِ اَتَمِّكُمْ
بِالشَّيْخِ وَالشُّهْرِ جَمْعًا لَا بَأْسَ
بِهِ (عالم گیری جلد ۴ ص ۹)

جماعت عظیم کے مل کر لڑنے والا اللہ اور
سیحان اللہ کو بلند آواز سے ذکر کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے ۔

اور آداب مسجد میں ہے ۔

اِنْ لَا يَرْفَعُ فِيهَا الصَّوْتَ صَوْتٌ
غَيْرُ ذِكْرِ اللّٰهِ (عالم گیری جلد ۴ ص ۹)

مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے
سوا آواز بلند نہ کی جائے ۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

بِذَا نَكَبَ جِهْرًا مَّا مَطْلَقًا بَعْدَ اَنْ تَمُرَ مَشْرُوعٌ
اَسْتِ وَارُودَةً اَسْتِ وَرَمَعٌ اَعَايِشَ
(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۱)

بلند آواز سے ذکر کرنا نماز کے بعد مطلقاً
مشروع ہے ۔ اس کے بارے میں
احادیث وارد ہیں ۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ۔

وَبِذَا نَكَبَ جِهْرًا مَّا مَطْلَقًا بَعْدَ اَنْ تَمُرَ مَشْرُوعٌ
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۱۴۴)

ذکر یا جہر بلاشبہ جائز ہے ۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

وَبِذَا نَكَبَ جِهْرًا مَّا مَطْلَقًا بَعْدَ اَنْ تَمُرَ مَشْرُوعٌ
حق یہ ہے کہ ذکر یا جہر کا انکار کرنا جہالت

کہ انکار ان سفاہت واضح است در
تلاوت قرآن جہر مزج است مَا أَذِنَ اللَّهُ
لِشَيْءٍ مَّا أَذِنَ لَعْنَىٰ تَعْنَىٰ بِالْقُرْآنِ بِجَهْرٍ
وَدَرْتِلِيہِ جِ آمَرُ الْبَيْعِ وَالْبَيْعُ الْبَيْعُ
سَمِعَ الصَّوْتِ بِالتَّكْلِيفِ وَارَاقَتَا
الدَّمِ وَقرآن رافضیت معروف است
وَكُنَّا نَعْرِفُ الْقَضَاءَ حَلُولَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالذِّكْرِ وَقَضَىٰ الذِّكْرَ الَّذِي
يَسْمَعُهُ الْمُحَقِّقَةُ عَلَىٰ الذِّكْرِ
لَا يَسْمَعُهُ الْمُحَقِّقَةُ لِتَبَعِيَّتِهِ
صَنِعًا وَمِنْهُ طَرِيقُ چشتیہ اولیہ
وَمَادِیہ کہ ہمہ بیان ما اندر ذکر جہر است
وَلَمَّا دَعَىٰ عَزِيزِي جَلَاءَ - (۱)

ہے کیونکہ تلاوت قرآن میں صریح جہر ہے
اور اس بات میں اللہ تعالیٰ نے جواہرات
دی ہے وہ کسی باب میں نہیں دی
یعنی اس میں لحن بھی جائز ہے اور تلبیہ
ج کے بارے حدیث میں وارد ہے الحج
الحج والبیع اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
آواز بلند کرنا۔ نیز حدیث میں ہے کہ ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے
انقام کو ذکر سے پہچانتے تھے اور جس
ذکر کو فرشتے سنیں اس کی اس ذکر پر ستر
درجہ فضیلت ہے جس کو وہ نہیں اور
طریقہ چشتیہ اولیہ اور قادریہ کی
بنا و ذکر بالجہر یہ ہے اور یہ سب ہمارے
پیر ہیں۔

اور شیخ مشائخ امام ابن حجر مکی الشافعی فرماتے ہیں۔

صوفیاء کو ام ہونازوں کے بعد اپنے سلوک
کے مطابق ذکر بالجہر کرتے ہیں اس کی مفسر
اصل موجود ہے کیونکہ یہی نے حضرت
انس سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز کے بعد
سے طلوع شمس تک اس قوم کے ساتھ جیٹا
جو اللہ کا ذکر کر رہی ہو مجھے دنیا و ما فیہا
سے زیادہ محبوب ہے اور بعد عصر سے

وَأَوْسَىٰ إِذْ الصَّوْقِيَّةَ الَّتِي يَصْرُخُ فِيهَا
بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلَىٰ حَبِيبٍ عَادِيهِمْ
فِي سُلُوكِهِمْ لِمَا أَصْلَحَ أَمِينٌ
فَقَدْ رَوَىٰ الْإِسْلَامِيُّ عَنْ النَّبِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَنَّ ذِكْرَ
اللَّهِ تَعَالَىٰ مَعَ قَوْمٍ يَعْبُدُ صَلَوةً
أَتَجِبُوا إِلَىٰ طُلُوعِ الشَّمْسِ أَحَبُّ

اِلٰهًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَا تَاذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ آفَاتُكَ اللّٰهَ تَعَالٰی كَاذِبُ كَرْنَا
 تَعَالٰی مَعَ قَوْمٍ بِعَدُوَّةٍ صَلَوٰةٍ الْعَصْرِ اِلٰی
 اَنْ يَّغِيْبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلٰی مِنَ الدُّنْيَا
 وَمَا فِيْهَا وَرَوٰی اَبُو دَاوُدَ عَنْ
 اَنَسٍ حَلٰی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْعُدُوا
 مَعَ قَوْمٍ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ تَعَالٰی مِنْ صَلَاةٍ
 الْعَدَاةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلٰی
 مِنْ اَنْ اُتِيَكَ اَرْبَعَةٌ مِنْ وَلَدِ سَامُوئِلَ
 وَلَا تَقْعُدُوا مَعَ قَوْمٍ يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ
 مِنْ صَلَاةٍ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ
 اَحَبُّ اِلٰی مِنْ اَنْ اُتِيَكَ اَرْبَعَةٌ وَرَوٰی
 اَبُو یَعْقُبٍ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجَالِسُ
 الذِّكْرُ سَبْعُونَ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَتُحَفُّ
 بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَتَخْشَاهُمُ الرَّحْمَةُ
 فَيَذْكُرُهُمُ اللّٰهُ وَرَوٰی اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ
 اَحَدُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْعُدُوا
 يَتَذَكَّرُونَ اللّٰهَ لَا حَفَظَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ
 غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَفَزَلَّتْ عَلَیْهِمُ
 الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فَمِنْ مَعْنَدٍ
 وَاِذَا سَبَّحْتَ اَنْ لِّمَّا یَعْنَا دُكَا الْعَصْرِ
 مِنْ اَجْلِ عَمَلٍ عَلَى الْاَذْكَارِ وَالْاَوَّلِ
 بَعْدَ الصُّبْحِ وَغَيْرِهَا اَصْلًا
 مِنَ الشُّعْبَةِ وَهُوَ مَا ذُكِّرْنَا وَلَا نَحْتَرِصُ

عَزَّوَجَلَّ آفَاتُكَ اللّٰهَ تَعَالٰی كَاذِبُ كَرْنَا
 مجھے دُنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے اور
 ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے روایت کیا ہے کہ حضور کریم علیہ
 السلام نے فرمایا صبح کے بعد سے ظہر
 آفتاب تک اس جماعت کے ساتھ بیٹھنا
 جو اللہ کا ذکر کر رہی ہو مجھے اولادِ اسماعیل
 کے چار غلام آذاؤ کرنے سے زیادہ محبوب
 ہے اور ابو نعیم نے روایت کیا کہ حضور
 صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر کی
 مجلسوں پر سکون نازل ہوتا ہے اور
 فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت
 ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا
 فرشتوں میں فکر کرتا ہے۔ امام احمد اور
 مسلم نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جماعت فکر کرنے
 کے لئے نہیں بیٹھی مگر فرشتے اس کا احاطہ
 کرتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے
 اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ
 ان کا اس جماعت میں ذکر فرماتا ہے۔ جو
 اس کے پاس ہوتی ہے۔ اور جب شامت
 ہو چکا کہ صوفیاء کرام جو نمازوں کے بعد
 ذکرِ باجمہ کرتے ہیں اس کی اصل سنت

اور اِنْ فَكَرْتَنِي فِي مَلَايِدَ ذَكَرْتُكَ فِي مَلَايِدَ خَيْرٍ مِنْهَا الْحَدِيثُ اور مَلَايِدَ
 گمراہی کے اس مافر فیض اور بدعت کے اس وسیع اشاک کی زو جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر نہیں آتی جو فرماتے ہیں اِنْ رَفِخَ مِنْ صَنْتِكَ شَيْئًا اَوْ رَجِنَ كَاثَرًا وَهِيَ
 لَدَيْكَ خَوْفٌ مِّنْكَ وَتَذَكُّرٌ لِّلْغَايَةِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ وَتَحْيَا تِلْكَ الرِّحْمَةُ
 وَخَزَلَتْ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اور کیا بدعت اور ظلم کی گھاٹوں کی بہت اُن صحابہ
 بھی ہوگی جو کہتے ہیں جَلَسْنَا مَعَ كُرَّ اللّٰهُ اور شامی و موطاوی نے امام شافعی سے مسجد
 میں ذکر باجہر پر تمام علماء کا اجماع نقل کیا ہے تو کیا اب آپ کے اس مبارک فتویٰ سے
 تمام امت مسلمہ کو بدعت و ضلالت کی سیلابی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں لَا تَجْتَمِعْ أَهْلِي عَلَى الصَّلَاةِ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی آپ
 کہتے ہیں تمام امت گمراہ ہے پھر آپ خود کو سچا سمجھتے ہیں یا صادق و صدوق نکل
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا غور سے جواب دیجئے گا۔ مساجد میں جماعت کے ساتھ ذکر
 بالجہر پر ہم مولوی سرفراز صاحب کا فتویٰ نقل کر چکے ہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے ان کے معنوی جد امجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک فقید عالم بادشاہ روم
 کی طرف سے امیر حج مقرر ہوئے اور مدینہ
 منورہ میں شیخ ابواسم کر دی سے ملاقات ہوئی
 اس عالم نے کہا کہ میں نے اس سفر میں ایک
 عظیم بدعت لوگوں سے دیکھ کر دی۔ فرمایا
 کوئی کہا ذکر باجہر جس کو میں نے لوگوں
 سے دیکھا اور شہر بیت المقدس سے
 میں نے اس ذکر کو موقوف کر دیا۔ آپ نے
 ایہ مبارک ذکر سنی جس کے معنی یہ ہیں کہ اس

ایک دفعہ خراج برائے عالم بفقہ سے
 انظر بادشاہ روم امیر حج شد آمد
 و مدینہ با شیخ ابواسم کر دی ملاقات
 نمود و گفت کہ میں سفر بدعت عظیم میں
 مردم دور گردم فرمودند کہ ام بدعت
 گفت ذکر جہرا از مسجد و شہر بیت المقدس
 موقوف کن بیدم الزمان ای آیت خرمند
 و مکتب اعظم معن منع مساجد
 ان یذکر فیہ کما اسمی و سعی

فی خواجہا۔
(فتاویٰ عزیزی جلد ۱۱) | شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو منشا سے اللہ کے ذکر کو روکے۔ (قرآن)

اب غور فرمائیے سرفراز صاحب مساجد میں ذکر بالجر سے روکتے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روکنا ظلم ہے اب سرفراز صاحب ظالم ہیں یا شاہ صاحب اس کا فیصلہ ہم ناظرین کی بصیرت پر چھوڑتے ہیں دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ ذکر بالجر بدعت و ضلالت ہے۔ (راہ سنت ص ۱۱) اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا انکار جہالت ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱۱) اب بتائیے کہ سرفراز صاحب جاہل ہیں یا شاہ صاحب بدعتی اور گمراہ کا ش کہ سرفراز صاحب اس سوال کا جواب دے کر لاکھوں مسلمانوں کی ذہنی خلش کو ڈنڈ کر سکیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جابر فتوے کے بعد آئیے آپ کو شریعت نگوہ سے بھی ذکر بالجر کے جواز اور استحسان پر فتویٰ دلوادیں۔ ملاحظہ فرمائیے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

سوال۔ ذکر بالجر افضل ہے یا خفی یا نہ کل ارقام فرمادیں۔

جواب۔ دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہ افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکروا ذکرًا کثیرًا مطلق کی فرمیں جو ہر مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات و افشاء علم کتب الاحقر رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱۳)

میں تو آپ جہ متوسط پر بھی گزرتے رہتے ہیں اور یہ جواب کے پیر و مرشد کہ علی الاطلاق ذکر جہر کو خواہ خفیف ہو یا شدید بیک جنبش قلم جائز کر دیا ہے اس کا کیا حکم ہوگا۔ اس فتوے سے ظاہر ہو گیا کہ متدینین و لبہ بند کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک ذکر بالجر اور ذکر بالسر دونوں میں فضیلت ہے اور

سرفراز دیوبندی راہِ سنت میں ذکرِ بالِجہر کو بدعتِ سیئہ اور بدعتِ فلاء اور بدعتِ ضلالت قرار دیتے ہیں اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ بدعتِ سیئہ کا مرکب جہنی ہے تو اب بتائیے کہ مولوی گنگوہی صاحب دیوبندی جہنم میں پہنچے یا نہیں ذرا جگر تھام کر جواب دیجئے۔

اور یہ ہیں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مریضانِ دیوبند کے باطنی حکیم۔ کذا ذکرُ رَبِّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا کے تحت بیانِ القرآن میں لکھتے ہیں "آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ مع حرکتِ لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو۔" اور اگر عطار دیوبند کا یہ نسخہ بھی آپ کو اس نہ آئے تو معاف کیجئے پھر آپ کے مرض کا علاج ہمارے بس سے باہر ہے۔

آیات، احادیث، اجماعِ اُمت، معقول اور مسلکِ مبتدعین کے جنابِ داری علماء کے اقوال سے ہم نے ذکرِ بالِجہر کے جواز اور استحسان کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا۔ اگر مبتدعین کی آنکھوں سے انکار اور عناد کی پٹی اب بھی نہ اترے اور استقامت کے روشن مینارِ نذرِ آئیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ مَنْ كَذَبَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی حَقُّهُ فِي النَّارِ اَعْمٰی وَ اَعْمٰی سَبِيلًا۔ اس تفصیل کے بعد اب ہم منکرین کے شبہات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فَنَقُولُ بِاللّٰهِ الْمَوْفِقِ

قرآن سے ذکرِ بالِجہر کے خلاف استدلال اور اس کی تحقیق

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ | اور ذکر کر اپنے رب کا عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے نہ کہ جہر سے۔

اس آیت کریمہ سے مبتدعین ذکرِ بالِجہر کے خلاف استدلال کشید کرتے ہیں اور بڑبڑ خدیش میں ہیں کہ یہ آیت کریمہ ذکرِ بالِجہر کی نفی پر نص صریح ہے۔

الجواب :- اولاً گواہی یہ ہے کہ اس آیت کو صرف متنازعہ ذکر کے ساتھ خاص کر لینا امانت اور دیانت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ مفسرین کرام نے یہاں ذکر کو عام رکھا ہے کہ وہ اور اداوارا ذکر ہوں یا قرآن ہو نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ اولیٰ بنی مفسرین نے اسے قرآن قرآن کے ساتھ خاص کر دیا پس اب اگر آپ کے قول کے مطابق اس میں جہر کی نفی ہے تو وہ نفی ذکر کے ساتھ خاص مذہبی۔ خدا خوفی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اب آپ بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر بھی بدعت اور حرام کا فتویٰ لگائیے وعظ اور ارشاد کی مجالں کبھی بند کرائیے کیونکہ وہ بھی ذکر اللہ سے خالی نہیں۔ جہری نمازوں کا سلسلہ بھی ختم کیجئے اور اگر یہ آیت وعظ و نصیحت قرآن اور نمازوں میں جہر کے معافی نہیں ہے تو متنازعہ ذکر میں جہر کے کیسے معافی ہوگی۔ کیونکہ یہ تمام ہی ذکر کے افراد ہیں تو پھر کیا یہ خیانت اور بددیانتی کی انتہا نہیں ہے کہ آپ نے ذکر کے ان افراد سے یکسر اغراض کر لیا جو آپ کی امامت اور خطابت کے ضامن ہیں جن سے آپ کا پیٹ پلٹتا ہے اور جو آپ کی آمدنی میں افزائش کا باعث ہیں اور ذکر کے جن افراد سے آپ کا گزارہ نہیں چلتا ان کے لئے آپ نے بدعت کا فتویٰ لگا دیا **يُكُونُ مَوْعِظَةً مِّنْ بَعْضِ الْكِتَابِ وَ** یہ صحیح و نفع بخش۔ یہ یعنی اب ہم آپ کے سامنے اس آیت کے تحت مستند علماء کرام کی تفاسیر پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ذکر اس آیت میں اوراد، اذکار وعظ، ارشاد اور قرآن سب کو شامل ہے۔

علامہ البرکات نسفی الحنفی فرماتے ہیں۔

وهو عام في الاذکار من قرا کا القرآن | یہ آیت اذکار قرآن و دعا میں تبدیل

۱۔ اس آیت کے استدلال کا جواب امت میر بند کے حکیم مولانا اشرف علی تھانوی کی نہایت سنجیدہ آیت کا جواب اول تحریر ہے کہ خفیہ مشترک ہے۔ یہ بیان اعلان اور اذکار کے چنانچہ منتہی الارب میں خفاء خفیہ یہاں کرد و آشکارا کر دیا۔ یہ لفظ اوست انتہی و اذاجاء الاحکال بطل الاستدلال و لو سلمنا کہ خفیہ بمعنی اسرار ہے لیکن لہجہ تعارض ادلہ جمعاً جیدینھا امر کو ابا احتیاج استصحاب پر حمل کرنا ضرور ہے۔

دعا و دعاوی اداویہ جہد پیمار ۵۵۔ مجبائی،

والدعاء والتسبیح والتہلیل وغیرہ | اور اس کے علاوہ دوسرے افراد کو شامل
ذالک (مراکع علی ما مش النازن جلد ۱ ص ۱۹) ہے۔
علامہ بیضاوی الشافعی فرماتے ہیں۔

عام فی الاذکار من قرائۃ القرآن | یہ آیت اذکار قرائۃ دعا اور ان کے علاوہ
والدعاء وغیرہ (بیضاوی جلد ۱ ص ۲۸) دوسرے افراد کو شامل ہے۔
علامہ سلیمان الجمل فرماتے ہیں۔

وهو عام فی الاذکار من قرائۃ القرآن | یہ آیت اذکار قرائۃ دعا، تسبیح، تہلیل
والدعاء والتسبیح والتہلیل وغیرہ ذالک | اور ذکر کے دوسرے افراد کو شامل
ہے۔ (حکمی جمل جلد ۲ ص ۲۲)

شیخ احمد الصادق المالکی تحریر فرماتے ہیں۔

ای باری نوع من انواع الذکر کا تسبیح | ذکر عام ہے خواہ کسی قسم سے ہر تسبیح
والتہلیل والدعاء والعزاک | تہلیل دعا قرآن یا دوسرے افراد۔
غیر ذالک (صادق جلد ۲ ص ۱۰۷)

اور علامہ جبریل الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عام فی الاذکار من قرائۃ القرآن | یہ آیت اذکار قرائۃ قرآن دعا تسبیح
والدعاء والتسبیح والتہلیل وغیرہ | تہلیل اور ذکر کے دوسرے افراد کو
ذالک۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۲۸) عام ہے۔

علامہ ابوالسیر السبکی الشافعی فرماتے ہیں۔

وهو عام فی الاذکار | یہ آیت ذکر کے تمام افراد کو شامل ہے۔

(ابو سیر علی ما مش النازن جلد ۳ ص ۵۶۳)

اور علامہ سیر کے مقتدا نواب صدیق حسن بھوپالی بخت ہیں۔

المیراد بالذکر ضماً هو اعم من القرآن | اس آیت میں ذکر سے مراد اس سے عام
وغیرہ من الاذکار (القی یذکر اللہ سبحاناً | جیسے کہ وہ قرآن ہر اذکار ہوں یا اس کے

(فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲) ملاوہ دوسرے افراد۔

فاخر عینے کو ۴۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حنفی شافعی مالکی مسک کے تمام
اجلہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے عام ذکر مراد ہے اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ
ولابیہ کے مقتدا نواب صدیق حسن بھوپالی کا بھی یہی مختار ہے۔ یہ ہے کہ نواب حسنا
کے ماننے والے بھی ان کی تفسیر کو دستورالسمجھ کر اس سے پرہیز کر رہے ہیں۔ میں مبتدعین
کی پوری جماعت کو حلیج کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم سے کوئی صاف اور صریح آیت
پیش کریں جس کا مفاد یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ مساجد میں ذکر بالظہر کرنا حرام ہے
لیکن آیت اس مفہوم میں قطعی الدلائل اور صریح ہوئیں کہتا ہوں۔ اور ہم کہتے
ہیں کا اچھا پیچ نہ ہو۔ انشاء اللہ مبتدعین کی پوری جماعت قیامت تک نہ کوئی
ایسی آیت پیش کر سکتی ہے نہ ایسی کوئی صریح حدیث لا سکتی ہے۔ فاقوا بواحدکم
ان کتھم صیاد قیث

نہ خیر اٹھے گا نہ تواران سے یہ بازو میرے اڑائے ہوئے ہیں
ثانیاً بعض مفسرین نے اس آیت میں تخصیص بھی کی ہے لیکن وہ تخصیص قرآن کے
سابقہ ہے مثلاً زرع فیہ اذکار کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے علامہ خازن
سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔
قال ابن عباس یعنی بالذکر القرآن | ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس
فی الصلاة۔ آیت میں ذکر سے مراد نماز میں قسرا
(تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۶) پڑھنا ہے۔

اور مبتدعین ولابیہ کے مقتدا نواب صدیق حسن بھوپالی بھی کہتے ہیں۔
قبیل ہوئی خاص بالقرآن | اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ آیت قرآن کے ساتھ
(فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲) خاص ہے۔

تاریخ کرام غور فرمائیں کہ سید المفسرین حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت
ذکر قرآن کے ساتھ خاص ہے اور نواب صاحب بھی دوسرے مرتبہ میں اسی تفسیر کو

ذکر کرتے ہیں۔ مہتممین سے گزارش ہے کہ اگر یہ آیت جبر کے منافی ہے تو آپ اعلان کیوں نہیں کر دیتے کہ جبری نمازوں میں قرآن کا جبر کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے۔ نمازوں میں افعال بدعیہ کا ارتکاب کر کے کیوں لوگوں کی نمازیں خراب کر رہے ہیں۔ مثلاً اگر اس آیت میں ذکر کو ذکر متنازع فیہ پر بھی محمول کیا جائے تب بھی یہ آیت ذکر جبر متوسطہ کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

المواد مشہور ان یقع ذالک بحیث یکون متوسطاً بین الجہر والختافۃ کما قال فیہ
ولا تجہر بصلواتک ولا تخافت بها
وابتغ بین ذالک سبیلاً۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ذکر و سبوحہ رومی میں کیا جائے جس طرح اللہ فرماتا ہے نماز میں جہر کرو نہ اخفا کرو اور درمیانہ رومی کو تلاش کرو۔

تفسیر صبیح جلد ۳ ص ۳۴۳

امام رازی کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی یہ تفسیر کی ہے۔ عزالت کی وجہ سے ہم نے دیگر مفسرین کی عبارات کو ذکر نہیں کیا اور اس تفسیر کا مفاد یہ ہے ذکر میں جبر کی بھی اسی طرح ہے جس طرح نماز میں جبر کی بھی ہے اور نماز میں جبر کی بھی علی الاطلاق نہیں ہے بعض اوقات میں ہے چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

ولا تجہر بصلواتک کلہا ولا تخافت
بہا کلہا وابتغ بین ذالک سبیلاً
بان تجہر بصلوة اللیل تخافت
بصلوة النہاس۔ جلد ۵ ص ۵۵۵

نکل نمازوں میں جہر کرو اور نہ کل نمازوں میں اخفاء کرو اور درمیانہ رومی کو تلاش کرو یعنی دن کی نمازوں میں اخفاء اور رات کی نمازوں میں جہر کرو۔

پس ظاہر ہوا کہ بعض اوقات ذکر بالجہر مستحب ہے اور بعض اوقات ذکر بالسر مستحب۔ یہاں پر یہ وہم نہ ہو کہ نماز میں تو دن میں اخفاء واجب ہے اور لیلہ و دن میں ذکر بالسر واجب ہو نا چاہیے۔ کیونکہ متنازع فیہ ذکر سرت سے واجب ہی نہیں مستحب ہے لہذا بعض اوقات میں جہر مستحب قرار پائے گا اور بعض میں سر۔ اور یہ وہم بھی کھڑا نہیں رکھتا کہ تشبیہ کا مفاد یہ ہے کہ دن میں اخفاء مستحب ہو اور رات میں جہر

کیونکہ وقتاً تو اہل علم پر سختی نہیں کرتے شریعہ صحیح اوصاف میں نہیں ہوا کرتی۔ ثانیاً یہ کہ نماز کے لئے تو دن میں اختفاء اور رات میں جہر کی تعیین شارع علیہ السلام نے کی ہے اور ذکر کو شارع علیہ السلام نے اپنے اطلاق اور عموم پر رکھا ہے۔ فلہذا اطلاق پر ہی رکھا جائے گا ہم آیات، احادیث اور اقوال سلف سے جہر متوسط کا ہوازا اور استحسان پیش کر چکے ہیں۔

اور یہ آیت جہر مفرد اور جہر بلیغ پر محمول ہے یعنی حد سے زیادہ چلا کر بے اعتدالی سے اللہ کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ اتباع دیوبند اور اذنا ب محمد بن عبدالوہاب کے پیشوا اور ابن تیمیہ کی شریعت کے ناقوس اعظم حافظ ابن کثیر بھی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

مستحب ان یكون الذکر لا یكون مداً | مستحب یہ ہے کہ ذکر نہ تو بطریق تدا ہو اور وجہراً بلیغاً۔ جلد ۳ ص ۲۸۴

نہ ہی جہر بلیغ سے ہو۔

حافظ ابن کثیر کی اس تفسیر سے ظاہر ہو کہ اس آیت میں نفس جہر کی جہی نہیں ہے بلکہ جہر بلیغ اور جہر مفرد کی نفی ہے اور اگر کوئی شخص جہر بلیغ کے ساتھ بھی ذکر کرے تو وہ صرف مستحب کے خلاف ہو گا نہ کہ بدعت اور حرام جیسا کہ عام طور پر متدینین دیوبند اور علماء کا شعار ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ جہر متوسط کے ساتھ ذکر کیا جائے اور یہی بات ہم کہتے چاہتے ہیں۔

اب اس آیت کے تحت متدینین دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی حسینی توبہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

”حاصل او بگایہ ہے کہ دل اور ہیئت میں تدلی اور تنوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرد نہ ہو تو بالکل آہستہ یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو“ دلی ما مش القرآن ص ۱۱۱ مطبوعہ تاج کمپنی علی مدعی لکھ پو بھاری ہے گوکہ ہی تیری

آئید ہے کہ متدینین دیوبند اور کسی ک نہ سہی اپنے حکیم الامت کی لاج رکھیں گے اور اس آیت سے ذکر بالجہر کے عدم جواز پر استدلال کرنا چھوڑ دیں گے۔

مزید برآں یہ کہ مصنف دیوبند کے سنی مولوی رشید احمد ننگوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ دون الجہر جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱۳)

نفی جہر کی دوسری دلیل اور اس کا حشر

ذکر باہر کی نفی پر بے شک قرآن کریم سے دوسری دلیل یہ لاتے ہیں۔
 اَدْعُوا إِلَىٰ مَن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ وَخُضِّبَ لَكُمْ دُعَاؤُكُمْ بِرَبِّ عَاجِزٍ مِنْهُ أَدْعَاؤُكُمْ بِرَبِّ عَاجِزٍ مِنْهُ
 مولوی سرفراز صاحب لکھنؤوی فاضل دیوبند اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اس
 آیت کریمہ میں ذکر اور دعا کرنے کے لئے دو تئیں لگائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر اور دعا
 نہایت اخلاص عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہو اور دوسری یہ کہ آہستہ اور چپکے ہو۔
 انتہی (جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

علامہ کی عبادات میں تو آپ کثرتِ بیعت کرتے تھے اب خیر سے قرآن میں بھی تحریف
 شروع کر دی۔ بتلائیے سرفراز صاحب قرآن کریم کی اس آیت میں دو کون
 کا ترجمہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس آیت میں دعا مانگنے کا طریقہ بتلایا ہے اور دعا کا ترجمہ
 دعا مانگنا آپ نے اس میں ذکر کا چور دروازہ کیسے اور کس قاعدہ کے تحت تلاش کر لیا اور آپ
 کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ آپ اللہ کے کلام میں اپنی جوس اور من مانی بیعت کی گنجائش
 نکال لیں اس آیت کے تحت لکھتے وقت اگر اور کچھ میسر نہیں تھا تو اپنے حکم الامت کا ترجمہ
 ہی دیکھ لیا ہوتا جو لکھتے ہیں۔

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تو نازل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ (انتہی)
 (مطبوعہ تاج کمپنی)

نفی جہر پر تیسری دلیل اور اس کا حساب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَارْتَحِبْهُ رَبًّا لِقَوْلِ قَاتِلَةٍ يُعَسِّرُ
 الِيسْرَ وَآخِضًا۔

اور اللہ کے حکم کی شان یہ ہے کہ اگر تم پکارو کہ بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات

کو اور اس سے بھی زیادہ مضی بات کو جانتے ہیں۔

اور یہ آیت بھی ذکر متنازع فیہ کے خلاف نہیں ہے۔ مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جہر بالذکر اس عقیدہ سے نہ کہ رو کہ اللہ تعالیٰ بغیر جہر کے نہیں سُنتا۔ کیونکہ یہ عقیدہ کفر ہے۔ ہاں دوسری اغراض صحیحہ کے لئے جہر کیا جائے تو جائز مستحسن اور مطلوب ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

قلیلما لعباد ان الجهر لیکن لا یستماع
الله تعالیٰ و انما یسمو لیخبر من آخر۔
(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵)

اور علامہ ابوسعود فرماتے ہیں۔
اشارۃ للعباد ان الجهر لیکن
لا یستماع من سبھا کما یل یضوئ
آخر من یضوئ النفس بالذکر و
تشیبہا منہا و شیبھا من لا شیغال
بغیرہ و قطع التوسسہ عنہا۔
(تفسیر ابوسعود علی ہاشم الکبیر
جلد ۱ ص ۱۴)

اور شیخ سلیمان جیل فرماتے ہیں۔
القصود من هذا النبی انما انضی
عن الجهر لقوله و اذکر ربک فی
نفسک الا یہ و قد اشار لهذا بقوله
فلا یجوز نفسک بالجهر و اما ارشاد
للعباد ان الجهر لیکن لا یستماع
من آخر یخبر من آخر و دفع

اس آیت کا مقصد یہ تو یہ ہے کہ جہر میں مشقت
نہ اٹھائی جائے جیسا کہ و اذکر ربک
فی نفسک کا مفاد ہے اور پابندیوں کو اس
طرف رہنائی کرنی ہے کہ اللہ کو سننے کی
غرض سے جہر نہ کیا جائے بلکہ کسی اور غرض
کی بنا پر مثلاً حسن و قبح اور دفع و وسوسہ

(الشواغل والوسوسات جلد ۳ ص ۸۶) کے لئے۔

اور عارف صادی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المقصود منہ النہی عن الجہر بغیر
امر شرعی کا نہ یقول ان الذکر
غی عن الجہر فلا تجہر ففسک
میں فالجہر بالذکر والدعاء اور
الغیر بقصد إسماع اللہ تعالیٰ اما جہل
او کفر و اما لغرض آخر کا و شکوہ الباطن
و خصوصاً القلب و دفع الشواغل
والوسوسات فهو المطلوب۔

اس آیت سے غیر شرعی امر میں جہر کو منع
کرنا مقصود ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ تم جہر کے ذریعہ سے اپنے آپ کو
مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ میں اس کے بغیر
بھی سنا ہوں پس اس کو سننے کی غرض
سے جہر کرنا جہل ہے یا کفر اور دوسری
اغراض کے لئے جہر کرنا مثلاً حضور قلب
یا دفع وسوساں کے لئے عین مطلوب ہے۔

(تفسیر صادی جلد ۳ ص ۸۶)

اور متبعین دہلیہ کے مقتدا اعظم نواب مدنی حسن خان بمبویا ل اس آیت کے
تحت لکھتے ہیں۔

و فی آیت تینیں علی ان شرع
الذکر والدعاء والجہر فیہما
یس لا اعلام اللہ تعالیٰ واسماعی
بل لغرض آخر کتصویر النفس
بالذکر ورسوخ فیہا و دفع
الشواغل والوسوسات ومنعہما
عن الاشتغال بغيرہ۔

اس آیت شریفین اس امر پر تنبیہ ہے کہ
ذکر اور دعائیں جہری مشروعیت اللہ تعالیٰ
کو خبر دینے اور سننے کی غرض سے ہمیں ہے
بلکہ اور اغراض کے لئے ہے مثلاً ذکر کو نفس
میں ثابت اور راسخ کرنے کے لئے اور
اس سے وسوساں کو دور کرنے کے لئے
فریاد و زاری سے اس کا غور توڑنے
کے لئے اور اسے دوسرے اشتغال سے
روکنے کے لئے۔

(فتح البیان

جلد ۶ ص ۵۳)

ناظرین کرام آپ ان کثیر حوالوں سے آگاہ ہوئے لیکن ہمارا اس بقعہ ایک

ایسی جماعت کے ساتھ ہے جو گمراہ چہرے کے علاوہ ابن ہشام کی طرح ضد ہی بھی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے ضروری ہوگا کہ مسئلہ کی تفتیح کے لئے اس کے ہر پہلو کو ٹھوس دلائل سے مزین اور خصم کے مسلم حوالہ جات سے مبرہن کر دیا جائے اور اگر منکرین اور معاندین کو کچھ بھی ہدایت حاصل نہ ہو تو ان کی شہادت کو سعادت سے بدل دینا بہر حال ہماری تحریر کے اختیار سے باہر ہے۔ بطور بالا میں ہم نے تفاسیر سے جو بکثرت حوالے پیش کئے ہیں ان سے جہاں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نبی جبر کا حمل کیا ہے وہاں ناظرین کرام پر یہ بھی روشنی ہو گیا ہوگا کہ حنفی، شافعی، مالکی، اہل نظر اور تقریباً ہر مسلک کے علماء اعراض صحیح کی بنا پر جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنے کو جائز مشروع اور مستحب قرار دیتے ہیں۔ واللہ الحمد علی ذلک

احادیث سے ذکر بالجہر کے خلاف استدلال

مولوی سرفراز صاحب لکھنؤی ذکر بالجہر کی نفی پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے ایک موقع پر بلند آواز سے ذکر کیا تو آپ نے ان کو منع کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

ایہذا الناس اذ یعلموا علی انفسکم انکم لیس تدعون اہم دلائلاً انکم تلعنوا سمیعاً خریباً وہو	اے لوگو! اپنی جان پر زہری کرو تم اس بات کو نہیں پہنکاتے سہو جہری اور غائب ہے تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکارتے
---	--

لے اس حدیث سے استدلال کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانی دیوبندی کی ذیلانی سنئے۔

حدیث کا جواب لمعات میں اس طرح دیا ہے

المنع من الجہر لیسو والافاق لان یکون الجہر غیر مشروع اشقی فما وئی امداد یہ جہر چہارہ ص جہتہ	نرمی اور آسانی کے پھرش نظر جہر سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ جہر ناجائز ہے۔ شرق لاہوری
--	---

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
 دلا سنت ص ۱۶۴

الجواب - اولاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمانِ مبارک کو بھی نہ تو مطلقاً
 جہر کی ضمانت فرمائی ہے اور نہ جہر متوسط کی (وہو ادعیٰ ضعیفہ الیقین) بلکہ اس فرق
 سے جہر مفرد کی بھی فرمائی ہے چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں قال علیہ السلام
 اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے۔ رفیق کو فرمایا ہے مگر پھاڑنے
 سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث بہت جزائر پر دال ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ
 اعلم رشید احمد گنگوہی۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱۳)۔ ثانیاً چونکہ دوسرے
 دلائل سے جہر متوسط ثابت ہے۔ لہذا اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جہر کے ذریعہ اپنے
 آپ کو مشقت اور ہلاکت میں نہ ڈالو جیسا کہ ادبوعالیٰ انفسکم اس پر قرینہ ہے۔
 ثالثاً اس طرح جہر نہ کرو جیسے کوئی بہرے سے گنگوہی کرتے وقت جہر کرتا ہے اور اس پر
 انکم لا تدعون احم قرینہ ہے۔ ثانیاً۔ اس طرح جہر نہ کرو جیسے کوئی تم شہ
 شخص کو ڈھونڈنے کے لئے پکارتا ہے اور چلاتا ہے اور اس پر ولا غائباً قرینہ ہے۔
 خامساً اس طرح جہر نہ کرو جس سے یہ معلوم ہو کہ تم اللہ کے سناتے کے لئے جہر کر رہے
 ہو اور تمہارے چلائے بغیر وہ سن نہیں سکتا۔ اس پر انکم لا تدعون سمیعاً قرینہ
 ہے۔ سادساً۔ اس طرح سے جہر نہ کرو جس سے یہ ظاہر ہو کہ خدا تم سے دُور ہے اور
 تم جتنا کہ دُور اپنی آواز پہنچا رہے ہو اور اس پر قریناً وہو معکم قرینہ ہے۔
 سابعاً۔ یہ فرمان اس صورت پر محمول ہے کہ جب جہر سے کوئی دینی منزل لاحق ہو چنانچہ
 علماء کرام نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر اس فرمان
 کے ذریعہ جہر سے روکا تھا تاکہ مسلمانوں کی آواز سن کر کفار کو ان کے مقام اور موجودگی
 کا علم نہ ہو جائے۔

قارئین کرام۔ آپ نے غور فرمایا کہ خود تن شریف میں اس امر پر واضح قرآن
 پائے جاتے ہیں کہ اس فرمان میں مطلقاً جہر کی نہیں ہے لیکن بڑا بہرہ تعصب اور عناد کا کہ

وہ کچھ سمجھنے نہیں دیتا۔ آئیے اب ہم آپ کے سامنے مستند علماء کرام کا وہ کلام پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اس حدیث کے تحت پیش فرمایا ہے دیکھئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے مردمان نرمی دہان فی کفیر نفسا
خود ذیرا کہ شانے خواسید کرو غائب
رامضون اور اجوادالت وارو کہ منع
از جہت شفقت امت نہ از جہت
عدم جواز تحقیق جہر کردہ است بذکار
و ادعیہ و رسا طین کثیرہ چنانکہ در
حفر خندق و حمل سنگ و خشت
برائے مسجد و جزاں و ہم چنین آمدہ
است از سلف صحابہ و من بعد ہم
و ہمہ اینہا ولالت وارو بر جواز جہر و
اجتماع برائے ذکر۔
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۱۴۵)

یعنی اے لوگو اپنے نفس پر آسانی کرو کیونکہ تم کسی بہرے غائب کو نہیں پکارتے۔
اس معنوں سے یہ چلتا ہے کہ حضور کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا نہ اس وجہ سے کہ جہر جائز نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر مقامات پر اذکار اور دعاؤں میں جہر کیا ہے جیسا کہ خندق کھودنے کے موقع پر مسجد کے لئے اینٹ اور پتھر اٹھاتے وقت اور اسلاف صحابہ و تابعین سے بھی جہر منقول ہے اور یہ تمام امور جہر کے جواز اور ذکر کے لئے اجتماع کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی امام ہزازی سے نقل فرماتے ہیں۔

قال ابوہزازی و عاروی فی الصحیح
علیہ السلام قال لو ارضی
أصواتہم بالتکبیر أدرجوا
علیٰ أفضحکم انکم لمن تدعوا
اھم ولا غائباً انکم تدعون
سمیعاً بصیراً قریباً انہ معکم
الحدیث یحتمل انہ لم یکن الرفع

امام ہزازی نے فرمایا کہ وہ جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے تکبیر کہنے والوں کو فرمایا اپنے اندر نرمی کرو کیونکہ نہ تم بہرے کو پکارتے ہو اور نہ غائب کو بلکہ تم اس کو پکارتے ہو جو سب سمیع و بصیر اور تمہارے قریب اور تمہارے ساتھ ہے اور یہ فرمان اس سب سے پر محمول ہے کہ آواز بلند کرنے میں کوئی

مصلحت نہ ہو کہ نہ تحقیق روایت کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ایک جنگ کے موقعہ پر ہے اور شاید کہ آواز کا اُدھان کرنا کسی مصیبت کوئے آتا اور جنگ ایک دھوکا ہے۔ اسی وجہ سے جنگ میں گھنٹی بجانے سے روکا ہے اور ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا بھڑال جائز ہے جیسا کہ اذان خطبہ بعد اور حج کے طریقوں سے ظاہر ہے

مصلحة فقد روي انه كان في غزاة ولعل رفع الصوت يجزئ ولا يجوز بحدیثه وللهذا نهى عن الجرس في المعازي واما رفع الصوت بالذکر فجائز كما في الاذان والخطبة والجمعة والحج۔

(شامی جلد ۵ صفحہ ۵۲)

عبداللہ بن مسعود اور ذکر بالجہر

مبتدعین ویربند عوام اور مولوی سرفراز صاحب لکھنؤی خصوصاً اس پرندہ ریت ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ذکر بالجہر کے مخالفت تھے اور اسے بدعت قرار دیتے تھے چنانچہ مولوی سرفراز صاحب نے مختلف کتابوں سے چُن چُن کر اس روایت کے حوالے تلاش کر کے انہیں راہِ سنت کے اوراق میں جڑ دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذکر بالجہر کو بدعت قرار دینے کے لئے انہیں کوئی گراں قدر سوغات حاصل ہو گئی ہے اور اس سوغات کو انہوں نے حسبِ عادات اسرائیلی طریقے سے پیش کیا ہے اور کتابوں کے مفہوم بدل کر اُردو مفاد و عبارات کو ترک کر کے فطری جرمانہ خیانت کا شرمناک مظاہرہ کیلئے۔ ہم آپ کے سامنے اس خیانت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں۔

قیاس کن زنگستان من بہار مرا

ملاحظہ فرمائیے سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

مشہور علامہ محمد ابن محمد الخوارزمی المشہور بزازی الحنفی المتوفی ۷۲۲ھ

صاحب بزازیر جہولہ ذکر کا مسئلہ نقل کرتے ہیں۔

عن ننادی انفاضی انہ حرام لما صح قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ

کہ جہر سے فکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت
عبداللہ ابن مسعود سے صحیح روایت کے
ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے
ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے
نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت صلی
علیہ وسلم پر درود و تشریف پڑھتی تھیں
اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

عن ابن مسعود اذ اخرج
جماعتاً من المسجد يهللون
ويصلون على النبي صلى الله
عليه وسلم جهرًا أو
قال لهم ما اراكم الا
مبتدعين۔

(شامی جلد ۵ - صفحہ ۳۵)

را لا سخت ۱۲۱

مولوی سرفراز صاحب نے شامی جلد ۵ صفحہ ۳۵ سے صاحب بزازیہ کا یہ کلام
نقل کیا ہے اور اس عبارت کے متصل جو پہلی اور بعد کی عبارت تھی اسے دیوالی کی
پوریاں سمجھ کر ہضم کر گئے۔ اب ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت پیش کرتے
ہیں آپ اسے پڑھیے اور سرفراز صاحب کی اسرائیلی خیانت کی داد دیجئے۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب بزازیہ کے کلام
میں سخت اضطراب ہے پس اولاً انہوں نے
فتاویٰ قاضی خاں سے یہ نقل کیا کہ ذکر
بالجہر حرام ہے کیونکہ صحیح روایت سے
ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
تعالیٰ عنہ نے ایک جماعت کو مسجد سے
اس لئے نکال دیا کہ بلند آواز سے گمہ اور
درود و تشریف پڑھتے تھے اور فرمایا کہ
میں تمہیں بدعتی ہی گمان کرتا ہوں پھر اس
کے بعد صاحب بزازیہ نے کہا اور صحیح
روایت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام

اقول اضطرب كلامهم اذ يذيعون فقل
اولاً عن فتاوى القاضى ابن حرام
مطابق عن ابن مسعود اذ اخرج
جماعة من المسجد يهللون و
يصلون على النبي صلى الله عليه
وسلم جهرًا أو قال لهم ما اراكم
الا مبتدعين ثم قال البزازي
وما روى في الصحيح انه عليه
السلام قال لراضى اصواتهم
بالكبير اربعوا على انفسكم
انكم لن تدعوا احم ولا غائبًا

نے ان صحابہ سے فرمایا جو بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے۔ اپنے آپ پر نرمی کر دو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم سیمیع اور بصیر اور قریب کو پکار رہے ہو۔ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام نے جہر سے اس لئے روکا ہو کہ اس وقت جہر میں کوئی مصلحت نہ ہو کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضور نے جنگ کے موقعہ پر فرمایا تھا اور شاید کہ بلند آواز سے ذکر کرنا کسی معیبت کا پیش خیمہ بن جاتا اور جنگ ایک دھوکا ہے اسی وجہ سے جنگ میں گھنٹی بجانے سے روکا ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا بہر حال جائز ہے جس طرح افان جمعہ خطبہ اور حج میں ہے۔ و بڑا ذیہ کا کلام ختم ہوا اور اس مسئلہ کو علامہ خیر الدین دہلی نے فتاویٰ خیریین میں بیان کیا اور فرمایا کہ فتاویٰ قاضی خان میں جس ذکر بالجہر کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ وہ ذکر بالجہر ہے جو بہرہ منہ پر مشتمل ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ ایسی احادیث بھی ثابت ہیں جو جہر کا اقتضا کرتی ہیں اور وہ احادیث بھی ہیں جو جہر کا اقتضا کرتی ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ جہر اور سر اختلاف اشخاص۔

انکم تدعون سميعا بصيرا
قريباً انه معكم الحديث
يَحْتَقِلُ اِنَّه لَمَّا يَكُنِ لِلرَّوْحِ
مَصْلَحَةً فَقَدْ رَوَى اِنَّه كَانَ
فِي غَزَاةٍ وَلَعَلَّ رَفْعَ الصَّوْتِ
يَجْرِبُ بِلَاءَ وَالْحَرْبِ خَدَعَةً
وَلِهَذَا اَنْهَى عَنِ الْجَهْرِ
فِي الْمَغَازِي وَامَّا رَفْعُ الصَّوْتِ
بِالذِّكْرِ فَجَائِزٌ كَمَا فِي الْاَذَانِ
وَالْمُخْطَبَةِ وَالْمَجْمَعَةِ وَالْمَجْمَعِ
وَقَدْ وَرَدَ الْمُسْتَلْتَمَةُ فِي الْخَيْرِ
وَحَمِلَ مَا فِي فَتَاوَى الْقَاضِي
عَلَى الْجَهْرِ الْمَضْرُوقِ قَالَ اِنَّ هُنَاكَ احَادِيثَ
اِفْتَقَتْ طَلِبَ الْجَهْرِ وَلَعَادِيثَ طَلِبَ
الْاَسْرَارِ وَالْمَجْمَعِ بَيْنَهُمَا بَانَ ذَالِكَ عَيْنًا
بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَالْاَحْوَالِ فَالْاَسْرَارُ
افْضَلُ حَيْثُ خِيفَ الْاَرِيَاءُ اَوْ تَأْمَنَى الْمَصْلُوحُ
رَأْيُ الْاَنْيَامِ وَالْمَجْمَعُ اَفْضَلُ حَيْثُ
خَلَا صَمًا ذَكَرْتُ اَكْثَرَ
عَمَلًا وَلَتَعْدَى قَائِدَتِي اَتَى
السَّامِعِينَ وَيُوقِظُ قُلُوبَ
الَّذِي اَكْرَفِي جَمِيعِ هَمِّهِ اِلَى الْفَكْرِ
وَيُصَوِّفُ سَمْعَهُ وَيَطْوِي النُّومَ

و مزید اضطراب۔

اور اوقات سے مختلف ہوتا ہے پس جب
دیا کا خوف ہو یا نہ اور نیکو نسل کا
اندیشہ ہو تو ترافضل ہے اور جب یہ خوف
نہ ہو تو جہر افضل ہے کیونکہ اس کا فائدہ سائین
کو پہنچتا ہے اور یہ ذکر کے قب کو سیدار رکھتا
ہے اور اس کے ذہن کو فکر کی طرف اور سعادت
کو ذکر کی طرف راہنہ کرتا ہے اور نیکو کو ذکر
کو رکھتا ہے اور اس کے سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

(شامی جلد ۵ ص ۳۵)

قارئین کرام یہ شامی کی جلد ۵ ص ۳۵ کی مکمل عبارت ہے جس کو صرف از صاحب نے
ذکر بالجہر کے حرام اور بدعت ہونے کے ثبوت میں پیش کیا تھا اور اقل آخر سے عبارت کو
حذف کر کے مطلب ہمارے کی سعی معلوم کی تھی۔ نہ معلوم صرف از صاحب نے یہ کیونکر باور
کر لیا تھا کہ ان کی اس تحریف پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے گا اور شامی کے مصنفات تک کسی کو
رسائی نہ ہوگی کیونکہ فتاویٰ شامی کوئی ایسی نایاب کتاب تو نہیں ہے کہ کسی کے ہاتھ نہ
آسکے بہر حال اس پوری عبارت کے سامنے آجانے سے یہ واضح ہو گیا کہ فتاویٰ بڑا نہ یہ
فتاویٰ خیر، فتاویٰ شامی کے نزدیک بالاتفاق ذکر بالجہر جائز ہے۔ دیا اور تادی مصلین
کا خوف نہ ہو تو ذکر بالجہر ذکر بالہر سے افضل ہے۔ شامی کی عبارت کے فوائد ملاحظہ
فرمائیے۔

۱۔ صاحب بزازیر کا کلام ذکر بالجہر کے بارے میں بظاہر مضطرب ہے لیکن حقیقت میں
کوئی اضطراب نہیں۔ کیونکہ وہ ذکر بالجہر کو اس وقت منع کرتے ہیں جب اس میں کوئی
مصلحت نہ ہو اور جب اس میں مصلحت ہو تو قہر جائز ہے۔

۲۔ فتاویٰ قاضی خان نے جس ذکر بالجہر کو حرام کہا اور ابن مسعود نے جس ذکر بالجہر
کو بدعت قرار دیا ہو یہ وہ ذکر بالجہر ہے جو دیا کا رکھنے کے لئے کیا جائے۔

۳۔ ذکر بالجہر ہر حال جائز اور ثابت ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں غم مقب

ہے اور بعض صورتوں میں جہر مستحب ہے۔ مولوی سرفراز صاحب کی حیثیت ظاہر کرنے کے بعد اب ہم جہر حضرت عبداللہ ابن مسعود کے اس فرمان کی طرف توجہ دیتے ہیں جس میں انہوں نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو یہ عقی قرار دیا پس اس کے جواب میں گزاش ہے کہ جب کتاب اور سنت عملی صحابہ و تابعین سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہو چکا تو حضرت ابی مسعود کا یہ فرمان لا محالہ اصل تاویل میں قرار پائے گا اور بہترین تاویل وہ ہے جس کو علامہ خیر الدین زلی نے بیان فرمایا کہ ان لوگوں کا جہر جہر تھا۔ یعنی وہ ریا کاری سے جہر کر رہے تھے۔ ثانیاً یہ جہر جہر مقرر تھا۔ اسی وجہ سے ابی مسعود نے انہیں جہر سے نکال دیا۔

ثالثاً۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے۔

عن ابی واثل انه قال هؤلاء الذين	ابی واثل سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا
يُزعمون انهم يحبون الله	یہ لوگ عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں
مسعوداً كانت ينهى من	گمان کرتے ہیں کہ وہ ذکر سے روکتے ہیں
الذكر ما جاء ليسته مجلساً	حالانکہ میں نے ان کے ساتھ کسی مجلس میں
الا ذكر الله اى جهر	شرکت نہیں کی گروہ اس مجلس میں ذکر
فيه	بالجہر کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کی اس صحیح روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی طرف انکار جہر کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔ فليخذ المتدين من ذلك بنياً دہی ختم ہو گئی جس پر انہوں نے انکار جہر کا محل تعمیر کیا تھا۔ ملاحظہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر ثابت ہو چکا اور یہ حدیث موقوف ہے (اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تعارض کے وقت مرفوع حدیث موقوف پر راجح اور مقدم ہوتی ہے۔ فليخذ الاستدلال عن اصلہ۔

امام ابو حنیفہ اور جہر بالتکبیر

امام ابو حنیفہ (اور صاحبین) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عید کی

تکلیفات میں اختلاف بڑا مشہور ہے اور فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔
امام صاحب فرماتے ہیں عیدین کی تکلیفات کو سرگچے اور صاحبین کہتے ہیں کہ تکلیفات کو تبراً
کہے۔ سرفراز صاحب نے کبریٰ نے نام صاحب کی دلیل نقل کر کے اس پر گروہ لگا دی
لیکن حسب عادت سابق و سابق کو صاف مبہم کر گئے لیجئے پہلے آپ سرفراز صاحب کا کلام
ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں۔

اور علامہ صلی حنفی لکھتے ہیں۔

ولا في حيفنة ان رفع الصوت	حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے
بالذكر مبدعة مخالف للاعر	ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس
في قولن تعالی ادعوا ربكم	ارشاد کے خلاف کہ تم اپنے رب کو عاجزی
الایست۔ (دیکھو ص ۵۶)	اور نیچے سے پکارو۔

اس عبارت سے بھراٹ معلوم ہوا کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا امام صاحب کے نزدیک
اعتبر کے مذکورہ ارشاد کے خلاف بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔ فریق مخالف کی قسم ظریفی حاشہ
ہو کہ وہ ذکر بالآخر نہ کرنے والوں کو دینی کہتا ہے فکر بالجہر کو اہل سنت کی علامت قرار
دیتا ہے۔ (راہ سنت ص ۱۶)

ادلاً گزارش یہ ہے کہ عید الفطر کے موقع پر امام صاحب کا ذکر بالجہر کو بدعت قرار
دینا استصحاب جہر کے عموم و اطلاق کے ضافی نہیں ہے۔ چنانچہ عید الفطر کے موقع پر امام صاحب
مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ امام صاحب نے جہر کو بدعت اس موقع پر فرمایا یا نہیں
ذکر کا موقع ہے اور آپ سے علیہ الصلوٰۃ و سلم جہر ثابت نہیں جیسا عید الفطر کی نماز کو
جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر ہر طرح درست ہے فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱)

اور ثانیاً معروض ہے کہ سرفراز صاحب نے جس کبریٰ کے صفحے سے یہ عبارت نقل کی
ہے اس سے متصل پہلے اور بعد کی عبارت کو چھوڑ دیا۔ ہم تائید کی علامت میں پہلے وہ عبارت
پیش کرتے ہیں جو اس سے پہلے کی ہے۔

و یستحب التکبیر وجہراً فی
طریق المعنی یوم الاضحی
اتفاقاً للجماع و اما یوم الفطر
فقال ابو حنیفہ لا یجہر بہ
وقال یجہر و عن ابی
حنیفۃ کقولہما۔

عید اضحی کے دن عید گاہ کے راستے میں بلند
آواز سے تکبیر کہنا بالاتفاق یعنی امام اور
صحابین کا اتفاق ہے، جائز ہے اور
عید الفطر کے دن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ جہراً کیا جائے اور صاحبین نے
فرمایا کہ چہرہ پر کیا جائے گا اور ابو حنیفہ سے
ایک روایت صاحبین کی طرح ہے یعنی
عید الفطر کو بھی جہراً کیا جائے۔

سرفراز صاحب نے تکبیر کی اس عبارت کو کیوں چھوڑ دیا کیا یہ بات اب بھی محتاج
بیان رہ جاتی ہے۔ دراصل سرفراز صاحب کو محاسبہ کا خوف تھا۔ دیکھتے
تھے اگر اس عبارت کو ذکر کر دیا تو جان نہیں چھوٹے گی اور متقابل کا احتساب ان کا
سادا بھرم گھول کر رکھ دے گا۔ اس سے پہلے کہ ہم سرفراز صاحب کا محاسبہ کریں
چند مزید حوالے اوقام کرتے ہیں تاکہ یہ بات مزید محکم ہو جائے کہ عید اضحیٰ کو راستے میں
بلند آواز سے تکبیر کہنا بالاتفاق مستحب ہے اور عید الفطر میں اختلاف ہے لیکن ایک
روایت امام صاحب سے یہ بھی ہے کہ عید الفطر کو بھی جہراً تکبیر کیا جائے۔ ملاحظہ
ہو علامہ علاؤ الدین الحسینی الحنفی در مختار میں فرماتے ہیں۔

وقال المجہر بہ سنت
کالاضحی وہی رواہ
عنی۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ عید الفطر کو جہراً
باتکبیر سنت ہے عید الاضحیٰ کی طرح اور
امام صاحب سے بھی یہ ایک روایت ہے۔

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب بلند آواز سے ذکر کرنا امام صاحب کے
نزدیک بدعت ہے تو بتائیے کہ صاحبین امام صاحب کے نزدیک بدعتی ہوئے یا
نہیں جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں جہراً تکبیر کا حکم کرتے ہیں۔ ثانیاً۔ خود
امام صاحب عید الاضحیٰ میں جہراً تکبیر کا حکم کرتے ہیں۔ بتائیے اب وہ خود بدعتی

ہوئے یا نہیں۔ ثالثاً۔ عید الفطر کے بارے میں بھی امام صاحب سے جہر بائکبیر کی روایت ہے۔ اب بتلائیے کہ وہ بدعتی ہو گئے یا جہیں۔ رابعاً علیہ لافضی کو جہر بائکبیر کرنا سنت سے ثابت ہے اور آپ جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں تو سر فرزا صاحب وہ بدعت کی کوئی قسم ہے جو سنت سے ثابت ہوئی ہے۔ ذرا سوچ کر اور ہوش سے جواب دیں۔
خامساً۔ علامہ ابن عابد بن شامی فرماتے ہیں۔

وَلِكُلِّ الْفَطْرِ لَا يَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ ۵۵ | عِيدِ الْفَطْرِ كَرَامَ صَاحِبِ كَيْ نَزِيكَ جَهْر
عِنْدَهَا يَجْهَرُ وَهُوَ دَائِمٌ | تَهْنِ بَوَاكَ أَوْ مَسْجِدِ كَيْ نَزِيكَ جَهْر بَوَا
عَنِ الْخِلَافِ فِي الْإِفْطِيَّتِ | أَوْ رِيَاخِلَافِ الْفِطْرِ مِثْلُ بَوَا وَكَرَامَتِ
الْكِرَامِيَّةِ فَمَنْ تَقِيَّتِ عَنِ الطَّرِيقِ | تَوْبَهُ حَالِ دُونِ كَيْ نَزِيكَ تَهْنِ بَوَا
(شامی جلد ۱ ص ۷۷)

پس معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک عید الفطر کے موقع پر جہر بائکبیر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جہر مباح ہے اور آپ اسے حرام و مکروہ سے کم نہیں کہتے۔ اب بتلائیے کہ مسلک حنفی کو ہم نے چھوڑ آیا آپ نے۔ سادساً۔ سر فرزا صاحب کے ہوش و حواس سے معذرت کے ساتھ شامی سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

بَلْ حَسْبِي الْقَهْطُ فَمَنْ الْإِمَامُ | بَلْ قَهْطَانِي نِيَامَ صَاحِبِ كَيْ دَوَاهِيَتِ قَهْطِ
وَأَيْتَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ يَسْرُ | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
الْقَانِيَّةِ أَنَّهُ يَجْهَرُ كَقَوْلِهِمَا | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
قَالَ وَهِيَ الصَّحِيحُ عَلَى مَا قَالَ الرَّازِي | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
وَمِثْلِي فِي الشَّهْرِ وَقَالَ فِي الْخِلَافِ | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
وَاخْتَلَفَ فِي عِيدِ الْفَطْرِ فَتَعْنِ الْجَبْ | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
حَنِيفَتِي وَهُوَ قَوْلُ صَاحِبِي | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
وَإِخْتِلَافُ الطَّاهَوِيِّ أَنَّهُ يَجْهَرُ | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ
وَعَنْهُ أَنَّهُ يَسْرُ۔ | كَيْ تَهْنِ كَيْ كَرَامَتِ كَيْ كَرَامَتِ

کہ ہیں ایک یہ کہ اختلاف کرے دوسری یہ کہ جہر کرے جیسے صاحبین کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دوسری روایت ہی صحیح ہے اور جیسا کہ ابو بکر رازی نے کہا اور اس کی مثل نہیں ہے اور علیہ میں فرمایا کہ عید الفطر میں اختلاف ہے پس امام صاحب سے ایک روایت یہ ہے کہ جہر کیا جائے اور یہی صاحبین کا قول ہے اور یہی امام طحاوی کا مختار ہے اور ایک روایت

پس معلوم ہوا کہ عید الفطر کی تکبیروں میں امام صاحب سے دور عاتق ہیں ایک متر کی اور دوسری جہر کی اور قہستانی کے نزدیک صحیح روایت جہر ہی کی ہے۔ اسی کو ساجین نے اختیار کیا جو فقہاء کے طبقہ ثانیہ سے اور مجتہد فی المذہب ہیں اور اسی کو امام ابو جعفر طحاوی نے اختیار کیا اور یہ طبقہ ثالثہ سے ہیں اور مجتہد فی المسائل ہیں اور اس کو ابو بکر رازی نے اختیار کیا یہ طبقہ رابعہ سے ہیں اور صاحب تخریج ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب نہر صاحب حلیہ اور صاحب جامع رموز قہستانی نے اس کو اختیار کیا۔ یہ سب طبقہ سادسہ سے ہیں۔ پس اب سرفراز صاحب سے گزارش ہے کہ ذکر سے فقط ہم ہی بدعتی اور حرام کے مرکب ہوتے ہیں یا اس ٹیبلٹ فتویٰ سے کچھ حصہ امام ابو حنیفہ سے لے کر طبقہ سادسہ تک کے فقہاء کو بھی ملے گا خوب غور و فکر سے جواب دیجیے بینوا تو جو!

نفسہ میں کرام! ممکن ہے یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب عید الفطر اور عید النبیؐ کی کر بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز اور ثابت ہے اور یہی ائمہ احناف کا مختار ہے تو کبیری اور دوسرے فقہاء کی اس عبادت کا کیا مطلب ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ جس قول میں امام صاحب نے عید الفطر میں جہر بالتکبیر سے لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انی الجھو بالتکبیر و بدعت (جہر بالتکبیر بدعت ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک اصطلاحی معنی یعنی جس کام کی اصل رسول اللہ سے ثابت نہ ہو اور وہ حضور کی شریعت کا خلاف اور مغیر ہو اور اسے دین میں داخل کر لیجائے اور یہی بدعت سیئہ قبیحہ اور بدعت ضلالتہ ہے اور ایک بدعت کالغوی معنی ہے یعنی نیا طریقہ اور نیا کام۔ عام انہیں کہ اس کی شریعت میں اصل ہو یا نہ ہو اور اس مقام پر بدعت کے لفظ سے فقہاء کی مراد بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت نہیں ہے کیونکہ بدعت سیئہ وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے مخالف ہو اور جہر بالتکبیر خود حضور سے ثابت ہے۔ نیز بدعت سیئہ کا مبلغ ضال اور مضل ہوتا ہے۔ پس اگر جہر بالتکبیر بدعت سیئہ ہو تو لازم آئے گا کہ امام صاحب سے لے کر طبقہ سادسہ تک کے فقہاء ضال اور مضل ہوں۔ فلہذا ثابت ہوگا کہ یہاں بدعت اصطلاحی معنی پر محمول

نہیں ہے بلکہ بدعت سے مراد دنیا اور راضی کام ہے اور چونکہ نماز کو جاتے ہوئے بلند آواز سے بکیرات کہنا ہر نمازیں اختیار نہیں کیا جاتا اس لئے یہ ایک نیا طریقہ قرار پایا۔ اسی وجہ سے فقہانے کہا کہ یہ مورد مخرج میں بند رہے گا اور عید اضحیٰ میں چونکہ یہ طریقہ سنت صحیحہ سے ثابت تھا تو امام صاحب نے عید اضحیٰ میں جہر کا حکم فرمایا اور عید الفطر کے بارے میں امام صاحب کے چونکہ دو قول ہیں ایک بتر کا اور دوسرا جہر کا تو فقہاء نے سر کے قول کے اختیار کی وجہ یہ بتائی کہ ان الجملہ بالذکر بدعت کثیرات کو راستے میں بلند آواز سے کہنا ایک نیا طریقہ ہے اور چونکہ اس موقع پر ثابت نہیں اس لئے یہاں بہتر ہی افضل ہے۔ یہ فقہاء کرام کا حاصل ہے جو انہوں نے امام صاحب کے قول بالترتیب کی توجیہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ اس میں منکرین جہر کے لئے کوئی تمنا فاش نہیں ہے اور جیسا کہ قبستانی اور علماوی کے حوالوں سے گزرنے کا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ امام صاحب کا مختار عید الفطر کو بھی جہر بکیر ہی ہے پس عید الفطر میں بکیرات کا بھر لے بدعت ہی ہے کیونکہ ان معین دونوں میں نماز کے راستے میں جہر سے بکیر کہنا بہر حال ایک نیا طریقہ ہے لیکن چونکہ اس کی اصل سنت سے ثابت ہے اس لئے لفظ بدعت ہے اصطلاحاً بدعت نہیں

ناظرین کرام بدعت کا مفہوم واضح کرنے کے بعد اب ہم پھر اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اب آپ کے سامنے بکیری کی بعد والی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جسے سرفراز صاحب نے چھوڑ دیا۔

والذی یبغی ان یکون الخلاف	اور حق یہ ہے کہ یہ اختلاف جہر کے استحباب
فی استحباب الجملہ وعدہ صلا فی	میں ہے پس صاحبین کے نزدیک جہر
کراہیتی وعدہ مہما قعدتہا لیتحب	افضل ہے۔
وعندک الاحضا وافضل وذا لک لان الجملہ	اور امام صاحب کے نزدیک اختلاف افضل ہے
قد نقل عن کثیر السلف کا بن عمرو	کیونکہ جہر کثیر سلف سے منقول ہے مثل حضرت

وعلى رابى امامة المياصلى والفنصى
وابن جبير وعمر بن عبد العزيز
وابن ابى لبيس وابان بن عثمان طالحكم
وحصاد وما لك واحد وابى ثور
مشهد عن الشافعى ذكره ابن المنذر
فى الاشراف -

امید ہے تاہم کلام پر اب واضح ہو گیا ہوگا کہ سرفراز صاحب نے کبیری کی منقولہ بالا عبارت کو کیوں ترک کیا تھا۔ کاش سرفراز صاحب کے دل میں خوف آخرت ہوتا اور وہ چند روپے کی مسکوں کے عوض یوں عبارتوں میں کتر ہیئت نہ کرتے۔ تحریف سے باز آتے اور مساجد اللہ کے ذکر کو روک کر وہیں انظار میں منع مساجد اللہ ان میں ذکر فیہا اسمہ کا مصداق نہ بنتے۔

عبارات علماء اور ذکر بالجہر

مبتدعین دیر بند ذکر بالجہر کو روکنے کے لئے بطور حربہ علماء کے چند اقوال پیش کیا کرتے ہیں جن میں کسی نے ذکر بالجہر کو حرام کہا اور کسی نے خلاف مستحب اس سے قبل کہ ہم ان عبارات کا مطلب بیان کریں سرفراز صاحب کی حیثیت کے لئے چند ایسی عبارات بھی پیش کرتے ہیں جن میں بعض علماء اور فقہائے فکر بالجہر کا انکار کیا تاکہ نامی کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آجائیں اور پھر حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ امام علامہ نووی شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اعلم ان الاذکار المشروعة فى الصلاة
وغیرها واجبة كانت او مستحبة لا
بحبashi منها ولا یعد به حتى یلفظ
مبہمیش فیسمع نفسه اذ کانت صحیح السمع
لا عارض له (کتاب الاذکار ص ۱۸)

اذکار مشروعہ نمازیں ہوں یا اس کے ماسوا واجب
ہوں یا مستحب ان کا اس وقت اعتبار کیا جائے گا
جب کہ ان کا اس طرح تلفظ کیا جائے کہ اگر کڑھنے
والے کی سماعت درست ہو تو اسے سنی دے۔
(باقی صفحہ پر)

مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان جماعت من ائمتنا وغیرہم یقولون لا
ثواب فی ذکر القلب وحدہ لا قیامی مدتیہ ۱۶
اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ فاضل جزیری سے نقل فرماتے ہیں۔

وکل نحو مشروح اسی مامور بہ فی الشرح
واجباً کاں او مستحباً لا یعد لبشی منہ حتی
یتلفظ بہ (مرقاۃ جلد ۵ ص ۴۹)
مستحب اس کا اس وقت تک اعتبار نہیں جب
تک تلفظ نہ کیا جائے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بعض فقہائے نقل فرماتے۔

بعض فقہا گویند کہ ذکر غے باشد گریزان
وادی المرتبہ سے آنت کہ بشنوا ند خود
را بر قول مختار وغیرہ سے معتبر نیست چنانکہ
در قرات و طلاق و آنچه بدل است آن
فعل قلب است از قسم علم و تصور ذکر
نیست چنانکہ قرات نیست و ذکر نام
چیزے است کہ فعل لسان است۔
(اشعۃ جلد ۲ ص ۷۱)
اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ ذکر نہیں ہوتا
مگر زبان سے اس کا کم از کم مرتبہ قول مختار پر یہ
ہے کہ خود کو سنائے اور اس کے بغیر ذکر معتبر
نہیں ہے جیسا کہ قرات اور طلاق میں ہے
اور جودل سے ہو وہ تو دل کا فعل ہے اولہ
علم و تصور کی قسم ہے ذکر نہیں ہے جیسا کہ
دل سے قرات نہیں ہوتی اور ذکر اس چیز
کا نام ہے جو زبان کا فعل ہے۔

ان عبارات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ علماء کی ایک جماعت اس طرف گنجی ہے کہ ذکر بالقلب

(۱۶) علامہ علی قاری رحمہ اللہ فاضل جزیری سے نقل فرماتے ہیں۔

ادقول ذکر باللسان احد بلحاظی و
بعضی بقربی فہی مقدارست
تحقیقا فاعترضہم بان الصلوۃ
بالقلب بلا تلفظ لا ثواب فیہا۔
حتوی جلد اول ص ۹
تکرار کا قول کہ ممکن یہ ہے کہ میں زبان سے حمد
کتابوں اور دل سے صلوٰۃ پڑھتا ہوں تو اس
پر بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ بغیر تلفظ کے
(زبان سے پڑھے بغیر) دل سے صلوٰۃ پڑھنے کا
کوئی ثواب نہیں ہے۔ (شرف لا بوری)

اور ذکر بالمستمر نوکر ہی نہیں ہے اور ذکر بغیر زبان اور تلفظ کے صحیح نہیں ہوتا پس جس طرح بعض علماء کے کلام میں جہر کے خلاف مواد موجود ہے اس طرح بعض علماء کے کلام میں سراد و راحۃ کے خلاف مواد موجود ہے اور ہمارے نزدیک یہ دونوں کلام اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بعض احوال میں سر مستحب ہے اور بعض احوال میں جہر مستحب ہے اور کلام جہر متوسط میں ہے اور علامہ بنو جنس جہر کو مکروہ اور حرام کہا ہے وہ اس جہر پر محمول ہے جو جہر مضطرب ہو یا جہر مخلوط بالزیا و ہو۔ اب ہم آپ کے سامنے راہ سنت سے مولوی سرفراز صاحب مکتبہ لدھیانوی کے سرکردہ حوالے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے نفی جہر میں پیش کئے ہیں۔

فتیہ السندج ای خفض الصوت بالذكر | اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آہستہ
اذا الصوت ع حاجتہ الی رفعہ | ذکر کرنا بہتر ہے جبکہ کوئی داعیہ فی صوت
(شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۲ و راہ سنت ج ۱ ص ۱۰۰) | کا پیش نہ آئے۔

امام نووی کے اس قول کو نفی جہر پر پیش کرنا حماقت کی معراج ہے کیونکہ امام نووی اس قول میں سر کو مستحب قرار دے رہے ہیں اور اس کے استحباب میں کوئی کلام نہیں۔ کلام جہر کی حرمت اور بدعت میں ہے جو کہ آپ کا مذہب موم اعتقاد ہے اور وہ امام نووی کی اس عبارت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد سرفراز صاحب ملا علی قاری سے نقل کرتے ہیں۔

وقد نص بعض علماء بان رفع الصوت | ہمارے بعض علماء نے صراحت سے بیگم بیان
فی المسجد ولو بالذكر حرام | کیا ہے کہ مسجد میں بلند آواز کرنا اگرچہ ذکر کے
(مرقاۃ علی مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۷۴) | ساتھ ہر حرام ہے۔
(راہ سنت ص ۱۹۸)

جی ہاں اور بعض علماء نے بھی صراحت کی ہے کہ ذکر بالقلب پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ہم فتاویٰ عالمگیری فتاویٰ خیر فیہ فتاویٰ بزاز فیہ فتاویٰ شامی طحاوی وغیرہ وغیرہ فقہ کی مستند کتب سے رفع الصوت بالذكر اور جہر کا جواز و استحسان نقل کر چکے ہیں اور سب سے جڑھ کر یہ کہ اسی مرقاۃ سے ملا علی قاری کی جلد ۳ ص ۱۷۱ سے ہم رفع الصوت بالذكر کی استحسان اور مستحب پر ایک طویل عبارت ہدیۃ قارئین کر چکے ہیں پھر اس

کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ملا علی قاری نے بعض علماء کا جو کلام نقل کیا ہے (جہر مفرد) یہ جہر مشہوب بالریا و پرچھول ہے۔

سرفراز صاحب بخاری کے حاشیہ سے ناقل ہیں۔

وقال ابن بطلال المذاهب الثلاثة
على عدم استصحابه -
اس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب
نہیں ہے۔ (رداۃ سنت ۱۶۷)

اولاً یہ حوالہ سرفراز صاحب کو مفید نہیں ہے کیونکہ یہاں استصحاب کی نفی ہے اور
استصحاب کی نفی کراہت کو بھی مستلزم نہیں ہے جہ جائیکہ بدعت یا حرمت کو مستلزم ہو
و کہ آپ کا دعویٰ ہے۔ ثانیاً یہ بھی محض افتراء ہے کہ ائمہ اربعہ جہر کو غیر مستحب قرار دیتے
ہیں۔ ائمہ اربعہ عید اضحیٰ کی تکیہ بات میں جہر بالصوت کو مستحب قرار دیتے ہیں اور ائمہ
ثلاثہ کے نزدیک عید الفطر میں بھی جہر بالتکبیر مستحب اور صحیح بات یہ ہے کہ امام صاحب
بھی عید الفطر میں جہر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔
دیکھئے علامہ شامی فرماتے ہیں۔

وعن ابی حنیفۃ وهو قول صاحبہ
واختیار المطہادی امنہ۔ جہر
امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جہر کیا جائے
اور یہی صاحبین کا قول ہے اس کو طحاوی
(سنن جلد ۱ ص ۷۷) نے اختیار کیا۔

اور علامہ ابن تیمیہ حلی فرماتے ہیں۔

ان الجہر قد نقل عن كثير من
السلف كابن عمر وعلي وابي امامة
الباہلی والنفی وامین جبیر وعمر
بن عبد العزیز وابن ابی یسلی ولبان
بن عثمان والحکم وحماد ومالک
واحمد وابی ثور ومثلہ عن الشافعی
بلا ریب کثیر اسلاف سے جہر منقول ہے
جن میں حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت علی
ابن امامہ باہلی نفی ابن جبیر عمر بن عبدالعزیز
ابن ابی یسلی ابان بن عثمان حکم وحماد امام
مالک وامام احمد ابی ثور اور امام شافعی
رمضان اللہ علیہ اجمعین شامل ہیں۔
(جبیری ص ۵۲۵)

مجھے سرفراز صاحب اب تو ائمہ اربعہ کے علاوہ صحابہ تابعین اور دوسرے مجتہدین کی کثیر جماعت سے جہر ثابت ہو گیا۔ مزید ملاحظہ فرمائیے۔ (علامہ طحاوی فرماتے ہیں)

اجمع العلماء وسلفا وخلفا علی استصحاب
ذکر اللہ تعالیٰ جماعة فی المساجد و
غیرہا (ملفوظات شافعی جلد ۱۱)

متقدمین اور متاخرین تمام علمائے جماعت کے
ساتھ ذکر یا لہر کے مستحب ہونے پر اجماع کیا
عام انہیں کہ مساجد میں ہو یا اس کے غیر میں۔

ان شخصوں کو اجماعات پیش کرنے کے بعد گزارش ہے کہ ابن بطل کا ائمہ اربعہ سے جہر کا عدم استصحاب نقل کرنا ہرگز لائق اتقانات نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ جب قرآن اور حدیث سے جہر کا حکم اور اس کی طرف ترغیب اور تہلیل ثابت ہو چکی تو اس کو غیر مستحب کہنا غیر مسموع ہے۔ ثانیاً جب تمام متقدمین اور متاخرین کا استصحاب جہر پر اجماع ہے ائمہ اربعہ سے غیر مستحب کیسے فرما سکتے ہیں۔ کیا وہ متقدمین میں سے نہیں ہیں شائق ہم صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین (صحابہ ظہور اور ائمہ اربعہ) سے استصحاب جہر پر صریح نص صریح پیش کر چکے ہیں پھر ائمہ اربعہ کی طرف عدم استصحاب کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ رابعاً ابن بطل کے کلام کی غایت تو جہر ہمارے نزدیک یہی ہے کہ یہ کلام اس جہر کے بارے میں ہے جس میں میاء کا احتمال ہو اس کے علاوہ ابن بطل کے کلام کا اور کوئی صحیح عمل نہیں ہے۔

ذکر یا لہر پر متقدمین کی عقلی شہادت اور ان کے جوابات

جب منقولات میں مبتدیین کا لسن نہیں چلتا تو فرزند ذلیل عبد الوہاب اور لکھنؤ کے کچھ باری عقل اعتراضات کے سہارے خم ٹھونک کر سامنے آتے ہیں اور ہل من میاؤں کے ڈونڈے سے بجاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ان عقلی اعتراضات کے جوابات تحریر کیے جائیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے چنانچہ ایک شہور اعتراض یہ ہے کہ نمازوں کے بعد جو بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے اس سے بعد میں آکر طے و ایلوں کی نماز میں غفل پڑتا ہے۔ الجواب۔ ہم شروع میں ہمارے اور سلم کی احادیث پیش کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اور حضور کے ہمہیں بعد میں آکر ملنے والے بھی تھے اسی کی نماز میں خلل کیوں نہیں پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خلل کی وجہ سے ذکر بالجہر کو موقوف کیوں نہ کیا جس کا واسعہ عہد رسالت میں مجاہدہ پھر حضور اس کے ترک میں مواظبت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق وہ بدعت ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے آپ بدعتی ہوئے یا نہیں۔ ثانیاً خلل حصن چہرہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مخالف آواز کی وجہ سے پڑتا ہے خواہ وہ آواز سر اہر یا چہرہ مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا کوئی شخص آہستہ آہستہ اُدھکے اُدھکے پیچھے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات استہتان کرے یا صحابہ کرام میں کوئی گستاخی کرے قرآنی کو وحشت اور اضطراب لاحق ہوگا اور اس

خلل کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ وہ نماز تو اس شخص سے پھر سیکر جو جائے اس سے ہر پڑا کہ خلل مخالف آواز سے پیدا ہوتا ہے خواہ وہ آواز آہستہ ہو یا بلند اور موافق آواز سے اگر فی الواقع وحشت اور اضطراب ہو بھی تو دور ہر جائے دیکھتے شبہ علاج جب صورتہ احتیاج سے آگے تشریف لے گئے تو آپ کو تنہائی

قرعہ اور اضطراب لاحق ہوا قرآنہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کے مشابہ آواز پیدا کر دی (ہفت یا عجب جند فَاذَا فَوَیْضًا مِّنْهُ فَصَوَّرَ) جس سے حضور کا تو خش و در ہو گیا معلوم ہوا کہ موافق آواز سے وحشت و

خلل دور ہوتا ہے اور مخالف آواز سے خلل اور وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اب مبتدعین سوچیں کہ وہ اللہ کے ذکر کو موافق آواز سمجھتے ہیں یا مخالف گویا یہ حیرت انگیز امر نہیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق داتا ہے

اَلَا جَزَا لَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی (المعلوب) اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور مبتدعین کیوں نہ جانتے ہیں کہ میں اللہ کے ذکر سے وحشت ہوتی ہے۔ خبیثا للہجب۔ علاوہ انہیں گزارش ہے کہ آپ

ﷺ پیکر پر درس دیتے ہیں تقریریں کرتے ہیں اس وقت بھی آخر نمازی نماز پڑھتے ہیں کیا آپ نماز میں خلل نہیں چڑھتا۔ اگر واقعی آپ لوگوں کی نمازوں کے لیے ہی ہمہ دین قربان یا درس اور

تقریریں بھی ختم کچھ یا پھر یہ کام مکروہ وقت میں کیا کریں جب مسجد جائز نہ ہو سکی آپ ایسا نہیں

کریں گے کیونکہ یہ آپ کی روزی کا معاملہ ہے اور اگر درس اور تقریریں خطرے میں پڑ گئیں تو

قرین الوہیت اللہ بعض رسالت کے لئے ایسا دھن کیسے فراہم ہوگا۔ خالی اللہ العسکری۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے (گوئی کی نیند میں خلل چڑھتا ہے اس کے برابر میں غلو ش ہے

کہ نمازوں کے بعد جو ذکر بالجہر کیا جاتا وہ کب نیند کا وقت ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس وقت

سمندر ہو کر آئے واقعی جگنا ہی چاہیئے۔ ثانیاً ہنسنا مصلحا کا امکان جہر مغز میں بے جا حبیب ہوسوسہ
جس یہ امکان ہی نہیں۔ خدا غفور کی تہفیں عطا فرمائے۔

تیسرا شب یہ ہے کہ ایسا اوقات لوگ حوائج ضروریہ میں مشغول ہوتے ہیں تم ذکر با لہجہ کر کے،
ذکر کی بے ادبی ہوتی ہے۔ الجواب۔ پھر اذیتیں ہی بند کر لیں کیونکہ خاص طور پر صبح کی اذان
جس وقت ہوتی ہے وہ خاص طور پر اس اشتغال اور ابتلا دکا ہونا ہے اور یہاں عزا ایسے ہی
ہے جیسے کوئی کہے کہ بعض لوگ نماز کے وقت ریڈیو بجاتے ہیں اس لئے نماز پڑھنا چھوڑ دے لاکر
ہونا یہ چاہیئے کہ اس وقت ریڈیو بجایا جائے اس طرح ذکر کے اوقات میں ان حوائج سے استراذ
کرنا چاہیئے نہ کہ ذکر کو ان اوقات میں بند کرنا چاہیئے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کو شمر ساذ کرے

حضرت مولانا اناسل محمد عبدالحکیم صاحب شرف میرے انتہائی محقق اور کرم فرما ہیں۔
انہوں نے پانچ چھ ماہ پیشتر یہ فرمائش کی تھی کہ میں ذکر با لہجہ پر کچھ کھوں جس میں اثبات بھی ہو
اور منکرین کے شبہات کا احتساب بھی یہ وقت تھا ایک ماہ کا تھا لیکن میری طبیعتی سستی کثرت کا
اور سب سے بڑھ کر بے بضاعتی اس کے شروع کرنے میں حائل ہوتی رہی۔ آخر شرمناک
چند مہارک روزوں میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا اس رسالہ میں ہم نے قرآن کریم احادیث علیہ
سادات علماء کے اقوال اجماع امت اور قیداس کی روشنی میں جہر متوسط کے فوائد و
استحسان کو روشنی سے روشن کر دیا ہے اور آداب لائل کی ضیا پاشیر نے منکرین
کے توہمات کی گھٹائوں کو کتب عدم پہنچا دیا۔ واللہ الحمد اللہ تعالیٰ اس سعی قلیل کو قبول فرمائے۔
اور اہل حق کے لئے اسے مرید اور مستدین کے لئے منسلح بنائے۔ وعاذ اللہ علی اللہ اعزیز

ابوالوفاء غلام رسول سعیدی غفرلہ

مدرس جامعہ نعیمیہ۔ گڑھی شاہو لاہور

یکم شوال ۱۳۵۷ھ





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

مقدمہ

گزارش احوال اقصیٰ | اہل سنت و جماعت کی بعض مساجد میں نماز کے بعد توسط ادا کر کے
ساتھ کھڑے ٹیسبہ کا ذکر کیا جاتا ہے، عام طور پر لوگ تین بار کھڑے ٹیسبہ
کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد سن اور نواخل پڑھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں بعض جگہ نواخل کے
بعد نمازی درود شریف کا ذکر بھی کرتے ہیں اور چونکہ یہ ذکر توسط ادا کر کے ساتھ انتہائی قلیل قدر
میں ہوتا ہے، اس لئے نہ تو اس ذکر کے کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہے اور نہ ہی یہ ذکر کسی کی
غیر مذکورہ مطالعہ میں حرج پیدا کرتا ہے نیز اس ذکر میں کسی خاص ہیئت کی تفسیر کا دخل ہے
نہی اس کا فرض یا واجب کی طرح الزام کیا جاتا ہے بلکہ ذکر میں عموم اور اطلاق کی رو سے کو
باقی رکھتے ہوئے اختصاراً کھڑے ٹیسبہ اور درود شریف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس پر ثواب و درم میں جسکے لوگ عبادات سے بیکھر غافل اور غلامی ہیں، سلام
کایہ ذکر بھی غنیمت ہے، مناسب تھا کہ لوگوں کو اللہ اللہ کر سنے اور اس کے ذکر و فکر کی
ترغیب دینے کی جاتی تاکہ بندوں کا اپنے رب کے ساتھ رابطہ قوی ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر
سے لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا، ان کی ذمہ داریوں کی لغت اور درود شریف کی
علاوت سے بہرہ مند ہوتیں اور یوں انہیں اخروی سعادت کے حصول کا موقع فراہم ہوتا
لیکن بعض لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کا پاس بٹھنے والے مسلمانوں کی دینی
ترقی سے دلچسپی ہے، اپنی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس ذکر کو بدعت کہنے
سے نہیں چھوڑتے اور پر ملا مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو مٹانے کے درپے لگتے
ہیں، چنانچہ سنا گیا ہے کہ سرحد کے بعض علاقوں میں بعض لوگ جہالت اور عناد کے سبب
ذکر الہی کو مٹانے کے لئے آواز پکارتے ہوئے اور جہالت و قتال کے لئے بہت پہنچی جب اس قسم

کے تختے متعدد جگہ پیدا ہوئے تو اس وقت مجھ سے بعض اہل دل اور اہل درد لوگوں نے فرمائش کی کہ میں نماز کے بعد متوسط آواز کے ساتھ ذکر الجہر کے جواز اور اسحقان پر ایک رسالہ لکھ دوں تاکہ ذکر الجہر کے خلاف مستند عین اور تابعین کے پھیلائے ہوئے غلط فہم کا تریاق ہو سکے چنانچہ اس گز گار نے ۱۳۸۹ھ میں "ذکر الجہر" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں قرآن کریم، احادیث نبویہ، علماء و محدثین اور خود تابعین کے مسلم کا برکی عبارت سے ذکر الجہر کے جواز اور اسحقان کو بیان کیا۔

اللہ شہد! اس رسالہ کا نہایت خوشگوار اثر مرتب ہوا اور جو لوگ نادانی اور غلط فہمی کے سبب ذکر الجہر سے منع اور کھتے تھے، ان کا حراج تبدیل ہونے لگا جن لوگوں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا نام سننے سے بل چڑھتے تھے وہ اس کے ذکر کا احترام کرنے لگے، اہلسنت اور افریقہ کی گھٹائیں و درجہ نشیں اور لوگوں کے سینوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ذوق و شوق بڑھنے لگا۔

جن لوگوں کا مزاج ذکر الہی سے جہاں ہنگ نہیں ہے اور جن کے دل خوف خدا و فکر آخرت سے بھر خالی ہیں انہیں ذکر الہی کی یہ فضا اس میں آتی ہے کہ ہر سال ذکر الجہر کے دلائل کا جواب دیا جائے ان کے لئے آسان نہ تھا، موصوفہ از تک تابعین ہر جو ذکر خود کرتے رہے، یہ غلط بحث، کج روی، اہل مفسدہ سے فرار اور عداوت آفرینی کی دنیاؤں پر انہوں نے منع و کٹنا بول سے حواس فراہم کئے، بغیر تعلق اور غیر زامی عبارت کی فضیلت مبرقی سے کتاب کا حجم بڑھایا، عبارات کے سازشی جوڑ توڑ اور تحریف و تبلیس کے نام سے دلائل پیش کئے اور سات سال کی اس تیاری کے بعد ۱۳۸۹ھ کے سال رطوبت میں ملی قلم سے ۱۳۹۰ھ کے فریڈ سائز پر ۳۰ صفحات کا مجموعہ حکم اللہ ذکر الجہر کے فہم سے پیش کر دیا۔

ملہ اس کتاب کے شروع و اختتام کی علامت ۳۹۰ھ لکھا ہے۔ چنانچہ ۱۳۹۰ھ کے سال یعنی ۱۳۹۰ھ میں رطوبت، خالصتاً، عدم میں آدمی ہیچ تو جمع ایسا ہے کہ جواب کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مرفوعہ صاحب ہنوز ذکر الجہر کا جواب لکھ نہ سچا ہے۔ (صحیح)

حکم الذکر بالجبر کا تعارف

اس کتاب پر مولف کی حیثیت سے صرف از صاحب کا نام لکھا ہوا اسپتال صاحب کی اردو دنیا میں قائم اور مذکور ہے، اردو عبارت میں پنجابی الفاظ نے کثرت لکھ دیتے ہیں، شائستگی اور تہذیب سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہے عام بازار میں اور ابکاشی قسم کے لوگ بھی جن گائیوں کو شرفاء کے سامنے دبان پر لانے میں مار چکے ہوں گے، ان صاحب نے وہ گالیاں بلا کثرت دینی کتابوں میں لکھ کر چھاپ دی ہیں، ان الفاظ کو نقل کرنا بھی جرمِ کلم کی توہین سمجھتے ہیں، حواسِ عرض کئے دیتے ہیں جیسے اور مالین گئے شیخ الحدیث کی شرافت، تہذیب و شائستگی کی داد دیتے ہیں۔

مصنف ایک مرتبہ عبارت اکابر ص ۲۸ سطر ۱۱۲ اور حکم الذکر بالجبر ص ۲۸ سطر ۸ پر فرمیں ہیں میں نے قیاس اور فحش الفاظ لکھے ہیں جن کی کسی مذہب اور شائستگی سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ میں سوچتا ہوں کہ جس جماعت کے عالم دین بلکہ شیخ الحدیث کی دینی تحریر میں ایسے الفاظ لکھتے ہیں تو اس جماعت کے عام لوگوں کے عقائد کا کیا عالم ہوگا۔ اس کتاب کا مقصد توسطاً و انتہی سے مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ** (اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے مساجد میں اس کے ذکر کو منع کرے)۔

حیرت ہے کہ مصنف نے کس بے پرواہی اور بے خوفی سے خدا کے مقابل آگاس کے نام کو مسجد سے مٹانے کی مذموم سعی کر کے غضبِ خداوندی اور اس کی وعید سے مبارزت کی ہے۔

مصنف نے اس کتاب میں جگہ جگہ سفاسبت اور عدم بصیرت کا مظاہرہ کر دیا ہے، زبان و بیانی اس قدر سوجھا ہے کہ سیکڑوں کو بھی شرم آئے، علمی اور تحقیقی اعتبار سے پوری کتاب احمقوں سے لیاہو حیثیت نہیں رکھتی، اس لئے اس کتاب کے جواب کی چنداں

مردودت، غلطی کا ایسی باتوں کا جواب نہیں جو اگر ٹیکنیک اس خیال سے کہ مصنف نے سات سال کی لگاتار محنت و مشقت سے جو حوالے دیے ہیں ان کے اغوارات ترتیب سے نہیں لگائی پر داد مذکور کی تو اس سے مایوسی ہوگی، نیز یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے عوام اور سادہ لوح لوگ اس کتاب کے مضامین سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور ذکر الہی کی لذتوں کو کھو بیٹھیں، بنا علیہ فصل انشاء تعالیٰ کے ذکر کی عظمت اور اس کے نام کی سرچندہ کی خاطر میں نے علی العزیز رسالہ ذکر بالجہر کا دوسرا حصہ لکھا جس میں مصنف کی تحریریت و تبلیغ اور اس کی مفاد و افہام کا طبع انار کر حتیٰ کہ وہاں سے واضح ذکر دیا ہے نیز جہر معتدل پر کتابت سنت اور فقہاء اسلام کی عبارات سے مزید دلائل پیش کئے گئے ہیں اور مصنف کے مسلم کا بر مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی نور الدین کشمیری وغیرہ کی مزید عبارات سے جہر معتدل کی حقانیت کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے۔

کجروی اور فرار

رسالہ ذکر بالجہر کے شروع میں ہم نے تصریح کر دی تھی کہ :-
 "ذکر بالجہر اور ذکر بالسردہ دونوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہیں البتہ بعض صورتوں میں مترتب مستحب ہے اور بعض صورتوں میں جہر مستحسن ہے، یہ کلام جہر متوسط میں ہے اور بعض عبارات میں جس جہر پر مکتوبہ، بعثت یا احترام کا اطلاق کیا گیا ہے وہ جہر مفروض (محدود سے زیادہ بلند آواز سے ذکر) یا جہر مغلوط بالریاء پر محمول ہے اور وہ ہمارے دعویٰ سے خارج ہے" (ذکر بالجہر ص ۱۵)
 اس تصریح کے باوجود دوسرا صاحب نے حکم الذکر بالجہر میں کثرت ایسی عبارات نقل کر دی ہیں جن میں جہر مفروض یا مغلوط بالریاء سے منع کیا گیا ہے اور ستم یہ ہے کہ دیکھتے ہیں :-

"جن حضرات کی عبارتوں میں ذکر بالجہر کی اجازت آتی ہے (گو انہیں کثرت

حضور شرافع و مہربان کی سب سے مگر انہوں نے بھی ذکرِ بکر کو مطلق نہیں چھوڑا بلکہ اس کے ساتھ متعدد قیود اور شرائط لگائی ہیں اور سعیدی صاحب اور انکی جماعت الیٰ شرائط میں سے بیشتر کو نظر انداز کر دیتی ہے، ان اکابر کی عبارت میں سے مفید مطلب حمد ذکرِ بکر کی اجازت کا تو وہ سے لیتے ہیں مگر دیگر شرائط اور قیود سے بکوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں حالانکہ وہ انکی عبارتوں میں صاف طور پر موجود ہوتی ہیں۔ ۱۔

حضور ہی شرائط اور قیود کے بارے میں تو ہم نے رسالہ کی ابتداء ہی میں لکھ دیا تھا کہ بہتر توسط ہو، مفراط و تفریط بالربانہ ہو، اس لئے سر قراں صاحب کا یہ کہنا خلاف واقع ہے کہ ہم قیود اور شرائط کو نظر انداز کر دیتے ہیں، باقی رہا یہ کہ عباراتِ علماء میں سے ہم لوگ قیود اور شرائط کو حذف کر دیتے تو یہ بھی خلاف واقع ہے، ضروری قیود اور شرائط کے ساتھ اس قسم کی عبارات ذکرِ بکر میں بکثرت موجود ہیں، یہاں صرف ایک مثال پیش کئے دیتے ہیں۔ ۱۔

علامہ طحاوی اور تھانوی صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :
 "قد یاد حدیثنا علماء کذا اس پر اجتماع سب سے کہ صاحب میں جماعت کے ساتھ ذکرِ بکر بغیر کسی اشکال کے مستحب ہے، سو اس کے ذکر کے کسی کی نماز یا نیند یا قراۃت میں خلل پڑے، اسی طرح کتبِ فقہ میں مرقوم ہے۔"

(ذکر الجسد ص ۳۶)

علامہ طحاوی و شافعی ہیں مصوفی ہیں بلکہ عظمیٰ حنفی فقیہ ہیں اور تھانوی صاحب تو آپ کے مسلم بزرگ ہیں، غور سے پڑھ لیجئے ہم نے ان کی عبارت میں ضروری قیود و شرائط کے نقل کی ہوئی ہے اور اب غالباً آپ کی سمجھ میں یہ بھی آگیا ہوگا کہ ضروری قیود و شرائط سے بکوتر کی طرح کس نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں؟

حضرت ابو ثعلبہ اعلیٰ انفسکھ کا جواب دیتے ہوئے ہم نے لکھا تھا :-
 " حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکانے کو مبارک سے نہ تو مطلقاً جہر کی ممانعت
 فرمائی ہے اور نہ جہر متوسط کی (ومن ادعی فعلیہ البیان) بلکہ اس فرمان
 سے جہر متوسط کی بھی فرمائی ہے چنانچہ مولوی رشید احمد لکھنوی کہتے ہیں قال علیہ
 السلام ارجعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر ہو چکی ہے، فرق کر
 فرمایا گیا ہے مگر گمراہوں نے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث بہت
 جواز پر وال ہیں، فظہر للہ تعالیٰ العلم "

رشید احمد لکھنوی (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۱۳)

مرفوزہ صاحب اس جواب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" الجواب - مؤلف مذکور نے یہ جو کچھ لکھا ہے ان کو مورد مذمت نہیں ہے
 اول اس لئے کہ اس حدیث سے آنحضرت مصلی اللہ علیہ وسلم نے جہر متوسط سے
 منی نہیں فرمائی بلکہ مطلق جہر سے منی فرمائی ہے (الی ان قال) اور اس جہر
 میں جہر متوسط بھی شامل ہے، اس سے جہر متوسط کو خارج کرنا اور ہم سے
 بیان کا مطالبہ کرنا بے سود ہے بلکہ قطعی طور پر جہر متوسط ثابت کرنے والے
 پلاس کا بیان لازم ہے (ومن ادعی فعلیہ البیان بالیہا) پھر
 انہوں نے علمی شیائت کا انکشاف بھی کیا ہے اور حضرت مولانا لکھنوی کی پوری تہذیب
 نقل نہیں کی جس سے بات صاف ہوتی ہے، پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

سوال :- ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمائیے۔
 جواب :- ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کہاہت ثابت
 ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور

عہ غزوہ بنی مکرہ طوت جاتے ہوئے دیکھتے ہیں مولانا کو کہ لڑکانہ سے کہہ کر کہہ رہے تھے تو حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم
 لہجہ اعلیٰ انفسکم (اپنے انفسوں کے ساتھ نرمی کر کے) ۱۶۷

انہی دلیل طلب کرنا ہے سو دیکھو کہ محمد بن کا اختلاف ہے سو اب کون فیصلہ کرے کہ جسے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اذ کس دلت تصرعاً وخیفۃ و دون العجۃ الاخیتہ دون المہر بھی جہزی ہے کہ اولیٰ درجہ ہے
قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث ۱۱

ہماری بحث اس بات میں تھی کہ اربعوا علی انفسکم میں جہم فرط کی نفی ہے اس لئے ہم نے فتاویٰ رشیدیہ سے عبارت کا وہ حصہ نقل کیا تھا جو نفی افراط پر قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث میں گلوچاڑنے سے منع کیا ہے اور گلوچاڑنا یہی تو افراط ہے لہذا با دلیل ثابت ہوا کہ اس حدیث میں جہم فرط کی نفی ہے، اس وجہ سے صرف اتنی عبارت نقل کی گئی تھی، باقی غیر متعلق عبارت کو چھوڑ دیا گیا تھا اور یہ بھی سرفراز صاحب کی ہمرانی ہے ہجراتوں نے لکھا ہے کہ پورا فقرے نقل کرنا چاہئے تھا ورنہ اگر وہ یہ بھی لکھ دیتے کہ پورا فتاویٰ رشیدیہ انہوں نے نقل نہیں کیا اور یہ ان کی علمی حیثیت سے انتہا بھی ہم سرفراز صاحب کا کیا بگاڑ سکتے تھے؟

نیز جو عبارت ہم نے نقل نہیں کی، اس میں گنگوہی صاحب نے یہی تو لکھا ہے کہ ذکر بلہ میں احناف کا اختلاف ہے لیکن راجح قول یہی ہے جو جو ان کے قائل ہیں اب بتلائیے کہ پوری عبارت ما معنی آئے کے بعد بھی ہمارے موقع میں کیا فرق آیا لے یہ قیری علی کی قیامتیں کہ فہم کے مرثیے اکٹھے گئے

یہ بری سببیں بنیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی
ان دو مثالوں سے قارئین کو نام کو اندازہ ہو گیا کہ یہ لفظ ذکر بلہ کے جوابات کی کیا حقیقت ہے، ان مثالوں میں سرفراز صاحب نے اپنی رد و حتی شائستگی سے راقم کے حق میں کیوں طرح آنکھیں بند کر کے دالا اور مثالیں ”دیگر کے لحاظ استعمال کر کے اپنے دل کی بھڑوس تو ضرور نکال لی ہے لیکن راقم کے دلائل کے جواب کے ذمہ سے

۱۱ (اس جگہ سرفراز صاحب نے اولیٰ جہز کی جو بحث جہیزی ہے اس پر مکمل گنگوہی صاحب اور ذکر بلہ کے زیر عنوان آ رہی ہے)

وہ عہدہ برا ہو سکتا ہے قطعاً ناکام رہے ہیں جیسا کہ سطور بالا سے قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا۔

غلط بحث اور ساقیہ تحریر

اس سلسلہ میں ایک اور مثال پیش کرنی ہے جس سے سرفراز صاحب کی کوثر و تنسیم سے جلی ہوئی زبان کی لطافت اور طرز استدلال میں ان کے قلم کی محسوسیت اور ہانت سامنے آتا ہے۔

”انہیں بھرکتے ہیں کہ مسجد میں ذکر یا لہجہ کرنے سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، اس کی بجائے جواب میں رسالہ ذکر یا لہجہ میں لکھا تھا کہ ۱۔

”آپ لاؤ سب پیکر پر دس دیتے ہیں، تقریر کرتے ہیں، اس وقت بھی آخر نمازی نماز پڑھتے ہیں، کیا اب نماز میں خلل نہیں پڑتا، اگر آپ واقعی لوگوں کی نمازوں کے ایسے ہی مجدد ہیں تو اب یاد رکھیں اور تقریریں بھی ختم کیجیے یا پھر یہ کام مکروہ وقت میں کیا کریں، جب سجدہ جائز ہو لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی معذرت کا معاملہ ہے“ (ذکر یا لہجہ ص ۷۱)

اس عبارت میں یہ بتلایا ہے کہ مسجد میں تو لوگ مکروہ اوقات کے موا کسی کسی وقت میں نماز پڑھتے ہی رہتے ہیں لہذا مسجد میں جس وقت بھی درس یا تقریر ہوگی لوگوں کی نمازوں میں خلل ہو گا اس لئے یا تو مصلحتاً اس اور تقریریں بند کریں یا پھر ان اوقات میں درس وغیرہ جن اوقات میں نماز مکروہ ہے تاکہ نماز نہ ہو، اس میں خلل کا اندیشہ!

اس دلیل کا سرفراز صاحب سے کیا جواب ہو سکتا تھا لیکن کچھ نہ کچھ کہنے کے لئے یہ کہہ کر ان کی بھڑاس نکالی ہے۔

”علاوہ ازیں مزارعت ذکر یا لہجہ کا یہ کہنا کہ یا پھر یہ کام مکروہ وقت میں کیا کریں لہجہ کیا عقیدہ تقریر کے لئے بھی شرعاً کوئی وقت مکروہ ہے جس طرح نمازوں کے لئے مثلاً طلوع آفتاب، استقار اور غروب آفتاب وغیرہ کے اوقات مکروہ ہیں، پھر

سب سے کم کردہ ہر مسئلہ دروس و وعظ کا آپس میں کیا تعلق اور جوڑ ہے کہ اس کا پیند
اس کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور یوں مکشائی کی ہے :-

”یا پھر یہ کام کردہ وقت میں کیا کریں اور اصل بات یہ ہے کہ اہل بدعت
دین کی صحیح بعیت سے تو ویسے ہی محروم ہیں، مگر کہیں معمولی جھک رہے بھی
تو وہ شرک و بدعت کے دبیز پردوں کے نیچے دب گئی سہا اور علوسے
بکھیر اور غن غداؤں کی اکس پر ہر طرف سے خوب لپائی ہو چکی ہے لہذا ان
صحیح بات کی قبولیت کی سرے سے کوئی ترقی نہیں“ ملہ

مزید غلط و غضب میں آکر یوں نکلتے ہیں :-

”رہا مولفہ ذکر یا پھر کا یہ بعد کہ یہ بتا رہی روزی کا معاملہ ہے تو یہ ایک اہم مقام
خیال ہے کہ چونکہ علماء حق کا وہ طبقہ جو لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد سے پہلے گزر چکا
ہے کیا وہ روزی نہیں کما آتھا؟ اور کیا آج بھی علماء حق کا ہر فرد لاؤڈ اسپیکر کا
استعمال کرتا سہا اور دوس ہی دیتا ہے تبھی اس کو روزی نصیب ہوتی ہے؟
کیا وہ حضرات جو نہ تو درس دیتے ہیں اور نہ مکتبہ الصلوٰۃ کھول کر تہ میں وہ
روزی نہیں کما سکتے؟ کیا سنے اس کے کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ صحیح اور غلط
دینی خدمت سے تو آپ لوگ ویسے محروم ہیں جس کو ہر عقلمند اور منصف مزاج
آدمی تسلیم کرے گا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اور اپنی گنڈازی
بتلانے کے لئے روزی کما سنے کا یہ ڈھنگ آپ لوگوں نے اختیار کر لیا ہے
کہ چٹا ہلکا کرڈ کرڈ اور دود شریعت اور ظہری طرز کی نعمتیں پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں
کو پتہ چلے کہ مسجد میں کچھ جو رہا ہے اور گیارہویں اور عرس وغیرہ میں لوگوں کو
مغضب دے دے کہ اس کا ردوائی گواہی روزی اور علوسے ملے دے کا
فریاد بنا رکھا ہے اور طعنہ اہل حق کو دیا جا رہا ہے کہ یہ بتا رہی روزی کا معاملہ

ہے۔ سچ ہے کہ چھاتی سننے کو یہ طعنہ دیا کہ تیرے ساندرد و سوادخ ہیں اور اپنی بیڑے خبری نہیں کر سکتے سوادخ ہیں۔ ۲۔ سنہ

سرفراز صاحب کے اس سبب و شتم اور غیظ و غضب کے باوجود بھی یہ سوال تو تشنہ ہی رہا کہ اگر نمازیوں کی نماز میں غفل سے استراحت تصور ہے تو آپ سمجھ میں دحض اور دکرس بھی چھوڑ دیں لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ بہر حال آپ کی روزی کا معاملہ ہے۔ ان چند مثالوں سے قارئین کو کرام پر سرفراز صاحب کے دلائل کا آئنا باوجود اوجھ کرنے کے بعد اب ہم اصولی مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

موضوع بحث

کسی مسئلہ میں موضوع کی تعین کسی سے کی جاتی ہے کہ نقطہ بحث متعین ہو جائے اور غلط بحث، کج روی اور نزاع لفظی میں وقت ضائع نہ ہو۔ رسالہ ذکر بالجہر کے شروع میں بھی ہم نے موضوع بحث ذکر کیا تھا، اس بار پھر ہم ذرا تفصیل سے ذکر موضوع کر رہے ہیں تاکہ بعد میں آنے والے دلائل کا انطباق واضح ہوا اور جس شخص کو ساری مسائل اختلاف پروردہ موضوع کی حدود و قیود میں رہ کر گفتگو کرے، یہ ایک اصولی بات ہے اور اس پر کسی شخص کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قرآن کریم کے علوم اور اطلاق، احادیث صحیحہ کی تفسیر اور فقہاء اسلام کے اجماع سے مساجد وغیرہ میں جہتِ متوسط کے ساتھ ذکر کرنا جائز اور مستحسن ہے اور فرض نمازوں کی جماعت کے بعد متوسط اور اسے کلر علیہ کا ذکر بالجہر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سنت ہے۔

اجمالی ثبوت

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :-

ان رضع الصوت بالذکر حین یصرف الناس من المكتوبة
 کان علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 "مہاجر ملت میں معمول تھا کہ لوگ جماعت سے فارغ ہونے کے بعد
 ذکر بلیغ کیا کرتے تھے"

اور نثر المتأخرین ملازم محمدی لکھی بیان کرتے ہیں :-

وصح عن ابی الزبیر اسہ سمع عبد اللہ بن الزبیر
 یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بصوتہ
 الا علی لا الہ الا اللہ (المحدث) ۱

"حدیث صحیح عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 پھر نے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا ذکر فرماتے تھے"

اور ملازم ابن طاہرین شامی حنفی فرماتے ہیں :-

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ
 جماعت فی المساجد وغیرہا من غیر تکبیر الا ان یشوش
 جہلہم یا الذکر علی نائیا ومصلی او قارئ ۱
 "بلیغ کسی اختلاف کے تمام اگلا اور پچھلے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ
 مساجد وغیرہ میں جماعت کے ساتھ اللہ کا ذکر بلیغ کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ
 وہ جہل (مغرض) کریں اور اس سے کسی کی خیر، تلاوت یا نماز میں خلل ہو"

ملازم طحاوی حنفی نیز فرماتے ہیں :-

۱۔ صحیح بخاری ، ۱ ج ، ص ۱۱۶۵۔

۲۔ روح البانی ، ۲ ج ، ص ۱۶۳۔

۳۔ رد المحتار ، ۱ ج ، ص ۶۱۸۔

۴۔ ان احادیث کی سند اور حق پر عمل آگے متعلق الباب میں آ رہی ہے * صحیح

مشروط کر دیا ہے کہ ہر جسے کسی کی نماز، قرارت یا غینہ میں غفل واقع نہ ہو اور جماعت کے بعد جب ذکر یا لہجہ کیا جائے گا تو اس سے بعد میں ٹھننے والے نمازیوں کی نماز میں غفل واقع ہوگا۔

جماعت کے وقت غینہ یا قرارت کی بحث تولانی نہیں چاہئے اور جو ہر نماز یا عبادت میں غفل کا موجب ہوتا ہے وہ ہر مفرط ہے اور نماز کے بعد توسط آواز سے جو قلیل مقدار میں ذکر یا لہجہ کیا جائے وہ کسی کی نماز میں غفل کا موجب نہیں ہوتا چنانچہ مولوی عبدالحی بھی اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

والحاصل ان الجهر وان كان جائزاً لكن المفرط منه
منه والسر أفضل من الجهر الغير المفرط ايضاً
كيف والجهر المفرط يستلزم مفاسد منها
ايقظ النيام ومنها شغل قلوب المصلين وهو
يفضي الى سهرهم ومنها ترك الخشوع عما ينبغي الى
غير ذلك من المفاسد

”حاصل کلام یہ ہے کہ ذکر یا لہجہ اگرچہ جائز ہے لیکن ہر مفرط ممنوع ہے اور ذکر یا سر غیر مفرط سے بھی افضل ہے، ہر مفرط کے بہت سے مفاسد ہیں جن میں سے ایک سو قلوب کو جگانا، دوسرا نمازیوں کی توجہ مشغول کرنا جس کے سبب وہ سوہو میں مبتلا ہوتے ہیں، تیسرا خضوع اور خشوع کا ترک کرنا وغیرہ“

مولوی عبدالحی ذکر یا سر کے عامی ہیں، وہ اسی کو افضل قرار دیتے ہیں لیکن ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے کہ جس جریر غینہ اور نماز میں غفل کے مفاسد مترتب ہوتے ہیں وہ ہر مفرط ہے اور ہر متوسط کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

نیز اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنا عمدہ راستہ
میں صحابہ کرام معمول تھا اور بعد میں اگر نماز میں غلطی واسطے لوگ جہر متوسط کے بعد نماز
پوری کرتے ہیں اس دور میں بھی ہوتے تھے اور آج تک امت ایام تشریف میں وہ جو بپا
پانچوں نمازوں کی جامعیت کے بعد ذکر الجہر کرتی چلی آ رہی ہے یہ کبھی کسی کی نماز میں غلطی
واقع نہیں ہوا، اس کا یہی سبب ہے کہ یہ ذکر جہر متوسط کے ساتھ ہونا ہے اور
اس کے کسی کی نماز یا عبادت میں غلط واقع نہیں ہوتا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جہر غلطی کا باعث ہے وہ جہر مفروض ہے جس کے
ہم قائل نہیں ہیں اور جس کے متبادل میں (یعنی جہر متوسط) وہ باعث غلط نہیں ہے۔ احادیث
صحیحہ اور فقہاء اسلام کی عبارات سے اس پر کوئی تصریح نہیں لائی جا سکتی کہ جہر متوسط سے
عبادات میں غلط واقع ہونا ہے یا وہ ممنوع ہے، احادیث اور عبارات فقہانہ میں جس
جہر کو منع کیا گیا ہے وہ صرف اور صرف جہر مفروض ہے یا جہر مخلوط بالیاء۔

ذکر بالجہر اور قرآن کریم

قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما کی گئی ہے اور اسلام کی تمام ہدایات کا منہ قرآن کریم ہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مسئلہ اور ہر چیز کے متعلق قرآن کریم میں تفصیل اور تبیین سے مزین حکم موجود ہے، عام طور پر قرآن مجید میں اصول و مطلقہ بیان کئے گئے ہیں اور اعمادِ دین میں ان کی تفصیل اور تبیین کر دی گئی ہے چنانچہ اس کے بے شمار نفاذ موجود ہیں جن کی تفصیل میں جا کر ہم کلام کو طول دینا نہیں چاہتے۔

اطلاق اور عموم سے ثبوت

قرآن کریم میں ذکر کے بارے میں علوم اور اطلاق کے ساتھ احکام بیان کئے گئے مثلاً فرمایا **اذکروا اللہ ذکرا کثیرا** البتہ واللہ تعالیٰ کا کبریت ذکر کرنا اور ذکر کے علوم اور اطلاق میں ذکر بالجہر بھی شامل ہے نیز اصولِ خفیہ میں مقرر ہے کہ احکام میں مطلق کو اپنے عموم پر دکھانا سببِ اور اس اصول میں اتنی شدت ہے کہ اگر حدیث صحیح بھی کسی آیت کے اطلاق کے مزامم ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا چنانچہ **آخر ما استیسر من القرآن** میں ہمارے فقہار نے قرأت کے اطلاق کو حدیث صحیح کے وار د ہونے کے باوجود سورۃ فاتحہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

حضرت مجتہد کی عبارت سے معالطہ آفرینی

درسِ نظامی کا ایک عام طالب علم بھی اس اصول سے ناواقف نہیں ہے لیکن سرخاز صاحب نے اپنے گردیٰ منصب اور جہر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے عمناء کے سبب اس اصول کا بھی انکار کر دیا اور حضرت مجتہد العتہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذیل عبارت سے اس اصول سے انحراف کی مذہوم سمی کی ہے حضرت مجتہد العتہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

• واگر دلیہ تہمید ائشود کہ از ذکر عدد ساکت باشد و مطلقا مجوز باشد
اور نقل بہ جہت آن اصل بابر کردہ بر مقتدیکہ در روایات دیگر واقع شدہ است

واز مطلق مقید ہر ادبایدہ داشت و ہر مقرر برائینین یا ثلث باید نمود چہ علی ہر خفیہ
 اگر چہ در اصول مطلق و ایراد مطلق مسیگہ نذرند و بر مقید حمل نمک کنند اما در روایات
 حمل مطلق بر مقید جائز داشتہ اند بلکہ لازم دانستہ ہے
 "اگر کسی روایت فقہیہ میں محدود کا ذکر نہ ہوا اور وہ فاضل نماز کی جماعت کے
 علی الاطلاق حجاز پر ولایت کرتی ہو تو اس روایت کو مقید پر محمول کیا جائے
 گا اور اس سے مزاد دو یا تین آدمیوں کے ساتھ جماعت کا حجاز ہو گا کیونکہ
 علماء چنفیا اگر چہ اصول میں مطلق کو مقید پر حمل نہیں کرتے لیکن روایات فقہیہ میں مطلق
 کا مقید پر حمل نہ صرف جائز بلکہ لازم قرار دیتے ہیں۔"

واقصر ہے کہ فاضل کی جماعت میں فقہار کی مختلف عبارات ہیں بعض میں
 مطلق حجاز کا قول ہے اور بعض عبارات میں یہ تصریح ہے کہ دو یا تین آدمیوں کے ساتھ
 فاضل کی جماعت جائز ہے ورنہ نہیں۔ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ جن روایات
 میں مطلق حجاز کا قول ہے ان کو بھی اسی تعداد پر محمول کیا جائے گا کیونکہ روایات فقہیہ میں
 اصناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز ہے البتہ اصول یعنی کتاب و سنت میں
 مطلق کو اپنے خاص اطلاق اور علوم پر رکھیں گے اور ہم نے جس اطلاق سے استدلال کیا ہے
 وہ روایات فقہیہ کا اطلاق نہیں، قرآن کریم کا اطلاق ہے چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی
 بھی لکھتے ہیں:-

"اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکروا اللہ

ذکرا کشیدہ مطلق کی فرد میں جو ہر امور ہے۔"

اب سرفراز صاحب کے اس طنز پر جلد کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ:

"حضرت مجدد صاحب کی اس عبارت سے مؤلف مذکور کا یہ غلط بھی

رفق ہو جائے کہ وہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھ کر اپنی گاڑی چلانے پر مصروف ہے
 ثابا قارئین سے پر اب واضح ہو گیا ہو گا کہ مغالطہ کھانا یا مغالطہ دینا کس کا کام ہے؟

التزامی ثبوت

علوم اور اطلاق کے علاوہ ذکر بالجملہ کا التزامی ثبوت بھی قرآن کریم سے ملتا ہے
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُ
 ۞ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی مسجد میں اس کے ذکر
 سے منع کرے ؟

اس کے تحت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-
 ۞ ظاہر ہے کہ منع ذکر بدون اطلاق ذکر ممکن نہیں اور اطلاق بدون جملہ
 غیر مقصود ہے ۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ كُنْهَ كِتَابِكُمْ كِتَابُكَ

انہیں حضرات قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ذکر بالجملہ کی نفی پر استدلال
 کرتے ہیں ۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمَعْتَدِينَ
 ۞ اپنے رب سے عاجزی اور آہستہ آہستہ دعا مانگو اور بے شک اللہ تعالیٰ
 حد سے تمہارا ذکر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

نوعت حکم الذکر بالجملہ نے دعوت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس
 آیت سے ذکر بالجملہ کے عدم حجاز پر استدلال کرتے تھے اور دلیل یہ دی ہے کہ چونکہ حضرت
 عبداللہ بن مسعود ذکر بالجملہ کے مخالفت تھے، پس ثابت ہوا کہ ان کا استدلال اسی آیت

تھا، سبحان اللہ! ۛ

بریں نقل و دانش سب بید گریست

انوارِ ماطعہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

” دوسری روایت اس طرح ہے کہ وہ لوگ ذکرِ اللہ جہراً کرتے تھے اس لئے ان کو نکال دیا سو اس کی وجہ یہی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذکرِ جہر کو مخالفِ شرع سمجھتے تھے جیسا کہ کتبِ فقہ سے روایت آتی ہے و لہٰذا جہرِ قرآن کی آیت سنہ گزاشتے ہیں ادعوا ربکم تضرعاً و خفياً اور حدیث کتاب الجہاد بخاری ج ۱ ص ۴۲ کی جواہر موثقی اشعری سے روایت ہے، پیش کرتے ہیں کہ وہاں بلند آواز سے لا اِطْلَالُ اللّٰہ، اللّٰہ اکبر کہتے تھے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطارِ شاد فرمایا اربعوا علی انفسکم انکم لاتدعون اصم و الاغائب انہ معکم انہ معکم قریب یعنی نرمی کرو اپنی جانوں پر، تم کسی غائب اور بہرے کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے، مناسبت ہے، پاس ہے۔ اس سے بعض صحابہ سمجھ گئے کہ ذکرِ جہر منع ہے، اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان لوگوں کو منع فرمایا ۛ

انوارِ ماطعہ کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

” اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود نے اس آیت اور اس حدیث شریف سے ذکرِ الجہر کو قرآن و حدیث کے خلاف سمجھ کر اس سے منع فرمایا ہے ۛ

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود کی عالمِ تفسیر میں دسترس اور مہارت پر طویل

ۛ انوارِ ماطعہ ، ص ۴۸ -

ۛ علم الکلام ج ۱ ، ص ۱۹ -

عبارت تھی چنانچہ یہ ظاہر کیا ہے کہ جب اسے عظیم مفسر صحابی نے اس آیت سے ذکر
بالجمر کو ناہان قرار دیا ہے تو اس کے عدم جواز میں کیا شک رہ جاتا ہے ؟

یہ سب اپنی جگہ تسلیم ہے لیکن کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت بھی تو ہو کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود اس آیت سے ذکر بالجمر کے ممنوع ہونے پر استدلال کرتے تھے
محض ایک مفروضہ پر اتنی بڑی عمارت قائم کر لینا خود قرہی سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ذکر بالجمر کرنے والوں کو مسجد سے
نکال دیا تھا تو اس کی پروری تحقیق انشاء اللہ اسی کتاب میں اپنی جگہ پر آجائے گی۔ اس طرح
امام اعظم کے ہاں سے میں بعض کتب فقہ سے یہ نقل کرنا کہ انہوں نے ان جگہوں (جہاں
بالخصوص شارع علیہ السلام سے ذکر بالجمر ثابت ہے) ذکر بالجمر کو مکروہ قرار دیا ہے اس
کی مفصل بحث بھی ایک مستقل عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

اب ہر آپ کے سامنے 'الماویٰ عفاؤہی' سے علامہ سیوطی کی عبارت پیش
کرتے ہیں جو انہوں نے اس آیت کے جواب میں پر رقم فرمائی ہے، فرماتے ہیں :-
قلت الجواب عنه من وجهين احدهما ان
الراجح في تفسيره انه تجاوز المأمور به او اختراع
دعوة لا اصل لها في الشرع وبؤييده ما اخرج
ابن ماجة والحاكم في مستدرکه وصححه عن
ابي نعامة رضى الله عنه ان عبد الله بن مغفل سمع
ابنه يقول اللهم اني اسئلك القصر الابيض عن
يمين الجنة فقال اني سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول سيكون في هذه الامة قوم يعندون
في الدماء فهذا تفسير صحابي وهو اعلم بالمراد الثاني
على تقدير التسليم فالآية في الدماء لا في الذكور الدماء
بخصوصه الاصل فيه الاسرار لانه اقرب الى الاحباب

ولساقوله تعالى اذ نادى رب سدا رخصيا من مش
استحب الاسرار بالاستعاذه في الصلوة اتفاقا
لانها دعاء له

” اس آیت کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کی راجح تفسیر یہ ہے
کہ اس آیت میں اعتداس سے مراد ایسی دعا لگنا ہے جس کی شریعت میں کوئی
اصل نہ ہو چنانچہ ابن ماجہ اور ماہم نے مندرجہ صحیح سے روایت کیا ہے عبد اللہ
بن مفلح نے اپنے بیٹے کو دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! مجھے جنت کی دائمی
طرف سفید عمل عطا فرما، یہ سنکر عبد اللہ بن مفلح نے کہا کہ میں نے حضور سے
سننا ہے کہ معتق یہ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعائیں تیار کر
کر یہی گناہ اور یہ کچھ معافی رسول کی تفسیر ہے اس لئے راجح ہے دوسرا
جواب یہ ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں وارد ہے نہ کہ ذکر کے بارے
میں اور بے شک دعائیں اصل ہی ہے کہ ہستہ مانگی جائے کہ کچھ وہ
قبولیت کے زیادہ قریب ہے یا س لئے اللہ تمنا کے لئے فرمایا اذ نادى
رب سدا رخصيا اور نماز میں اعوذ باللہ کو بھی اسی سبب سے بالاتفاق
آہستہ پڑھا جاتا ہے۔“

علامہ سیوطی نے دو اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں، اول یہ کہ قرآن کریم کی معتبر تفسیر
وہ ہے جو صحابی رسول سے منقول ہے اور حضرت عبد اللہ بن مفلح نے اس آیت میں
اعتداس سے دعائیں تیار کر کو کچھ سہوار دوسری یہ کہ یہ آیت دعا کے بارے میں وارد
ہے اس کا ذکر سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اس آیت
کا ترجمہ دعا ہی سے کیا ہے اور مولانا عبدالحی نے بھی ساتھ المکرر (ص ۶۰) میں یہی دو
جواب پیش کئے ہیں۔

وَأَذْكُرُكَ بِكَ فِي نَفْسِكَ كِتَابُكَ

وَأَذْكُرُكَ بِكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً وَدُونَ الْجَهْرِ
مِنْ الْقَوْلِ -

”اور ذکر کرنا اپنے رب کا عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے نہ کہ جہر سے“
رسالہ ذکر بالجہر حصہ اول میں اس آیت پر مفصل بحث کی گئی ہے اور اس کے متعدد
جوابات دئے گئے جن کے ذمہ سے سرفراز صاحب عمدہ ہر آئے ہو سکے این جوابات
کا خلاصہ یہ ہے کہ مفسرین کرام نے اس آیت میں ذکر سے وعظ و نصیحت قرار دے کر قرآن
تبییح و تمہیل اور نماز وغیرہ کو بالعموم مراد یا سب سے چنانچہ یہ آیت قنازہ فیما ذکر کے ساتھ
خاص نہیں ہے اور جس طرح باقی امور معتدل جہر کے ساتھ جائز ہیں، اسی طرح ذکر بالجہر
بھی جائز ہے۔ دوسرے جواب یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کو نماز کے ساتھ
خاص کر دیا ہے اس لئے اس کا زیر بحث ذکر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب اس آیت کی حریفین کے لئے چند اور جواب پیش خدمت ہیں۔
اول - حافظ ابن کثیر اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور اس وقت
نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے
تھے اور مشرکین مکہ قرآن کی آواز سن کر قرآن اور صاحب قرآن کو سب و ظلم کیا کرتے
تھے اس سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ نماز میں آہستہ آواز سے
قرأت کیا کریں تاکہ مشرکین قرآن اور صاحب قرآن کی شان میں بے گروئی نہ کر سکیں، اس کا
مفاد یہ ہے کہ اختلاف کا حکم مشرکین کی بے گروئی کی علت پر مبنی تھا اور جب وہ علت نہ رہی
تو حکم بھی نہ رہا، اس لئے اس آیت سے ذکر بالجہر کے خلاف استدلال ماقط ہو گیا
اسی منہج کو بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں ۱۔

انہما مکیت کایت الاشراء ولا تجہر بصلوات
لا تخافت بہا وقد نزلت حین کان النبی صلی اللہ

عليه وسلم تَجَهَّرَ بِالْقُرْآنِ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ
فَيَسْبُونَ الْقُرْآنَ وَمَنْ أُنْزِلَ فَاْمُرْ بِتِلْكَ الْجَهْرِ
سَيُذْذِرُكَ كَمَا ذَهَبَ عَنْ سَبِّ الْأَحْمَسَامِ لَذَلِكَ
فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَسْبُونَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَقَدْ نَالَ هَذَا الْمُعْتَفَى
وَإِشَارًا إِلَى ذَلِكَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي تَفْسِيرِهِ عَلَيْهِ

”یہ آیت تائیدِ اسرار کی طرح مکی ہے اور اس وقت نازل ہوئی جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جہراً قرأت کیا کرتے تھے اور مشرکین قرآن کی آواز سن کر
قرآن اور صاحبِ قرآن پر سب و شتم کرتے تھے، اس سبب سے آپ کو جہر
تَرْک کرنے کا حکم ہوا جس طرح قرآن کریم نے بتوں کو بھی سب و شتم کرنے سے
اس لئے روک دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو گالیوں دیں اور اب چونکہ یہ سبب
نہیں رہا اس لئے ذکر بالجہر باؤس ہے، اسی بات کی طرف ابنِ کثیر نے بھی
اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے“

تائی، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زوالِ وقت کے بعد اخفا کا حکم ہے جیسا کہ اب بھی دن
کے اوقات میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے اس لئے ذکر بھی آہستہ ہی ہوا، اس کا
جواب یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کو نماز کے ساتھ خاص رکھا ہے اس
لئے مطلقاً اخفا کو بھی اختیار کیا جائے تو ہمیں مفسر نہیں ہے چنانچہ حافظ ابنِ کثیر
لکھتے ہیں :-

فَمَنْ أَمَرَ بِالذِّكْرِ فِي الصَّلَاةِ كَمَا تَقْدُمُ أَوْ فِي
الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْأَنْصَاطَ إِذَا ذَاكَ
أَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ بِاللِّسَانِ سِوَا رَكَاتٍ مَرَّةٍ

اوجھڑا

”پھر اس آیت میں سے مراد نماز یا خطبہ میں ذکر ہے جیسا کہ پہلے ادا لگ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر زبان سے ذکر کی بجائے خاموشی بہتر ہے خواہ ذکر سُر ہو یا ہرّ“

ٹائٹل - اور اگر اس ذکر کو نماز اور غیر نماز کے علم احوال پر محمول کیا جائے تو اس آیت میں ہر کی نئی جہر مفرط پر محمول ہے چنانچہ حافظ ابی کثیر دون الجہر من القول کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وهكذا يستحب ان يكون الذكر لا يكون فوارا

جہڑا بلیغاً

”مستحب ہے کہ ذکر چرخ و پکار اور جہر مفرط کے طریقہ پر نہ ہو“
اور مودة المفسرین علامہ آلوسی و اذکر و بک فی نفسک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-
والمراد اذکره متضرعاً مقتصداً

”مراد یہ ہے کہ آپ اللہ تبارک کا ذکر عاجزی اور متوسط آواز سے کیجئے“
اور دون الجہر کے تحت فرماتے ہیں:-

والمراد بالجہر رفع الصوت المفرط وبما دونه
نوعاً اخر من الجہر

”جہر سے مراد آواز کو بہت زیادہ بلند کرنا ہے (یعنی جہر مفرط) اور دوسری قسم سے ہر کی دوسری قسم (یعنی جہر متوسط) مراد ہے“

۱۔ تفسیر ابی کثیر ۲ ج ۱ ص ۲۴۲ ، ۲۸۱-

۲۔ ایضاً ۲ ج ۱ ص ۲۸۱-

۳۔ روح المعانی ۹ ج ۱ ص ۱۵۳-

۴۔ ایضاً ۹ ج ۱ ص ۱۵۳-

اور مولوی کشیدہ احمد گنگوہی لکھتے ہیں :-

”دون الجہس بھی جہری ہے کہ اوٹی درجہ ہے“ ملے

اور مولوی اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”ماصل ادب کا یہ ہے کہ دل اور ہیئت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ہو یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر متدل ہو اور جہر فی نفسہ منوح نہیں ہے جن مدیون میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے مفرط ہے“

نیز اسی صفحہ پر سائل السکوک کے تحت لکھتے ہیں :-

”واذا ذکر ربك في نفسك تضرعا وخفية ودون الجہس

من القول، اول ذکر مخفی ہے اور جہر متدل ہے“ ملے

اور مولوی شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”اس ملے زیادہ جملہ سے کی ممانعت آئی ہے۔ دھیمی آواز سے سر یا جہر اخلا کا ذکر کرے تو خدا اس کا ذکر کرے گا“

حافظ ابن کثیر سے لے کر مولوی عثمانی تک تمام مستند اور فریقین اہل سنت کے مسلم اکابر کی عبارات سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت میں جہر کی نفی سے جہر مفرط مراد ہے اور جہر متوسط بہر حال جائز ہے۔

رایع۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اس وقت جہر آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح اس کی تلاوت میں حرج واقع ہوگا اور یہ بالکل اتفاقی چیز ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی

ملے فتاویٰ رشیدیہ، کول، ص ۲۱۳۔

ملے بیان القرآن، ۱ ج، ص ۳۶۴۔

عہ اوٹی درجہ سے گنگوہی صاحب کی کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے ۱۲

تحریر فرماتے ہیں :-

ان جماعة من المفسرين منهم عبد الرحمن بن زيد
بن اسلم شيعي ما لك وابن جرير حملوا الآية على
الذكر حال قراءة القرآن وانه امر له بالذكر على هذه
الصفة تعظيما للقرآن ان ترفع عنده الاحصوات ويقويه
اتصالهما بقوله و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا
مفسرین کی ایک جماعت جس میں امام مالک کے استاذ عبد الرحمن بن زید
اور ابن جریر شامل ہیں اس طرف گئی ہے کہ واذ کو ربك کا علم قرأت
قرآن کے حال پر محمول ہے تاکہ قرآن کی تعظیم اور تلاوت کے وقت کسی کی آواز
بے حد ہو۔

اور جب یہ آیت تلاوت قرآن کے ساتھ خاص ہوگی تو اس کا موضوع بحث
ذکر کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہا۔
فاس - بعض صوفیہ کرام کی تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو بہتہ آہستہ
یاد کرنے کا حکم حضور کے ساتھ خاص ہے اور امت کے باقی افراد جن کا وہ ہیں منتشر
اور دل مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا رہا ہے انہیں ذکرِ جبر کے ساتھ ہی کرنا چاہیے
چنانچہ علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں :-

ما ذكره الصوفية ان الامر في الآية خاص بالنبي
صلى الله عليه وسلم الكامل المكمل و اما غيره
ممن هو محل الوسوس و الخواطر الردئية فامور
بالجهر لانه اشد تاثيرا في دفعهما عنه

”موفیاً پر کام لے کر کہا کہ اس آیت میں استخفا کا حکم حضورؐ کے ساتھ خاص ہے
 کیونکہ آپؐ کامل اور مکمل ہیں اور آپؐ کے علاوہ دوسرے لوگ جن کا وہ ہن شتر
 رہتا ہے ان کو چہر کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم ہے کیونکہ پریشاں خیال کے لئے
 ہر مریض شدید تاثیر ہے“

جن جوابات کا ہم ذکر کر چکے ہیں مولانا عبدالحی نے بھی ان جوابات کا ذکر کیا ہے
 ”تا ئید و تقویت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جوابات کو بھی ذکر کر دیا جائے
 مولانا لکھتے ہیں :-

احد ما ذهب اليه السادة الصوفية بدليل لاح
 ليعروا ان لم يظهر لنا من ان هذا الخطاب خاص
 بالنبي صلى الله عليه وسلم فلا يدخل فيه
 غيره وثانيها ان هذا الامر ليس للاقتراض والوجوب
 حتى يحرم هذه او يكفره بل هو امر ارشادي
 ميرشدك اليه قوله تعالى تضرعاً وخفية وثالثها
 ان هذه الالوية محمولة على سامع القرآن كما يدل
 عليه اتصال بقوله تعالى واذا قرئ القرآن
 فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون فالمعنى
 اذكر ربك ايها المنصت في نفسك تضرعاً وخفية
 وكذا اخرجه ابن جرير ابو الشيخ عن ابن زيد ---
 فلا دلالة في الآية على منع الجهر ورابعها ان هذه
 الآية متدل على اثبات الجهر الغير المعفوط لا على
 منع بناء على ما ضربه الامام الرازي في تفسيره من ان
 قوله اذكر ربك في نفسك معناه اذكر خفية وسراً
 ومعنى قوله ودون الجهر المعفوط والمراد منه ان يقع

الذکر بحیث یکون بین المخافت والجهر كما قال
الله تعالى ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها
وابتغ بین ذلك سبیلا وعلى هذا تدل الآية
على جواز السمر والجهر کلهم ما وافضلیت السمر للتعزیر
والخیفۃ سلم

• جواب اول، صوفیہ کرام نے یہاں پہلے کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ خاص ہے اور اس کی دلیل انہیں کو معلوم ہے۔ جواب ثانی، یہ امر قرینیت
یا وجوب کے لئے نہیں ہے کسی کہ اس کی ضد منکر وہ یا حرام ہو بلکہ یہ امر ارشادی
ہے جیسا کہ تفسیر سے مجاہدین آتا ہے۔ جواب سوم، یا آیت قرآن سنئے فلسفہ
کے لئے ہے جیسا کہ اس کے ساتھ ہی حکم ہے اذ اقرب القرآن فاستمعوا
لہ، مطلب یہ ہے کہ قرآن سنئے وقت دل میں اللہ کو یاد کرو بخوار اور جہیز اس
آیت کی جہ سے ممانعت پر دلالت نہ ہوئی۔ جواب چہارم، یہ آیت جہز متوسط کے
جواز پر دلالت کرتی ہے مگر اس کے منع پر چنانچہ پیام رازی نے و اذ کبر
وبک فی نفسك کی تفسیر میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہمتا ہمتا یاد کرو
اور دونوں الجہز کی تفسیر میں فرمایا جہز متوسط کے ساتھ یاد نہ کرو اور مطلب یہ ہے
کہ سرد اور جہز متوسط کے درمیان یعنی جہز معتدل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جیسا کہ
فرمایا ولا تجهر بصلوٰتک ولا تخافت بها لئلا یأتی سر
اور جہز دونوں کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور خوف اور عاجزی کی بنا پر بہتر
افضل ہے (اور دوسری وجہ کثیر سے جہز افضل ہے، مسندی)۔

مفسر اصحاب اور دیگر مفسرین حضرات کی جو دو معرکہ الامارہ میں ہیں وہ
قرآن کریم کی روایتیں ہیں جن سے وہ متوسط جہز کے خلاف استدلال کی شہید کرتے ہیں،

ہم نے قادیان کے کرام کے سامنے مختیار اور مستند علماء اور مفسرین میں سلب کی چیز
 سے لے کر فرقہ پرانیوں کے مسلم مفسر جناب تھانوی، در عثمانی صاحب تک کے حوالوں سے
 ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ان آیات کو جہنم متوسط کے خلاف نہیں
 سمجھتا، ہمارا کام اتنا ہی تھا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان کی توفیق اور ان کی فرمائے وما دلت
 علی اللہ بعزیز۔



ذکر بالجہر اور احادیث

کسی مسئلہ کی تحقیق اور نتیجہ کے لئے قرآن کریم کے بعد احادیث رسول پر استناد کیا جاتا ہے، رسالہ ذکر بالجہر (حصہ اول) میں اس موضوع پر پہلے قرآن کریم سے اور اس کے بعد احادیث سے دلائل پیش کئے گئے تھے، مولوی سرفراز صاحب نے اپنے رسالہ حکم الذکر بالجہر میں قرآن کریم کی آیات سے استدلال پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات ہم پیش کر چکے ہیں، اب ہم ان احادیث کی تحقیق شروع کرتے ہیں جن کو ہم نے رسالہ ذکر بالجہر (حصہ اول) میں ذکر کیا تھا اور اس ضمن میں سرفراز صاحب کے اعتراضات کے جوابات بیان کریں گے فنقول وبالله التوفیق۔

حدیث ابن عباس

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں :-
 ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم
 وقال ابن عباس سمعت اعلما اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته

”عہد رسالت میں معمول تھا کہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ان کے ذکر بالجہر کو سنا کہ جہاں لیتا تھا کہ جامعیت ہو چکی ہے“

یہ حدیث اپنے مفہوم اور دلالت کے اعتبار سے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے
جواز پر نیز اس کے سنوں اور سبب ہونے پر بالکل واضح دلیل ہے اور ایسی صحیح و مزید اور
معتبر حدیث کے ہوتے ہوئے ہمیں یہ دیکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ کوئی شخص
اس کے خلاف کیا کرتا ہے۔

یاد رکھئے جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہوا اور اس کے معارض اور مخالف
کتاب و سنت میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح
دین ہے اور کوئی شخص اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ
حدیث صحیح کے خلاف کوئی بات شخص اپنی رائے سے بلا دلیل گستاخو تو صحیح اور مزید حدیث
کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی چاہیے اور راہ استقامت سب سے
بعد کا کوئی شخص علم و فضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا اور
جب اصول یہ ہے کہ قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے
مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دینا چاہیے تو سوچئے جن کی حدیث کے خلاف صحابہ کی
بات بھی مبنی جاتی ہو تو ان کے خلاف بعد کے کسی بزرگ یا ماوشاکا کیا اعتبار ہو سکتا
ہے۔

حدیث ابن عباس کے منسوخ ہونے کا جواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اشکاف الغلط میں فرماتے ہیں کہ قرآن کی جماعت
کے بعد ذکر بالجہر کرنا عہد رسالت کا معمول تھا لیکن مزلت حکم الذکر بالجہر مولوی منیر سہروردی
صاحب اسے نہیں مانتے، کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، نسخ کے دعویٰ
پر انہوں نے دو قرائن کریم سے کوئی صاف اور مزید نص پیش کی ہے جس کا مفاد یہ ہو
کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی جماعت کے بعد ذکر بالجہر سے روک دیا ہے، نہ ہی ایسی
کوئی حدیث لائے گئے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے
بعد ذکر بالجہر کرنے سے منع کر دیا ہو یا کم از کم کسی صحابی سے ہی یہ روایت ہو کہ بعد میں
یہ عمل متروک ہو گیا تھا۔

تیسے اب دیکھیں کہ قرآن کی حاضرت کے بعد ذکرِ اہلِ کلا جو یہ معمول مقام اس کا نسخہ ثابت کرنے کے لئے صرف از صاحب نے کوئی دلیل پیش کی ہے، امام شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وما روى ابن عباس من تكبير كسار ويناہ قال
الشافعي واحسب انما جهر قليلا لئلا يطلع الناس
منه الخ مله

”اور حضرت ابن عباس کی یہ روایت کہ آپ تکبیر پڑھا کرتے تھے تو ہمارے خیال میں اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے محوِ اعرصہ ہجریا یا کہ لوگ آپ سے جہر سیکھ لیں (پھر جہر ترک کر دیا)۔

حضرت امام شافعی کی یہ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے کہ حضرت ابن عباس کی یہ روایت منسوخ ہے اور اب جہر کا حکم باقی نہیں رہا ہے۔

مرفاز صاحب نے اس حدیث کو منسوخ قرار دینے کے لئے جو زنی سے وزنی دلیل پیش کی ہے وہ امام شافعی کی رائے ہے جس کو خود امام شافعی اپنے خیال سے تعبیر کرتے ہیں، اب یہ فیصلہ خود قارئینِ کرام کر لیں کہ کیا امام شافعی کے خیال میں اتنی قوت ہے کہ وہ صحیح اور مزاح حدیث کے مزاحم ہو سکے، بچہ جانیگو اسے منسوخ کر دے۔

مرفاز صاحب نے اپنے رسالہ حکمِ انذار کے صفحہ ۲۳۱ سے ۲۳۶ تک علامہ شافعیؒ سے نفوی، کربانی اور مستقلانی کی وہ طویل عبارات نقل کی ہیں جن میں امام شافعی کے اسی خیال کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے لیکن ان تمام حوالوں کے پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ان تمام حوالوں کی نسبتاً صرف ایک ہے

اور کچھ امام شافعی کی رائے !

امام شافعی کی شخصیت، ان کی علمی وسعت اور زہد و تقویٰ، اپنی جگہ پر یہ تمام امور مسلم ہیں لیکن جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح کے خلاف کوئی بات پیش کرے تو اس سے پیش کریں گے تو اس کی شنوائی نہیں ہوگی، علم اصول میں ناسخ اور منسوخ کے قواعد و ضوابط مقرر اور مضبوط ہیں اور جب ان قواعد کے خلاف امام شافعی بعض اپنے خیال سے کسی حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کریں گے تو ہر ان کی مسلم ہرگز کے باوجود ان سے معذرت کریں گے اور جب امام شافعی خود فرماتے ہیں کہ اگر میرا کوئی قول حدیث کے خلاف ہو تو اس کو دہرا پر پھینک دو تو محض ان کے خیال کی بنا پر حدیث رسالت کے ایک معمول کو کس طرح منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے ؟

حدیث ابن عباس کے بارے میں ابن بطلال کی دلیل کا جواب

غالباً سرخدا صاحب کو بھی یہ بات کھٹکتی تھی کہ محض امام شافعی کی رائے سے حدیث کو منسوخ قرار دینے والی بات علم اور تحقیق کے میدان میں نہیں چل سکے گی چنانچہ اس صحیح اور صحیح حدیث سے جان بچھڑانے کے لئے بار و گریں لکھتے ہیں :-

”اور وہ سرخدا صاحب وہ ہے جو ایشیخ الامام ابو الحسن ابن بطلال نے بخاری کی شرح میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، صرف فرمایا کہ احتمال ہے کہ اس سے مجاہدین کی تکمیل مراد ہو جو اس وقت تک بہت تدریجی آ رہی ہے اور اس پر عمل ہے، وہ یہ کہ مجاہدین جب پانچ نمازیں پڑھ چکے ہیں تو ان کے لئے بلند آواز سے تکبیر کو مستحب ہے تاکہ وہ اپنے دشمنوں کو مرعوب کر سکیں، فرمایا کہ اگر اس پر اس حدیث کو عمل نہ کیا جائے تو بالجماع یہ حدیث منسوخ ہوگی کیونکہ علماء میں سے کوئی معلوم نہیں جو اس کا قائل ہو اور اجتماع کے مقابلہ میں کوئی وسیلہ پیش نہیں کی جاسکتی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہر حال ذکر کرنے کے لئے آواز بلند کرنا اگر جہاں تک شکل میں ہو تو پسندیدہ ہے تاکہ وہ اس طریقہ سے دشمنوں کو

مردوب کر سکیں اور اگر انفرادی صورت میں ہو تو وہ محسوس نہیں ہے، لہٰذا
ابن بطلال نے اس عبارت میں دو باتیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ جماعت کے
بعد ذکر بالجہر زاد جہاد پر معمول ہے، دوسری یہ کہ یہ حدیث بلا طبع مفسوش ہوئی
اور یہ دونوں باتیں مردود ہیں۔

پہلی بات اس لئے قابل التفات نہیں ہے کہ اس حدیث میں ایسا کوئی
لفظ نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ یہ زمانہ جہاد کا واقعہ ہے یا مجاہدین
کا معمول تھا اور نہ ہی ایسی کوئی صیح اور صریح حدیث وارد ہے جس میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے جماعت کے بعد بالجہر زاد جہاد پر منع فرمایا ہو حتیٰ کہ تطبیق دینے
کے لئے یہ کیا جملے کہ یہ زمانہ جہاد کا واقعہ ہے یا مجاہدین کا معمول تھا، اس کے
بر خلاف الفاظ حدیث سے عموم اور شمول ثابت ہے اور حضرت ابن عباس
واخلاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ جماعت کے بعد ذکر بالجہر کرنا علیہ رسالت
کا معمول تھا۔

ابن بطلال کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ علماء میں سے کسی ایسے شخص کو
نہیں جانتے جس نے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب کا قول کیا ہو، ان
کی یہ بات بھی قابل التفات ہے کیونکہ بعض اسلاف اور متقدمین نے بھی
جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان کا قول کیا ہے چنانچہ امام بدیع الزمان
صیغی حنفی لکھتے ہیں،

استدل بعض السلف علی استحباب رفع
الصوت یا التکبیر والذکر عقب المکتابۃ
”اس حدیث (حدیث ابن عباس مذکور) سے بعض اسلاف اور متقدمین

نے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب کا قول کیا ہے یہ
اس لئے اگر ایمو بطلان کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اسلاف اور متقدمین میں سے بعض علماء
نے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیا ہے تو یہ ان کے علم کی کمی اور مطالعہ
کا قصور ہے اور ان کے رجحان سے امر واقعہ نہیں بدل سکتا، باقی انہوں نے جو
یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث بالاجماع منسوخ ہوگی اور سرفراز صاحب نے بھی اس پر خوش
ہو کر اور خوش میں اگر لکھ دیا کہ ۱۔

” اس عبارت میں اس کی تفسیر ہے کہ بلند آواز سے تکبیر کہنے کا معاد
پہلے تھا اور اس کے بعد تمام شہود و معروف مذاہب کے علماء کا اس
کے منسوخ ہونے پر اجماع ہو گیا اور اجماع ایک ایسی وزنی دلیل ہے جس کے
مقابلہ میں کوئی دلیل کارگر نہیں ہے۔“

سرفراز صاحب نے یہ جو کچھ بھی لکھا ہے خلاف واقع ہے کیونکہ اس حدیث
کو منسوخ ثابت کرنے کے لئے مکبرین کے بقول میں امام شافعی کی رائے
کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اگر سرفراز صاحب کے قول میں کوئی صداقت ہے تو تمام شہود اور معروف
مذاہب کے علماء کی ایسی مرتب عبارات پیش کریں جن میں اس حدیث کے منسوخ
ہونے کی بالذات تفسیر ہو محض ابن بطلان کے اجماع کہہ دینے سے تو اجماع ثابت
نہیں ہوگا جب کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس وقت اور متقدمین میں سے بعض حضرات
جماعت کے بعد استحباب ذکر بالجہر کے قائل تھے پھر سرفراز صاحب نے جو اہل حدیث پر
ہم سرفراز صاحب کی اس بات سے متفق ہیں کہ ” اجماع ایک ایسی وزنی دلیل ہے جس
کے مقابلہ میں کوئی دلیل کارگر نہیں ہے۔“ لیکن اجماع کس چیز پر ہے؟ ذکر بالجہر
کرنے کے استحباب پر یا اس کے ترک پر؟ آئیے دیکھیں علماء کیا سمجھتے ہیں!

ذکر بالجہر پر علمائے سلف و خلف کا اجماع

امام شافعی اور احمدی سے نقل کر کے علامہ طحاوی نے ماشیہ راقی الفلاح ص ۹ میں ذکر فرمایا اور علامہ ابن عابدین شافعی نے رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۸ میں تحریر فرمایا اور سب کو چھوڑ دیجئے، علامہ نے دیوبند کے مسلم اکابرین میں سے مولوی اشرفی تھانوی نے فتاویٰ امدادیہ ج ۲ ص ۴۵ میں اور حنا کش بیلہ رحمتانی نے فتح المہم ج ۲ ص ۱۷۲ میں لکھا ہے کہ ۱۔

اجتمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر
الجماعت فی المساجد وغیرہا الایشوش
جہرہ علی نائرا و مصلیٰ او قاری۔

• تمام متقدمین اور متأخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ
ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے، لہذا یہ کہان کے جہر سے کسی کی نیند،
قلوت یا نماز میں خلل ہو۔

نوٹ :- غل کا موجب جہر مفروض ہوتا ہے، جہر متوسط سے غل نہیں ہوتا جیسا کہ
مولانا عبدالحی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

جناب تھانوی اور عثمانی صاحب کے حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ
جماعت کے بعد متوسط آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کرنا معروف ہے کہ جائز ہے بلکہ اس کے
استحباب پر تمام متقدمین و متأخرین علماء کا اجماع ہے اور اجماع واقعی ایک ایسی دلیل
ہے جس کے مقابلہ میں کوئی دلیل کارگر نہیں ہے چنانچہ اصولی طور پر جماعت کے بعد
ذکر بالجہر کا استحباب ثابت ہو گیا۔

اس طویل بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے
یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جماعت کے بعد ذکر بالجہر کا
عام معمول تھا اور اس حدیث کو صرف امام شافعی کے خیال کی بنیاد پر منسوخ نہیں مانا جاسکتا
اور بعض ابن لہٰث کا قول عدم استحباب جہر یا جماع کی شہادت بن سکتا خصوصاً جب کہ

فرقِ مخالفت کی شہادت سے بھی ثابت ہو چکا کہ اجماع دراصل مسابہ میں جماعت کے
ساتھ ذکرِ باجماع کے استقباب پر ہے نہ کہ اس کے ترک پر!

مطوِّعاً بقہ میں علامہ بدرالدین عینی حنفی کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابنِ مسعود
اور متقدمین حضرات اس حدیثِ جماعت کے بعد ذکرِ باجماع کے استقباب پر استدلال
کرتے ہیں، ان کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے اپنے رسالہ تنبیہ الکفر میں
ذکرِ باجماع کے استقباب پر آپس امارت پیش کی ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے
فرماتے ہیں:-

(الحديث الثاني والعشرون) اخبرني الشيخان
عن ابن عباس قال ان رفع الصوت بالذكر حين
ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي
صلى الله عليه وسلم
(أيسوي حديث) بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ جماعت کے
بعد ذکرِ باجماع کا معمول تھا؟

اور سب کو چھوڑ دیتے فرقہ فریق کے مسلم پیشوا مولوی اثر علی صاحب
مفتاویٰ بھی اس حدیث سے مشروعیتِ جہر پر استدلال کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:-
وعن ابن عباس ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف
الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله
عليه وسلم رواه البخاري - الا ان من مشروعيت جهر فخر
لا يخرج عنه

پس ظاہر ہو گیا کہ حدیثِ ابنِ عباس سے ذکرِ باجماع پر استدلال کرنے پر ہم تنہا نہیں

ہمیں بلکہ متقدمین اسلاف سے لے کر تھانوی صاحب تک تمام علماء اس حدیث سے
ذکر بالجرح کے جو اذراستحاب پہا استدلال کر رہے ہیں۔

حدیث ابن الزبیر

حضرت عبداللہ بن الزبیر سے ایک حدیث مروی ہے جس میں جماعت کے
بعد ذکر بالجرح کا مزید بیان ہے :-

عن عبد الله بن الزبير قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم اذا سلم من صلوة يقول بصوت
الاحلى لا اله الا الله وحده لا شريك له الحديث
رواه مسلم

” حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نماز سے قدر بخ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ... کا ذکر
کیا کرتے تھے “

سرفراز صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں :-

” انجواب : یہ روایت مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۸ میں مسلم کے حوالہ سے نقل کی
گئی ہے اور مشکوٰۃ میں بصورت الاحلیٰ کے الفاظ موجود ہیں اور وہی
ان الفاظ کی موجودگی ذکر بالجرح نفس مزید ہے لیکن مؤلف مذکور اور ان کی جماعت
کو یہاں بھی سوائے کلی ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا اولاً اس لئے کہ یہ روایت
مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ پر موجود ہے لیکن اس میں صریحاً سے بصورت الاحلیٰ
کے الفاظ ہی موجود نہیں ہیں اور نزار بھی صرف اس جہل میں ہے نفس ذکر کا
کوئی مشکوٰۃ نہیں ہے (الی ان قال) اصل بات یہ ہے کہ یہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم
ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ مشکوٰۃ میں فی طور پر ان کے متعدد اوہام ہیں مثلاً

حدیث ابن الزبیر روایتِ مسلم ہونے کی تحقیق

سرفراز صاحب نے مولیٰ المصنوعہ بات تو مان لی ہے کہ بصورتِ الاحتمالی (دُعاؤِ اذنیہ) کی موجودگی میں جماعت کے بعد ذکرِ باغیرِ ملاحظہ ثابت ہے البتہ ایک عام سطحی طالبِ علم کے انداز میں انہوں نے یہ فرض کر لیا کہ جب صحیح مسلم کے نقلاً صغیر پر الفاظ نہیں ہیں تو یہ الفاظ ہی ثابت نہیں حالانکہ اہلِ علم پر غرض نہیں ہے کہ متنِ حدیث میں اختلافِ روایات سے زیادتی اور کمی ہوتی رہتی ہے۔ مسلم شریف، شیخ ابراہیم بن محمد و ابراہیم بن یسحاق دو راویوں سے مروی ہے اور اس کے مصرعی اور ہندی متعدد نسخے ہیں اور یہ دو تخفیف جملات پر مشتمل ہے۔

سرفراز صاحب صحیح مسلم کے تمام نسخوں کا حقائقاً بالاستیعاب مطالعہ کریں اس کے بعد یہ بات سنی جاسکے گی کہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں یا نہیں، بعض مسلم شریف کے ایک باب کو دیکھ کر یہ دعویٰ کرنا کہ صاحبِ مشکوٰۃ کو مسلم کا حوالہ پیش کرنے میں قساح ہوا ہے، بعض ایک طعنہ خیال اور غرضناظر ہے جس کی اہلِ علم کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، علاوہ ازیں بصورتِ الاحتمالی کے الفاظ کو مسلم کی طرف منسوب کرنے میں صرف صاحبِ مشکوٰۃ منفرد نہیں ہیں۔

علامہ طحاوی نے بھی مائشہ مرقی الملاح ص ۱۸۶ میں ان الفاظ کو مسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے، ان کے علاوہ حنفیوں کے بکیر الممت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی ان الفاظ کو اراء الفوائد ص ۳۳ میں اور ضیاء شمس احمد عثمانی صاحب نے فتح المسلم ص ۲ میں ان الفاظ کو صحیح مسلم نقل کیا ہے اور صاحبِ مشکوٰۃ جیسے حکیمِ محدث، علامہ طحاوی جیسے زبردست فقیہ اور تھانوی اور عثمانی جیسے آپ کے سلم اکابر اس حدیث کو بصورتِ الاحتمالی کے الفاظ سے جوازِ مسلم نقل کر رہے ہیں تو آپ کے انکار کو کون سنا اور مانا ہے؟

حدیث ابن الزبیر کا دیگر ائمہ حدیث سے ثبوت

امام مسلم کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اس حدیث کو بصورتِ

الاعلیٰ کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے چنانچہ امام شافعی روایت کرتے ہیں :-

اخبرنا الربیع قال اخبرنا الشافعی قال اخبرنا

ابراہیم بن محمد قال حدثنی موسیٰ بن عقبہ عن

ابی النضر سمع عبد اللہ بن النضر یقول کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰتہ

یقول بصوت الاعلیٰ لا الہ الا اللہ واللہ اعلیٰ

" (امام شافعی فرماتے ہیں) ہم کو ابراہیم بن محمد نے بیان کیا اور ان کو موسیٰ بن

عقبہ نے ابراہیم سے بیان کیا اور انہوں نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کر کے

کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد آواز بلند فرماتے

لا الہ الا اللہ۔ (الدریث)

امام شافعی کے علاوہ ابن الحاج المالکی اور صاحب بطورخ الامانی نے بھی اپنی

اپنی تصانیف میں اس حدیث کو پوری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت

ہے کہ سرخداڑ صاحب کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :-

" حضرت عبد اللہ بن الزبیر کی اس روایت میں : بصوت الاعلیٰ کے الفاظ حضرت

امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب الامم ج ۱ ص ۱۱۰ (طبع بلاق مصر) میں نقل

کئے ہیں اور انہیں کے حوالہ سے امام ابن الحاج المالکی نے المغن ج ۱ ص ۱۰۸ (طبع

میں اور علامہ المساعی نے بطورخ الامانی کے ج ۱ ص ۱، (طبع مصر) میں نقل ہے۔ "

علامہ اطلس کے لئے گزارش ہے کہ " بصوت الاعلیٰ " کے ساتھ اس حدیث کو فراموش نہ

کریں علامہ کوئی نے بھی روح المعانی ج ۱ ص ۱۶۳ میں ذکر کر کے اس سے گراں بہہ

پر استدلال کیا ہے۔

علامہ کتب الامم ج ۱ ص ۱۳۶ (طبع بیروت) علامہ حکم الدکر ج ۱ ص ۲۶۶

ع سے اللہ تعالیٰ نقل ہے : " ما سواک " سے نقل کیا گیا ہے " سبکی

ابراہیم ابن محمد چرخ کا جواب

اس حدیث کی سند پر جرح کرتے ہوئے سرخاز صاحب لکھتے ہیں :-
 "اس حدیث کی سند علیٰ ابراہیم بن محمد واقع ہے اور حضرت امام شافعی فرماتے
 تھے کہ وہ اگر کسی بلندی سے گر جائے تو ان کے لئے زیادہ عز پر تھا نسبت
 اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے اور فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ تھے (تذکرۃ التہذیب
 ج ۱ ص ۱۵۹) لیکن یہ حضرت امام شافعی کی اجتہادی قطعی ہے کہ وہ ایسے بلندی
 کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ حدیث کے سلسلہ میں ثقہ ہے۔ کتب ۱۴۰
 الرجال میں اس پر کڑی جرح موجود ہے چنانچہ امام الجرح والتعلیل کی بی سعید
 القحطانی فرماتے ہیں میں نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کیا ابراہیم بن محمد
 ثقہ ہے؟ فرمایا حدیث میں تو ثقہ کیا ہوتا، وہی میں بھی ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد
 نے فرمایا کہ وہ قدسی (مکملہ تقدیر) معتزلی اور حنبلی تھا اور فرمایا کہ اس کی حدیث
 نہیں لکھی جاسکتی الخ" ص ۱۷

سرخاز صاحب کی تحریر لمبیں و تحریف کی بدترین مثال ہے۔ دراصل ابراہیم
 بن محمد نام کے دو نامادی ہیں، ایک ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری المتوفی ۱۸۸ھ اور
 دوسرے ابراہیم بن محمد البکیری سمعان اسلمی المتوفی ۱۸۸ھ،
 محمد الفزاری بخاری بن عقیقہ سے روایت کرتے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے بارے
 میں لکھتے ہیں :-

روی عن حمید الطویل و ابی ہریرۃ و ابی اسحق
 السبیعی و الامامش و مرسى بن عقیبة و یحییٰ بن سعید القطان
 و مالک و شعبۃ و الثوری و جماعت

ص ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱،

”ابراہیم بن محمد فراری کے مشائخ میں حمید بطولی، ابو طوالمہ، ابو اسحق البیسبی،
 ابلش، موسیٰ بن عقیبہ، یحییٰ بن سعید انصاری، مالک، شعبہ، ثوری اور
 دوسرے حضرات شامل ہیں جن سے وہ روایت حدیث کرتے ہیں۔
 اس کے برخلاف ابراہیم بن محمد اسلمی موسیٰ بن عقیبہ سے روایت نہیں کرتے
 چنانچہ حافظ ابن حجر ان کے مشائخ میں موسیٰ بن عقیبہ کا ذکر نہیں کرتے، حافظ ابن حجر
 لکھتے ہیں:-

روى عن الزهرى ويحيى بن سعيد الانصارى
 وصالح مولى التوام ومحمد بن المنكدر وموسى
 بن وردان واسحق بن عبد الله بن ابي طلحة
 وغيرهم

”ابراہیم بن محمد کے مشائخ یہ ہیں، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری،
 صالح، محمد بن منکدر، موسیٰ بن وردان اور اسحق بن عبد اللہ وغیرہ۔“
 اب جب کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ ابراہیم بن محمد فراری موسیٰ بن عقیبہ سے
 روایت کرتے ہیں اور ابراہیم بن محمد اسلمی ان سے روایت نہیں کرتے تو یہ معلوم کرنا
 آسان ہو گیا کہ امام شافعی نے اپنی سند میں جس ابراہیم بن محمد کا ذکر کیا ہے وہ فراری
 ہیں یا اسلمی اس کا کو معلوم کرنے کے لئے امام شافعی کی سند پر غور کیجئے وہ اپنی سند
 اس طرح بیان کرتے ہیں:-

اخبرنا ابراهيم بن محمد قال حدثني موسى بن عقيبته
 امام شافعي فرأته حين كان ابراهيم بن محمد في حديثه بيان ان وردان هو موسى بن عقيبته
 نے اور ابراہیم نام کے جو راوی موسیٰ بن عقیبہ سے روایت کرتے ہیں وہ ابراہیم بن محمد
 فراری ہیں نہ کہ ابراہیم بن محمد اسلمی۔

سرفراز صاحب نے تہذیب التہذیب سے جرح کا جو حصہ نقل کیا ہے وہ ابراہیم بن محمد اسلمی کے ہاں ہے۔ سچا اور نامشاعی کی یہ روایت ابراہیم بن محمد فزاری سے ہے۔ سرفراز صاحب نے کمال سبب ہاکی اور بدوینتی سے مخالفہ آفرینی کے لئے فزاری کی یہ روایت اسلمی کے سونڈھ دی اور پھر اسلمی سے متعلق جرح کا حصہ نقل کر کے اس حدیث کو کزرد کرنے کی ناکام کوشش کی، خالی اللہ المشتکی۔

اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث ابراہیم بن محمد فزاری سے مروی ہے تو آئیے دیکھیں ان کے ہاں سے میں اسرارِ حال کے نام اور باہرین حدیث کیا فرماتے ہیں۔
 مافقہ ابن جریر صفحہ ۱۱ بیان کرتے ہیں کہ ابن معین نے بخوار کہتے تھے کہ ابراہیم بن محمد فزاری ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ ثقہ، مامون اور امام تھے۔ امام نسائی نے کہا وہ امام ہیں اور ثقہ تھے۔ بخاری نے کہا کہ وہ مرد نیک، ثقہ اور صاحبِ صفت تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے، ان کو بڑی تعداد میں احادیث یاد تھیں اور وہ فقہ کے بھی ممتاز عالم تھے۔ صفیان بن عیینہ نے کہا کہ وہ امام تھے، عقیل نے ان کو امام اور ثقہ قرار دیا امام شافعی ان کی تعریف کرتے تھے، ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان کی کتاب امیر کی ترتیب پر امام شافعی نے ایک کتاب اعلیٰ کرانی۔ اسلمی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے ایک بار ایک زندقہ کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس نے کہا مجھ کو تو تم قتل کرو دو گے مگر ان ایک ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو میں نے دنیق کر کے لوگوں میں پھیلا دیا ہے ہارون رشید نے کہا اے دشمنِ خدا! تو کس خیال میں ہے؟ عبد اللہ بن مبارک اور ابو اسلمی فزاری کی تعید کی چلنی سے تیری وضع کردہ ایک ایک حدیث چھن کر کھل جائے گی۔ ابن عیینہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کو میں فزاری پر مقدم کر سکوں۔

تاجِ مرتبہ کرام نے ملاحظہ فرمایا یہ ہے وہ غلوس اور ثقہ راوی جس سے

امام شافعی نے عبداللہ بن الزہیر کی حدیث کو روایت کیا ہے اور سرخراز صاحب نے دلیل اور قیاس سے کام لے کر یہ روایت ان کے ایک اور بہنام راوی ابراہیم بن محمد اسلمی کے سر منہ دی۔

حدیث ابن الزہیر کی صحت پر ثواب

امام شافعی کی اس روایت کی سند کی تمام کڑیاں چمکھٹوس اور ثقہ ہیں اسی وجہ سے دوسرے علماء اور محققین نے بھی اس روایت پر اعتقاد کا اظہار کیا ہے اور اس حدیث کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے چنانچہ خود سرخراز صاحب کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ صاحب مدخل اور صاحب بلوغ الانانی نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے نیز عمدۃ المقتبین اور فرائد الاخرین علامہ آلوسی نے بھی اس حدیث کو فتح مخرج کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :-

وقد سمع عن أبي الزبير انه سمع عبيد الله
بن الزبير يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
إذا سلم من صلواته يقول بصوت الاعمى لا اله الا
الله (الحديث) ۱

عبداللہ بن الزہیر سے حدیث صحیح میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز
سے سلام پھرنے کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے لا اله الا اللہ...

اس حدیث کی صحت اور ابراہیم بن محمد فزازی کی ثقاہت واضح کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سرخراز صاحب کے ذکر کردہ راوی ابراہیم بن محمد اسلمی کی روایت کے پیلو سے بھی اس حدیث کی وضاحت کر دی جائے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اگر یہ حدیث بالفرض ابراہیم بن محمد اسلمی سے بھی مروی ہو تب بھی سرخراز صاحب اور ان کی جم غماہت کو یہاں کلینہ ناکامی اور تمارادی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوگا۔

ابراہیم بن محمد کی توثیق

سرفراز صاحب نے ابراہیم بن محمد کے بارے میں تہذیب التہذیب سے
اول آخر سے جرح کا حصہ تو نقل کر دیا لیکن درمیان سے ان کی تعدیل اور توثیق کا بیان صاف
چھوڑ گئے، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ابراہیم کے کھانہوں نے امانت اور دیانت کا خون کیوں اور
اور کس لئے کیا، پھر قسم بالابنہ سنت یہ ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن محمد کے بارے میں اگر کلام
کی تعدیل کے اقرار کو صرف چھوڑا ہی نہیں بلکہ اپنی عہد امت سے یہ تاثر دیا ہے کہ
ان کی توثیق اور تعدیل میں امام شافعی منفرد ہیں اور یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے چنانچہ
لکھتے ہیں :-

"اور حضرت امام شافعی فرماتے تھے ----- وہ حدیث میں تفسر تھے
لیکن یہ حضرت امام شافعی کی اجتہادی غلطی ہے کہ وہ ایسے راوی کے بارے
میں یہ فرماتے ہیں" ملے

غور فرمائیے کہ ذکر بالجرح کے بارے میں حضرت ابن عباس کی حدیث صحیحہ کو منسوخ
فرماتے کے لئے تو سرفراز صاحب بغیر کسی دلیل کے امام شافعی کی دانتے کا اعتبار
کر لیتے ہیں اور محض ان کی دانتے کو بنیاد بنا کر حدیث رسول کو منسوخ قرار دیتے ہیں جبکہ
کسی حدیث کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے لئے امام شافعی کی دانتے کو کوئی معیار
ہے اور نہ کوئی اصول اور نہ ہی امام شافعی کا یہ مقام ہے کہ وہ اپنی دانتے کے کسی حدیث
کو منسوخ قرار دے سکیں اور رواۃ کی تعدیل اور توثیق جو امام شافعی جیسے عظیم محدث کا
اصل مقام ہے اس کے مطابق جب وہ کسی راوی کی توثیق کریں تو سرفراز صاحب کہتے
ہیں کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔

بہر وقت عقل نہ حیرت این چہ بواجبی مست

ہر اصل امام شافعی کی اجتہادی غلطی ابن عباس کی حدیث صحیحہ کو اسے خیال سے

مذہب کتنا ہے نہ کہ ابراہیم بن محمد کی تبدیل اور توثیق کرنا خصوصاً جبکہ امام شافعی کی اکثر روایتیں روایات ابراہیم بن محمد سے ہی مروی ہیں۔

آئیے اب ہم ابراہیم بن محمد کی روایت کا فنی حیثیت سے تجزیہ کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد سے روایت کرنے والوں میں ابراہیم بن طمان، سفیان ثوری، ابن جریر، سعید بن ابی مریم، حافظ ابوالنعمان و حسن بن علی شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ میں نے امام شافعی سے پوچھا کہ انہیں ابراہیم بن محمد سے روایت کرنے پر کس مصلحت نے راغب کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم بن محمد کے نزدیک چھت سے گرجا جھوٹ کی نسبت زیادہ آسان ہے اور وہ حدیث میں ثقہ تھے، ابوالاحمد بن عدی کہتے ہیں میں نے ابن عقیلہ سے سوال کیا کہ کیا شافعی کے علاوہ اور کوئی شخص بھی ابراہیم بن محمد کی تبدیل کرتا ہے؟ انہوں نے جواب میں اپنی سند بیان کر کے کہا حمدان بن اسماعیل ان کی احادیث پر اعتماد کرتے تھے اور ابن عقیلہ نے یہ بھی فرمایا میں نے ابراہیم بن محمد کی احادیث کا بہت زیادہ مطالعہ کیا ہے وہ منکر الحدیث نہیں تھے۔ ابن عدی نے کہا ابن عقیلہ نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے، واقعی ایسا ہی ہے، میں نے خود بھی ابراہیم بن محمد کی احادیث کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی احادیث میں منکر روایات نہیں ہوتیں بلکہ ان کی احادیث میں منکر روایات کا ہونا ان کے شیخ یا شیخ اشج کی جست سے ہوا اور وہ فی الجملہ ان راویوں میں سے ہیں جن کی روایت لکھی جاتی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے :-

حضرت امام شافعی ابراہیم بن محمد سلمیٰ کو صادق اور ثقہ فی الحدیث کہتے تھے۔

حمدان بن اسماعیل ان کی تبدیل کرتے تھے۔

ابن علقمہ کہتے تھے ان کی کوئی روایت مشکوٰۃ نہیں۔

ابن عدی ان کو معتدراوی قرار دیتے تھے۔

سفیان ثوری، ابن جریر، ابن طہمان اور حافظ ابو نعیم جیسے مشہور حفاظ اور ائمہ حدیث ان سے حدیث روایت کرتے تھے۔

یہ خطیب ہے کہ بعض لوگوں نے ابیہیم بن محمد پر جرح بھی کی ہے لیکن امام شافعی، سفیان ثوری اور ابن جریر جیسے مشہور و معروف ائمہ حدیث اور دیگر ثقہ حضرات نے ان سے روایت اور ان کی تعدیل کی ہے تو یہ ان کی روایت کی صحت کے لئے کافی ہے اور یوں کہنے کو توہ لوگوں نے امام اعظم کے بارے میں بھی ناگفتنی باتیں کہہ دی ہیں چنانچہ تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے امام اعظم پر جرح سے متعلق صفحات کے صفحات نقل کر دئے ہیں، اب کیا اس بنا پر امام اعظم کی روایت کو بھی غیر معتبر قرار دیا جائے گا۔

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کی حجت

تاکثر ابیہیم بن محمد کی تعدیل سے مراد نظر کر کے اگر بالفرض اس پر جرح کا اعتبار بھی کر لیا جائے تو اس جرح کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ حدیث ضعیف کا نقل لیکن اس سے بھی نابین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ اول تو نفسی سلسلہ جماعت کے بعد ذکر بالجرح کرنا، حضرت ابن عباس کی صحیح حدیث سے ثابت ہرچکا ہے اور فی نفسہ ذکر بالجرح مستحب ہے اور فضائل اعمال میں ضعات کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں:-

قال العلماء من المحدثين والمفتها وغيرهم
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب
والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضعا
واما الاحكام كالاحلال والحرام والبيع والنكاح
والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا

بالحديث الصحيح أو الحسن

”علاء محدثین اور فقہار و غیر جم فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا درست ہے جب تک کہ اس کا موضوع ہونا ثابت نہ ہو البتہ جو احکام ملت و حرمت سے متعلق ہوں مثلاً خرید و فروخت یا بیعہ اور طلاق سکے احکام تو ان میں صرف حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاسکتا ہے نیز مرفور فرمائیے کہ تمام ائمہ فوٹے کے نزدیک صلوة التبیح مستحب ہے حالانکہ یہ بھی سند ضعیف سے ثابت ہے، مولانا عبدالحی لکھتے ہیں :-

وقد ذكره ابن الجوزي في كتاب الموضعات
بطريقه الى الدارقطني وقال لا يثبت موسى بن
عبد العز بن ميمون عندنا وصدق ضعیف و
موسى بن عبدة ضعيف قال يعقوب ليس بشيء
”ابن جوزی نے اس حدیث کے تمام طرق کو کتاب الموضعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ موسیٰ بن عبد العزیز ہمارے نزدیک مجہول ہے امدق ضعیف ہے اور موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے، یہ بچھٹے نے کہا وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا“

اسی طرح بیس رکعات تراویح پڑھنے پر بھی تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے اور یہ صرف سب ہی نہیں بلکہ تقریباً فقہائے سنن ہو گئے ہیں حالانکہ جس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میں رکعات تراویح پڑھنا بیان کیا جاتا ہے وہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے جس کی سند میں ابوالہیثم بن عثمان نام ایک آدمی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے اس کے بارے میں ائمہ فتن کی رائے یہ ہے :-

”شعبہ نے کہا وہ جبر تھا، ابنِ معین نے کہا وہ غیر ثقہ ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا وہ ضعیف ہے“ ملے

”امام ترمذی نے کہا وہ مسکوا الحدیث ہے۔ نسائی نے کہا متروک الحدیث ہے، ابوداؤد اور واقظنی نے کہا ضعیف ہے اور حوزہ جانی نے کہا ہاکل گما ہوا ہے“ ملے

اسی طرح غور فرمائیے کہ اگر اربعہ اور اصحابِ ظواہر سب کے نزدیک میت کے ترکہ سے پہلے قرمن ادا کیا جائے گا اور پھر اس کی وصیت پر عمل ہوگا حالانکہ جس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی وصیت سے پہلے اس کے قرمن کو ادا کیا وہ ترمذی (۳۰۹) کی روایت ہے اور شدید ضعیف کی حامل ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عمارت بن عبد اللہ الاورالمعدانی جو غایت درجہ کا ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے کہا وہ کذاب تھا۔ ابوزرہ نے کہا وہ لائق استدلال نہیں، ابوہام نے کہا وہ قوی نہیں۔ واقظنی نے کہا وہ ضعیف ہے ملے

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث کا محض ضعیف ہونا اس کے مقتضی پر عمل کے ہرگز ممانعتی نہیں ہے اور انتخاب، مسند، ترکہ اور وجوب حدیث ضعیف سے بحسب القرائن ہر قسم کے احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔

حدیث ابن الزبیر کے سلسلہ میں اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ، علامہ طحاوی، مولوی اشرف علی تھانوی اور جناب شبیر احمد عثمانی، ان تمام حضرات نے اس حدیث کو بحوالہ مسلم ذکر کیا ہے، نیز علامہ آٹوسی نے اسے ”قد صح“ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور اس کی صحت کے لئے حجت ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث کو کتب الہی

ملے ہادی لغت و ملے ۱۰ ج ۱ ص ۳۳۷

ملے تہذیب التہذیب ۱۰ ج ۱ ص ۱۴۵۰

ملے ایضاً ۲ ج ۱ ص ۱۴۶

میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابراہیم بن محمد نام کا جو راوی ہے وہ الغفراری ہے ذکر الاسلمی اور جرح اور طعن جس راوی کے بارے میں صرف از صاحب نے پیش کی ہے وہ درحقیقت ابراہیم بن محمد اسلمی ہے اور سند حدیث میں جو راوی ہے وہ ابراہیم بن محمد غفراری ہے اور اگر سند و عناد کی بنا پر اس راوی کو اسلمی ہی قرار دیا جائے تو پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ امام شافعی جیسے صاحب فن اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کی تبدیل بھی کی ہے اس لئے یہ جرح محض حدیث کے لئے مقرر نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ راوی ضعیف بھی ہو تو کیا حرج ہے کیونکہ حدیث ضعیف سے مستحب سے لے کر واجب تک تمام احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔

حدیث ابن الزبیر پر عقلی اعتراض کا جواب

فانا سرخاز صاحب کو بھی یقین تھا کہ ابراہیم بن محمد پر جرح کے سلسلہ میں انہوں نے جو مبالغہ دیا ہے وہ قائم نہیں رہ سکے گا اور اس سلسلہ میں انہوں نے الفاظ و معانی کی جو عمارت قائم کی ہے وہ جھاگ کی طرح میٹھ جائے گی چنانچہ وہ نیز ابراہیم سے ہونے لکھتے ہیں :-

”اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا وہی حرج کافی ہے جو حضرت امام شافعی نے دیا ہے کہ برائے تسلیم مقرر ہوئے حضرت مسلم بن الحجاج علیہ السلام نے باوجود ہند سے پڑھانے کے کہ اس پر ملاؤست فرمائی اور حضرت امام شافعی کے حوالہ سے یہی جواب مقرر حدیث اور حضرات فقہاء اسلام نے نقل کیا ہے“

الجواب

حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح تبدیل کے سلسلہ میں ان کی راستہ یقیناً و فخت اور اجمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول

کے مقابل میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔
سرفراز صاحب! امام شافعی تو بہت دور کی چیز ہیں اگر حدیث رسول کے خلاف
صحابہ بھی کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم و فدائہ ابی دہی کے
مقابل میں ان کی رائے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جرح و تعدیل جو امام شافعی کا میدان ہے
وہاں تو سرفراز صاحب امام شافعی کی رائے کو اجتہادی غلطی قرار دیتے ہیں اور ہرگز حدیث
اور حدیث رسالت کے معمول کے خلاف ان کی رائے کو جو فی الحقیقت ان کی اجتہادی
غلطی ہے نہ صرف خود مان رہے ہیں بلکہ دوسروں سے بھی یہ زور منانا چاہتے ہیں۔
بہر حال حکم دیکھ لو وہی دین! ممکن ہے آپ کے لئے امام شافعی کی رائے کافی
ہو لیکن ہم دامن رسالت کو چھوڑ کر کہاں بائیں اور عامی کہہ سکتے ہیں؟

یہ شبہ و شبہ پسند کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آقا ہم ہمہ راست گویم
حدیث قدسی

بخاری اور مسلم میں ایک حدیث قدسی ہے جسے مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے :-
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظن
عبدی فی وانا معہ اذا ذکر فی فی نفسی ذکرۃ فی نفسی
وان ذکر فی فی ملائکہ فی ملائکہ منہم

”حضرت ابی ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب
وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ تمنا میرا ذکر کرے تو

میں تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت کے ساتھ میرا ذکر سے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں :-

شیخ عبدالحق اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں :-

دریں حدیث دلیل است بر جواز ذکر جہر (اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے)

مرزا صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں :-

"اس میں علت جہر کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے اور اصل جگہ اسی میں ہے اور اس کے مفہوم اور اقتضائے جہر ثابت ہو رہا ہے وہ مضر نہیں کیونکہ اس سے ایسے مقامات میں جہر وارد ہے جہاں جہر ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ خود حضرت شیخ صاحب سے اس کی تشریح گزر چکی ہے اس سے ہر پرہیزگار اور ہر موقع پر جہر ثابت کرنا علی اور تحقیقی طور پر درست نہیں ہے۔ پھر قرآن کریم، معتد کتب تفسیر، حدیث شریف اور حضرات فقہاء کرام کی سابق تصریحات کے مقابلہ میں اس ضمنی اور بالقیہ ثبوت کو کون سنتا اور مانگتا ہے؟" لے

حدیث قدسی سے جہر پر استدلال کی وجوہات

مرزا صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے محض دلیلیاتی اور مصلحتی واقعہ ہے اور اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان پر اصل استدلال قرآن کریم کے عموم اور اطلاق سے ہے نیز احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ذکر بالجہر کیا کرتے تھے اور یہی عہد رسالت کا معمول تھا چنانچہ حضرت ابن عباس اور عبد اللہ بن زبیر کی احادیث کے تحت اس پر فصل بحث ہو چکی ہے اور اصل استدلال

انہیں حدیثوں سے ہے اور اس حدیث سے بھی چونکہ بقول سرفراز صاحب منہوم اور
اقتضائے جہر ثابت چور ہا ہے اس لئے تائید کے مرتبہ میں اس حدیث کو پیش کرنا
علمی اور تحقیقی اعتبار سے قطعاً صحیح اور درست ہے اور اس کا انکار سفاہت اور
عناد کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۲۔ سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اس حدیث سے اس جگہ ذکر بالجہر مراد ہے
جہاں شرفاً جہر ثابت ہے، سراسر باطل اور مردود ہے، اولاً اس لئے کہ جہر
جہر کے اور مطلق ہیں کسی دلیل میں کسی خاص جگہ کی تفسیر نہیں ہے اس لئے محض
اپنی ماننے سے ان اور مطلق کی تفسیر کو منسأ اور منسأ ہے اس بحث کی
مزید تفصیل تقاضی اور گنگوہی صاحب کے نواسے میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ ثانیاً
بر تقدیر منزل اگر یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث سے اس جگہ کا جہر مراد ہے جہاں شرفاً
جہر ثابت ہے تب بھی یہی معترضین کہہ کر ہماری بحث ناز کے بعد ذکر بالجہر میں ہے
اور یہ شرفاً ثابت ہے کیونکہ حضور نواسے کے بعد ذکر بالجہر کیا کہتے تھے۔

حدیث قدسی سے جہر پر استدلال کرنا علماء ائمہ اور علماء

(۳) اس حدیث سے ذکر بالجہر پر استدلال کرنے میں ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ دیگر اہل علم
حضرات نے بھی اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جہاز پر استدلال کیا ہے علامہ
ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

قال بعض اهل العلم يستفاد منه ان الذكر الخفي
اخضل من الذكر الجهرى والتقدير ان ذكرى في نفسه
ذكرى بشوا ابلا اطلع عليه احد او ان ذكرى في جهرا
ذكرى بتوا ب اطلع عليها الملا الاصلى له
" بعض اہل علم نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر بالجہر سے

ذکر بالستر افضل ہے کیونکہ معنی یوں ہے کہ شخص جس آہستہ ذکر کرتا ہے اس کے ثواب پر میں کسی کو مطلع نہیں کرتا اور جو جہراً ذکر کرتا ہے اس کے ثواب پر میں ملأ علی کو مطلع کر دیتا ہوں۔

افضلیت سے مراد نظر کر کے اس عبارت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ بعض اہل علم حضرات نے اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز اور استحباب پر استدلال کیا ہے اور اسے موجب ثواب گردانا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے پیش نظر ذکر خفی کو افضل سمجھا ہے مگر اس کے برخلاف دوسرے حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ اس حدیث سے ذکر خفی کی ذکر جہر پر افضلیت لازم نہیں آتی چنانچہ مولوی النور شاہ کشمیری لکھتے ہیں :-

ثم انه لا دليل فيه على فضل الذكر السري
على الجهرى والذي فيه ان الجزء من جنس عمله
فجوزي كما حصل فاذا ذكره في ملأ يد كوفي ملأ
لان هذا جزء من جنس عمله واذا ذكره خاليا
ميد كرك ذلك لكون ذلك جزءا ه لا لانه افضل
او مفضول له

”پھر اس حدیث میں ذکر بالستر کی ذکر بالجہر پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے اس حدیث سے جو بخیر میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ جنسا و عمل کی جنس سے ہوگی پس جب کوئی شخص جماعت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا جماعت میں ذکر کرے گا اور جب تنہا اس کا ذکر کرے گا تو وہ بھی اس کا تذکرہ کرے گا اس وجہ سے کہ یہ ذکر افضل ہے یا مفضول ہے۔“
اور علامہ مرقا علی نے اس حدیث میں ”فی ملأ“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

وان ذکرہ فی سلا فی جماعت جہرا
”جو شخص جماعت میں جہرا میرا ذکر کرے“

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

وہی حدیث دلیل است پر حوازی ذکر جہرا سے

”اس حدیث میں ذکر بالجہر کے حوازی دلیل ہے“

علامہ غفر اللہ عنہ علی اس حدیث کو متعدد حوالوں سے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

والذکر فی السلا لایکون الا عن جہرۃ

”جماعت میں جو ذکر ہو وہ جہر کے سوا نہیں ہوتا“

اور علامہ ابن عیویلی اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

والذکر فی السلا لایکون الا عن جہرۃ

”جماعت کے ساتھ جو ذکر ہو وہ جہر کے سوا نہیں ہوتا“

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :-

بناءً علی الحدیث ما اقتضی طلب الجہر بہ

ان ذکرہ فی سلا ذکرۃ فی سلا نہیں منہم

”ایسی احادیث بھی وارد ہیں جو جہر کا تقاضا کرتی ہیں جیسے اگر بندہ میرا

ذکر جماعت میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں“

مولانا عبدالحق مکتوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :-

سلا ارشاد اسامی (مجمع تہجد) ۱۰ ج ۱ ص ۳۱۰-

سلا ارشاد السمات ۲ ج ۱ ص ۱۸۰-

سلا قاصد فیہ ۲ ج ۱ ص ۱۸۱-

سلا الحادی للآؤسے ۱ ج ۱ ص ۳۸۹-

سلا بداعتاد ۱ ج ۱ ص ۶۱۸-

قال العلامة الجزري في مفتاح الحصن الحصين
عليه دليل حق جواز الجهر بالرد كخلاف المنع
والى ان قال، وقال السبوطي المذكور في السلا لا يكون
الا عن جهر فدل الحديث على جوازه له

” علامہ جزری نے مفتاح الحصن الحصین میں فرمایا کہ یہ حدیث ذکر بالجہر کے جواز
پر دلالت کرتی ہے برخلاف اس کے جو منع کرتا ہے اور علامہ سبوطی نے فرمایا
جماعت میں ذکر جہر کے سوانہیں ہوتا پس یہ حدیث ذکر بالجہر کے جواز پر دلالت
کرتی ہے۔“

اور سب کو چھوڑیے، اہل حق کے مقتد عالم اور حکیم الامت مولوی اشرف علی
تازہ دیکھتے ہیں۔

في الفتاوى الخيرية من الكراية والاستحسان
جاء في الحديث ما اقتضى طلب الجهر به نحو ان
ذكر في سلا ذكره في سلا خير منه

” فتاویٰ خیر میں علامہ دہلی لکھتے ہیں کہ حدیث میں دو چیز وارد ہے
جو جہر کا افتقار کرتی ہے جیسے اگر بندہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس کا
ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں۔“

مرزا صاحب! اب آپ خود ہی سوچئے کہ اس حدیث سے ذکر بالجہر پر
استدلال کرنے میں ہمت نہ نہیں ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد عسقلانی، علامہ سبوطی
شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ شبیر الدین دہلی، علامہ ابن عابدین شامی، مولانا عبدالحق کھنوی،
مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی نور شاہ کشمیری یہ تمام حضرات اسی حدیث سے ذکر بالجہر کو

استدل کرتے ہیں تو کیا یہ سب غلط کہتے ہیں؟

حدیث نسائی

عن سعید بن عبد الرحمن بن ابی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان یومر یسبح اسم ربک الاعلیٰ و قتل ما ایہا الکافرون و قتل هو اللہ اِحد و یقول بعد ما یسلم سبحان الملک لقدوس ثلاث مرات یرفع بها صوتہ ۛ

”عبدالرحمن بن ابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ اِحد پڑھتے تھے اور سلام پھرنے کے بعد تین بار آواز بلند سبحان الملک القدوس کا ذکر فرماتے تھے۔“

سادہ ذکر بالجہ میں اس حدیث کی شرح میں عبارت نقل کی گئی ہے :-
قال المظاہر هذا یبدل علی جواز الذکر برفع الصوت
بل علی الاستحباب ۛ

”علامہ مظہر نے فرمایا کہ یہ حدیث ذکر بالجہ کے حواذیکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے۔“

مرفاذا صاحب اس پر لکھتے ہیں :-

”منہایت افسوس ہے کہ مؤلف مذکور نے علامہ مظہر کی عبارت اس مقام پر لفظ ”الاستحباب“ تک نقل کی ہے اور آگے ضروری قید اور

شرط ترک کر دی ہے یہ ملہ

سرفراز صاحب کا یہ انٹوس بیٹے ہاں ہے کیونکہ علامہ مظہر کی پوری عبارت ہم نے
رسالہ ذکر بالجبر ص ۳۵ میں ارشاد ہے علامہ اور ذکر بالجبر کے عنوان کے تحت ذکر کر دی ہے
یعنی وہ پوری عبارت ہم یہاں پھر ذکر کئے دیتے ہیں کیونکہ اس عبارت کا ایک ایک لفظ
پوری تائید کرتا ہے اور انیسویں ذکر الٹی کے لئے اس میں رقی برابر بھی قائم نہیں ہے۔

قال العظمى هذا يدل على جواز الذكر برفع
الصوت بل على الاستحباب اذا اجتنب السرياء
اظهار الدين و تعلية السامعين و يعظا لهم
من مرفقة الغفلة و ايصال البركة الذكر الى مقدار
ما يبلغ الصوت اليه من الحيوان و الشجر و الحجر
و طلب اقتدار الخير بالخير و يشهد كل رطب و
يابس سمع صوت الله

” علامہ مظہر نے فرمایا کہ یہ حدیث ذکر بالجبر کے حجاز جگہ استحباب پر غفلت
کر لی ہے جبکہ ریاکاری مقصود نہ ہو تاکہ دین کا اظہار ہو، تاہم لغز کو تسبیح ہو،
خواب غفلت میں سوئے والوں کو بیداری نصیب ہو اور ذکر کی برکت سے
شجر و حجر، انسان و حیوان سب کو نفع پہنچے اور دوسروں کو اقتدار بالخير حاصل
ہو اور ہر خشک و تر چیز اس ذکر کی گواہی دے۔“

علامہ مظہر نے اس عبارت میں ذکر بالجبر کے لئے ریاکاری سے اجتناب کی شرط
کا ذکر کیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم بار بار اس کا ذکر کر چکے ہیں، اس کے بعد
انہوں نے ہر کے چہرہ و امی اور فائدہ کو کہنے ہیں :-

ملہ حکم الذکر بالجبر ، ص ۲۵۳ ، ۲۵۴ -

ملہ مرقاة ، ج ۲ ، ص ۱۴۲ -

- ۱۔ اٹلس اردین
- ۲۔ ناواخول کو تسلیم
- ۳۔ غافلوں کو تنبیہ
- ۴۔ انصالی برکات ذکر
- ۵۔ حصول خیر میں دوسری کی اقتدار کی طلب
- ۶۔ ذکر پر گواہی کا حصول

ان چھ اسباب میں سے ایک سبب تعلیم بھی ہے اور یہ بالکل حق و صواب ہے لیکن کس سے یہ تعلیم لے کر لے کر ذکر باجمہر تہی جائز اور مشروع ہو گا جب اس سے مقصود دوسروں کو تعلیم ہوگی یہاں کہ مفسر سے اس صاحب نے اپنی کوتاہ فہم سے سمجھا ہے، قطعاً باطل اور مردود ہے۔

اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے مرفا از صاحب لکھتے ہیں :-

”اودھیرا میں بعض مشائخ کے حوالہ سے آہستہ ذکر کے افضل ہونے کی تفریح بھی ہے اور آخر میں حضرت بشیر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس کی بھی تفریح کر دی گئی ہے کہ جن مقامات پر ذکر باجمہر مروی ہے ان کے علاوہ ذکر آہستہ ہی افضل اور بہتر ہے۔“ طہ

الجواب

بعض مشائخ کا آہستہ ذکر کو افضل کہنا ہمارے خلاف نہیں ہے جیسا کہ مرفا از صاحب شہرزی کوتاہ فہم سے اور کر لیا ہے کیونکہ افضل کا خلاف عدم جواز یا بدعت کو تسلیم نہیں ہوتا جو انہیں کا مذہب مدعا ہے، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ جن مقامات پر جہر مروی نہیں ہے وہاں آہستہ ذکر ہی افضل ہے تو اول تو آہستہ ذکر کی افضلیت ہمارے خلاف نہیں، ثانیاً یہ کہ نمازوں کے بعد تو جہر مروی ہے پس آپ اپنے قول ہی پر عمل کرتے ہوئے

کم از کم نمازوں کے بعد تواتر تفساٹے کے ذکر یا لہر پر وادہ ملا دیکھئے، نیز آپ نے حاشیہ مشکوٰۃ سے توشیح عبدالحق کی عبارت نقل کر دی اور خود شیخ محقق کی تصنیف میں ان کی عبارت آپ کو نظر نہیں آئی۔

برائے جہر ذکر مطلقاً بعد از نماز مشروع است وارودہ است
ورود سے احادیث ملے

”بلند آواز سے ذکر کرنا نماز کے بعد مطلقاً مشروع ہے اور اس باب میں احادیث وارد ہیں۔“

یہیے جناب! ہم نے علامہ مظہر کی پوری عبارت پیش کر دی ہے، بتلایئے
اس کے بعد بھی ہمارے مسلک میں ذرہ برابر فرق واقع ہوا؟
یہ تیری لگی کی قیامیں کہ لمحہ کے مردہ اکھڑ گئے
یہ بری جہنم بنا دے کہ جہاں دھڑکی تھی دھڑکی

دیگر احادیث

رسالہ ذکر الجہر ص ۳۰، ۳۱ میں صحیح مسلم سے ایک طویل حدیث پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتوں کی جماعت ہماس ذکر تکبیر کرتی ہے اور جب وہ کسی جگہ ذکر کرنے والوں کو دیکھتی ہے تو وہ ان کا ذکر سنتی ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے کہ تیرے بندے تیرا ذکر کرتے ہوئے کھڑے لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور تیری تسبیح و تحمید کر رہے تھے یعنی سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہتے تھے، اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کی بخشش کا اعلان فرما دیتا ہے (مفسر) اس حدیث سے ذکر یا لہر تین وجہ سے مسئلہ ہوتا ہے۔

۱۔ جماعت کے ساتھ جہر ذکر جو وہ ذکر یا لہر جوتا ہے۔

- ۲۔ فرشتوں کا ذکر سنا بھر پر ہے۔
 ۳۔ یہاں (سب الا الا اللہ کہتے تھے) صیغہ جمع ہے جب تک سب کی ہمدردی اس میں جاملتی نگ نہیں آئے گی۔

سرفراز صاحب ان وجوہ پر غفلتِ امتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 ”اس ساری روایت میں کہیں بھی جہر کا ذکر نہیں ہے، مولف مذکور نے متعدد حوالے دے کر جہر کے اثبات کے لئے جو شریحیں تیار کی ہیں وہ ان کو سودمند نہیں ہیں اذلاً تراکس نے کہ اس حدیث میں ذکر سے قطعیاً عین معبود ذکر مراد لینا قطعی نہیں ہے، اس میں وعظ و نصیحت اور قرآنِ عریش کا ذکر بھی مراد ہو سکتا ہے اور وعظ و مقرر سے کوئی اچھا جملہ سکھ بعض اوقات پورا مجمع سبحان اللہ یا اللہ اکبر وغیرہ کے الفاظ کہہ کر داغِ سخن بھی دے سکتا ہے اور ویکرت ہے“ ملے

الجواب

اس حدیث شریف سے کلام اور تسبیح و تحمید کا ذکر ہی قطعی طور پر مراد ہے کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسی ذکر کو پیش کریں گے، جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ بندے کیا کر رہے تھے تو فرشتوں نے یہ نہیں کہا کہ وعظ سن رہے تھے بلکہ کلام اور تسبیح کو پیش کیا۔ سرفراز صاحب نے جو کچھ گاندہ استعمال کیا ہے کہ وعظ سے کوئی اچھا جملہ سکھ سبحان اللہ کہنا بھی مراد ہو سکتا ہے، یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ ایسی صورت میں وعظ منقول بالذات ہوتا اور سبحان اللہ کا ذکر بالفتح ہوتا اور یہاں فرشتے سبحان اللہ وغیرہ کے ذکر کو پیش کریں گے جس سے معلوم ہوا کہ یہی ذکر منقول بالذات ہے۔

اس حدیث سے ذکر بالجہر یا استدلال کی دوسری وجہ یہ بھی کہ فرشتوں کا منہ بھی جہر پر قرینہ ہے، سرفراز صاحب اس دلیل پر کوتاہ فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”کیا ضروری ہے کہ ذکر الجہر ہو تب ہی فرشتے نہیں با ایک دوسرے کو سنتے یا آواز اور برا کھینچتے کریں؟ کیا آہستہ ذکر کو فرشتے نہیں سنتے اور کیا آہستہ ذکر کو کرائے کا تین نہیں لکھتے؟ مولعت مذکور نے یہ کیسے اور کیوں نہ سمجھ لیا ہے کہ جس پر بھی فرشتے سنتے ہیں؟“

الجواب

جناب من ائحدہ نموک دیجئے، علی اور تحقیق گفت گو میں غیظ و غضب کا کیا کام؟ ہم اس مسئلہ میں اور کسی کا حوالہ کیا پیش کر رہی خود آپ کی پیش کردہ عبارت اور آپ کے کئے ہوئے ترجمہ سے ہی بتا دیتے ہیں کہ آہستہ ذکر کو فرشتے نہیں سنتے، ملاحظہ فرمائیے یہ آپ کی پیش کی ہوئی عبارت ہے اور آپ ہی لکھا ہوا ترجمہ ہے۔

اخرج ابو یعلیٰ عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر الخفی الذی لا یسمعه الحفظۃ سبعون ضعفًا اذا کان یوم القیۃ

”محدث ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آہستہ ذکر جس کو کرائے کا تین بھی نہیں سنتے، قیامت کے دن ستر گناہ بڑھا ہوا ہوگا“

یہیے جناب ہم پر تو آپ پر ہم ہو رہے تھے اب تو آپ کی ہی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ آہستہ ذکر کو فرشتے نہیں سنتے۔

میری نگاہ شوق پر اتنی ہیں سختیاں

اپنی نگاہ شوق کی کچھ بھی خبر نہیں

رہا یہ امر کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذکر السر ذکر الجہر پر ستر مرتبہ

فضیلت رکعتا قرآن کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ لغوی شمار تھا یا اربعینی کا وہم ہے، اہل
رعایت جیسا کہ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں :-

وفضل الذکر الذی یسمع الحفظ علی الذی
لا یسمع الحفظ بسبعین ضعفاً
”جس ذکر کو کراہا کا تین سنیے ہیں وہ اس ذکر سے ستر گنا زیادہ ہے جس کو
کراہا کا تین نہیں سنیے۔“

ایک اور سوال طحاوی نے :-

”یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ مجلس ذکر وہ ہے جس میں تعلیم ذکر موقوف ہو۔“

الجواب

قرنِ حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کو تعلیم پر محمول کیا جاسکے بلکہ صاف
اور صریح طور سے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ وہ لوگ ”لا الا الا“ اور اتد اکبر کا ذکر کرتے
ہیں، اس قسم کے سیدہ نیا واحتمالات دیت پر بنائی ہوئی دیوار سے زیادہ اہمیت نہیں
رکھتے۔

سرفراز صاحب کے ترکش کا آخری تیر طحاوی نے :-

”رأبنا جو شخص قصداً و ارادہ کے ساتھ مجلس ذکر میں بیٹھ کر ذکر سنانا ہو
وہ ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں، شرط اسب ذکر تصور ہوتے ہیں اور سب
نواب کے مستحق ہیں مالا لحد ایک جملہ میں وہ زبان سے نہیں بولتے، کیا عزوری
ہے کہ سب بولیں تب ہی ذکر ہوں چنانچہ ظاہری قاری سے مراد مذکور نے نقل
کیا ہے کہ ذکر کو سنانا بھی ذکر ہوتا ہے“ (مختاراً)۔

۱۔ ضامہ نے حنفی ، ۱۴ ، ص ۱۷

۲۔ حکم الذکر بالجہر ، ص ۲۵۷

۳۔ ایضاً ، ایضاً -

المواہب

جب ایک شخص ذکر کرے گا اور باقی سن رہے ہوں تو ذکر کرنے والے ذکر کے ساتھ حقیقتاً اور ذکر کرنے والے ذکر کے ساتھ کلمہ اور مہارِ متعین ہوں گے۔ اس سوال یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہ مہارِ متعین اور یہ سب حقائق کس الفاظ وارد ہیں، اس سے مراد سب کا ذکر کرنا ہے یا سب کا ذکر سننا یا اس لفظ سے ذکر کرنا اور سننا دونوں مراد ہیں۔ اگر سب کا زبان سے ذکر کرنا مراد ہو تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر سب کا ذکر سننا مراد ہو تو جب کسی ذکر کرنے والے کا ذکر نہیں ہے تو ذکر کرنے والے کہاں سے آگئے اور بغیر کسی ذکر کے ذکر سننا محض باطل ہے اور اگر اس لفظ سے ذکر کرنا اور سننا دونوں مراد ہوں تو لفظ واحد سے حقیقت اور مجاز دونوں کا ارادہ کرنا لازم آئے گا اور مرقاۃ اور اصول النشائی چرچنے والا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ جمیع بین الحقیقۃ والمجاز باطل ہے۔

حدیث مسلم

مسلم شریف کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ہے :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقۃ من اصحابہ فقال ما اجلسکم ہنا قالوا جلسنا لندکر اللہ ونحمده علی ما احدثناہ لاسلام ومن بہ علینا قال ما اجلسکم الا ذلک قالوا ما اجلسنا الا ذلک قال اما فی ہذا استحلکم قہمة لکم ولکن انا فی جبرئیل فلحبر فی ان اللہ عزوجل یماہی بکم الملائکۃ

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے پاس آئے اور فرمایا

تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی، فرمایا قسم کا ذکر کسی نے بیٹھے ہو، انہوں نے کہا قسم خدا ہم اسی لئے بیٹھے ہیں پس فرمایا میں نے ہنگامی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

رسالہ ذکر بالجہر کے ص ۳۳ پر یہ حدیث ذکر کی گئی ہے اور "نذر اللہ" (ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں) اور اس حدیث میں مذکور جماعت کی وجہ سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا گیا ہے۔ صرف ازا صاحب اپنی کوثر و تسنیم سے وصلی ہوئی زبان سے اس استدلال پر تبصرہ کرتے ہیں:-

"یہ حدیث بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ سے غیر متعلق ہے، اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام سلمہ آپس میں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ اس نے ان کو اسلام جیسی نعمت عظمیٰ اور دولت بے پایاں نصیب فرمائی، اس میں اس ذکر کا کیا اور کس جملہ سے ثبوت ملتا ہے جس کے اثبات پر مولف مذکور خواہ مخواہ ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا ہے۔" ملے

الجواب

اس حدیث سے ذکر بالجہر پر استدلال کرنے میں صرف مولف ہی تنہا نہیں؛ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی الحادی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۹۰ میں مسلم شریف کی اسی حدیث سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے ساحتہ الفکر فی الجہر بالذکر ص ۶۴ میں اس حدیث سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے

علاوہ اذی مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی مضمون کی دو حدیثوں سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں :-

”پس بعد مشروعیّت ہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاقی اور مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع جلتہ باندھ کر ہو یا صفت باندھ کر یا کسی اور صورت سے کٹ کر ہو کر یا بیچ کر، ہر طور سے جائز ہے۔“ سلہ

تھانوی صاحب نے مذکورہ الصدر و علوی کے اثبات کے لئے چراغادریث پیش کی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں :-

(۱) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یدکرون اللہ الا حفۃہم الملامکۃ۔ (مسلم شریف)

”کوئی قدم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے نہیں بیٹھتی مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا اعادہ کر لیتی ہے۔“

(۲) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان اقعد مع قوم یدکرون اللہ من صلوۃ العصر الخ ان تضرب الشمس احب الی من ان اعتنق سقۃ رواجہ ابو داؤد

”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں عصر سے مغرب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو مجھے کس سے زیادہ پسند ہے کہ میں چار فلاسوں کو آنا دوں کہوں؟“

ان احادیث سے ملا کر سیوطی اور نقاشی نوری صاحب نے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے
اگر ہم کو کوئی مسئلہ سے یہ استدلال ملاحظہ ہو جائے تو انگ بات ہے ورنہ دلائل کی روشنی
میں یہ استدلال ملاحظہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مرفوزہ صاحب اور دیگر ائمہ کا ذکر کوہائیت عطا
فرمائے تاکہ مساجد میں وہ لوگوں کو ذکر الہی سے روک کر اپنا شاذ فاضل نہیں بلکہ اظہار کی حد
میں نہ کر سکیں۔

یہاں تک ہم نے ذکر بالجہر کے اثبات سے متعلق ان احادیث پر گفتگو کی ہے
جنہیں ہم نے رسالہ ذکر بالجہر میں پیش کیا تھا اور مرفوزہ صاحب نے ان احادیث کی وجہ
استدلال کو چیلنج کیا تھا، اب ہم اثبات جہر کے لئے چند اور احادیث پیش کرتے ہیں۔



اثباتِ بہرِ مزیدِ ایمان کی روشنی میں

(۱) أخرجه البخاری وصححه البیہقی فی شعب الایمان عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتروا ذکر اللہ حتی یقولوا معجون لہ "حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے اور بہیقی نے شعب الایمان میں اس کی روایت کی اور اسے حدیث صحیح قرار دیا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں معجون کہیں۔"

(۲) أخرجه البیہقی فی شعب الایمان عن ابی الیونان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتروا ذکر اللہ حتی یقول المنافعون انکم مراءون لہ

"بہیقی نے شعب الایمان میں ابو یونان سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ منافقین تم کو مراءیا کہنے لگیں۔"

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کی ولادت ذکرِ بالہر پر اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کا ذکر کرنے والے کو یمن یا رب یا کارکنا اسی وقت مقصود ہو سکتا ہے جب وہ ہر کسے ساتھ ذکر کر رہے ہوں۔

(۳) اخرج البيهقي عن زيد بن اسلم قال ابن الاثير
انطلقت مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلته
فمر بمرجل في المسجد يرفع صوته قلت
يا رسول الله عني ان يكون هذا موليا قال
والكنه اولاء له

” علامہ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابن ادرع سے روایت کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ
ایک شخص کو مسجد میں بلند آواز سے ڈکرتے ہوئے دیکھا میں نے عرض کیا
حضور! یہ شخص ریاکار لگتا ہے، آپ نے فرمایا نہیں! یہ آہ و زاری کر رہا
شخص ہے۔“

(۴) اخرج احمد وابوداؤد والترمذی وصححه
النسائی وابن ماجه عن السائب بن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال جاءني جبرئيل فقال
مراحمعابك يرفعوا اصواتهم بالتكبير له

” امام احمد وابوداؤد وترمذی نے اور نسائی اور ابن ماجہ نے
حدیث صحیح کی تصریح کے ساتھ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جبرئیل میرے پاس آیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے
فراموشی اپنے صحابہ کے کہو کہ جیکر اللہ اکبر بلند آواز سے کہا کری۔“

(۵) اخرج المروزي في كتاب العيدين عن مجاهد
ان عبد الله بن عمرو با هريرة كانا بآياتيان السوق

ایماں العشر فی کبریاں لایا قیام السوق الا کذلک
واخرج ایضا عن عبید بن عمیر قال کان عمر یکبر
فی قبة فیکبر اهل المسجد فیکبر اهل السوق
حتى یشقی منی تکبیرا له

۵ علامہ مروزی نے کتاب العیدین میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے
کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بازار سے جاتے
ہوئے عینا دان سے اللہ اکبر کہتے، یہ دونوں حضرات بازار میں صرف تکبیر
کہتے ہی جاتے تھے، نیز اکبر اور سند سے انہوں نے روایت کیا کہ حضرت
عمر اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے، اسن تکبیر میں ابن مسعود بھی تکبیر کہتے اور سارے منی
میں تکبیر کی آوازیں گونجنے لگتیں۔

علامہ سیوطی نے نتیجہ فکر میں ذکر بالجہر کے جواز کے لئے پچیس اور مولانا
عبدالحی نے سبائحہ فکر میں اڑتالیس احادیث ذکر کی ہیں، ہم نے ان احادیث میں سے
میں ان پانچ احادیث پیش کی ہیں، اور جن احادیث کو ہم نے پہلے پیش کر کے ان پر مفصل
گفتگو کی ہے ان سب کو ان دونوں خطرات نے لپیٹا اپنے رسالوں میں ذکر کیا۔
آئندہ مطور میں ہم بالیقین کی پیش کردہ احادیث اور ان احادیث سے
ان کے استدلال کو زیر بحث لائیں گے۔

اربعوا علی انفسکم

عام طور پر مسکینین ذکر بالجہر جس حدیث نبوی سے ذکر بالجہر کی نفی پر استدلال
کرتے ہیں وہ یہ ہے:-

حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری التتوفی سھ ۷۰ روایت کرتے ہیں کہ:-
لما غزى رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر اوقال

لما توجب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 اشرف الناس على واد فرغوا من اتيهم رب العكبر
 الله اكبر الله اكبر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون احد ولا غائباً
 انكم تدعون سمياً خياً و هو محكم الحديث (بخاری ص ۲۸۷)
 ” جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے نکلے یا یہ کیا آپ متوجہ
 ہوئے تو لوگ ایک میدان میں پیچھے سوار ہوئے بنیاداً و ان سے اللہ اکبر
 اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پی پی ہاؤ
 پر بازی کرو، جب تک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارو گے، تم سے پکارو گے
 ہو جو نکلے حال اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

الجواب

سنا یہ حدیث صحیح ہے لیکن متنبہ ہیں کہ دعویٰ پر اس کی ولایت نہیں ہے
 اور دہ چارے موقف کے مخالف ہے۔ رسالہ ذکر الجہر میں اس حدیث کے سات
 جواب دئے گئے ہیں جن میں سے اکثر کو سر فہرست صاحب اپنی کوتاہ فہم اور ناقص ذہن کی
 بنا پر نہیں سمجھ سکے، پہلا جواب یہ تھا:-

” اولاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان مبارک سے نہ تو مطلقاً جہر
 کی ممانعت فرمائی ہے اور نہ جہر متوسط کی (من ادعی ضلہ البیان) بلکہ اس
 فرمان سے جہر مفروق لفظی فرمانی ہے چنانچہ مروی رشیدیہ احمد لنگوہی کہتے ہیں قال
 علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہے
 دفنی کرنا ہے، لگوہی اڑنے سے منع فرمایا ہے اور مطلق آیات و احادیث
 بہت جواز پر وال ہیں، ” قنونی رشیدیہ “ (ذکر الجہر ص ۵۴)

سرفراز صاحب اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 "مؤلف مذکور نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس کو سودمند نہیں ہے،
 اول اس لئے کہ اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر مفروط
 سے منی نہیں فرمائی بلکہ مطلق جہر سے نفی فرمائی ہے (ای ان قال) اور
 اس جہر میں جہر متوسط بھی شامل ہے ۱۱ اس سے جہر متوسط کو غارج کرنا
 اور ہم سے بیان کا مطالبہ کرنا بے سود ہے بلکہ قطعی طور پر جہر متوسط ثابت
 کرنے والے پر اس کا بیان لازم ہے (وہی دلی خلیا بیان بالبرہان) ۱۲

الجواب

ہم نے برہان پیش کر دی تھی آپ نے غور نہیں فرمایا۔ برہان کی تقریر یہ ہے کہ
 آپ کے معنی بول بھالوں کی دشمنی احمد لنگوہی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گلو پھاڑنے
 سے منع فرمایا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ گلو پھاڑنا جہر مفروط ہوتا ہے یا جہر متوسط
 کا شہم پر پتر اگر کٹنے سے پہلے آپ گلو پھاڑنے کے مفہوم پر غور کر لیجئے!
 اسیجے اب دیکھیں کہ اس حدیث میں منی جہر مفروط پر محمول کرنے میں مؤلف
 کا دامن کون کون سی حضرات سے وابستہ ہے۔

فرائض خیرین علامہ کسب الوسی فرماتے ہیں :-

ان النہی المستفاد التزاماً من امر ادبھا الذی
 بمعنی ارفقوا ولا تقہلوا انفسکم مراد ب النہی
 عن السبالغة فی رفع الصوت ۱۳

"اس حدیث میں ۱۴ ادبھا" (وزمی کرو) کے امر سبھو التوا ذکر بالجہر سے نفی مستفاد
 ہوتی ہے ۱۵ اس سے ذکر بالجہر میں تواذ کو عند کرنے میں مبالغہ اور افراط مراد ہے؟

۱۳ حکم اللہ کراہیہ ۲ ص ۵۳۔

۱۴ روح البالی ۲ ص ۱۶۳۔

اور علامہ شہیر الدین دہلی لکھتے ہیں :-

فان قلت صرح في الخانية بان رفع الصوت بالذكر
حرام لقوله صلى الله عليه وسلم لمن رفع صوته بالذكر
انك لاتدعوا صم ولا غاسبا وقوله صلى الله عليه
وسلم خيرا الذكر الخفي لانه ابعد من السرايا واقرب
الخنوع محمول على الجهر الفاحش المضرب
اگر تم یہ کہو کہ فتاویٰ غائبی میں تقریر ہے کہ بلند آواز سے ذکر حرام ہے
کیونکہ حضور نے جہر کرنے والوں کو فرمایا تم کسی ہرے اور غائب کو نہیں
پکارنے اور آپ نے فرمایا بہتر ذکر آہستہ ہے کیونکہ یہ ریا کاری سے
دور ہے، تو میں کہوں گا کہ یہ کلام اس جہر کے بارے میں ہے جو مفرط
اور مضرب ہو۔

اور شاہ ولی اللہؒ اشغال قادریہ کے بیان میں لکھتے ہیں :-

فاول ما يلحق له الجهر بذكر الله تعالى والمراد
بهذا الجهر هو غير المفرط فلا منافاة بينه وبين
ما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال
اربعوا على انفسكم (الحديث)۔

”مشائخ قادریہ سب سے پہلے ذکر بالجہر کی تلقین کرتے ہیں اور اس
جہر سے مراد غیر مفرط ہے، اسی وجہ سے یہ ذکر بالجہر اس حدیث کے مخالف نہیں
ہے جس میں فرمایا ہے اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو۔“

شاہ ولی اللہؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہر توسط جابر ہے اور حدیث

میں جس طرح سے فتح فرمایا ہے وہ ہر مفرد ہے۔

مولانا عبدالحی کھنوی نے اس حدیث کے تین جواب دئے ہیں، دوسرا جواب یہ ہے -

و ثانیاً بان جہر ہر کان مفرداً کما یدل علیہ
سیاق بعض الروایات قال فی فتح الواد و شرح سنن
ابی داؤد فی قولہ رفعوا اصواتہم دلالتہ علی انہم بالغوا
فی الجہر فلا یلزم منہ المنع مطلقاً و قال علی
القاری فی البحر الثمین شرح الحصن الحصین فی شرح
وان ذکر فی فی ملأ الحديث هذا یحتمل ان یکون
المراد بما الذکر الخفی کما یشیر الیہ حدیث ذاکر
اللہ فی الفاہلین بمنزلة الصابر فی الغاوین و یحتمل
ان یکون المعنی مع الملأ و هو لا ینفید جواز الجہر
المعارض عن الحد فانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبعض
اصحابہ عین رفعوا اصواتہم علی وجہ المبالغة
اربعوا علی انفسکم انتہی ۛ

”دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام ہر مفرد کر رہے تھے جیسا کہ اس پر
بعض روایات و دلالت کرتی ہیں اس سے آپ نے ان کو منع فرمایا چنانچہ صحابہ
فتح الواد و نے شرح معنی ابی داؤد میں ”رفعوا اصواتہم“ کی شرح میں کہا کہ
صحابہ کرام بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے پس اس حدیث سے
مطلقاً جہر کی نفی لازم نہیں آتی اور علامہ علی قاری نے حرر ثمین شرح حصن حصین
میں حدیث وان ذکر فی فی ملأ کی شرح میں فرمایا اس سے ذکر خفی

بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث 'ذاکر اللہ فی الغافلین بمنزلة العبد برقی' انہما میں اشارہ ہے اور مع املاء کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ حد سے زیادہ جہر نہ کیا جائے کیونکہ جب بعض صحابہ نے بے حد مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا 'اربعوا علی انفسکم'۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا صاحب الہی، صاحب فتح الودود وادرا علی قاری ان تیزوں حضرات کے نزدیک اس حدیث میں منی جہر مفطر اور علی وجہ المبالغہ پر محمول ہے اور یہ حدیث جہر متوسط یا مطلقاً جہر کی نفی نہیں کرتی۔ اور اثر فعلی تھا تو ہی صاحب لکھتے ہیں :-

"اور حدیث کا جواب لغات میں اس طرح دیا ہے المنع من الجہر للتعیسیر والافاق لا ان یکون الجہر غنیم مشموج (نمی اور سہولت کا حکم دیا ہے، مطلقاً جہر سے منع نہیں کیا گیا) ملہ اور مولوی شبیلہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :-

و اما حدیث انکم لاتدعون اصم ولا ظاہبا
فما محمول عندی علی الافراط فی رفع الصوت ملہ
"یہ حدیث انکم لاتدعون اصم ولا ظاہبا تو وہ میرے
نزدیک جہر مفطر پر محمول ہے"

ہم نے جن حضرات کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس حدیث میں جہر کی نفی ہے اس سے مراد جہر مفطر علی وجہ المبالغہ ہے، ان پر ایک بار پھر احادیث لنگاہ ڈال لیں۔ علامہ آلوسی، علامہ ربیع الدین ربیع، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ہلالی قاری، صاحب

فتح القدود، شاہ ولی اللہ، مولانا عبدالحی لکھنوی اور علامہ ابو یوسف عیسیٰ سے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی شبیر احمد عثمانی، کیا یہ سب لوگ غلط کہتے ہیں؟

رسالہ ذکر الجہر میں اس حدیث کے سات جوابات پیش کئے گئے جن میں سے ایک جواب کی مزید وضاحت ہم نے ہدیہ قارئین کر دی ہے، مولوی عبدالحی لکھنوی نے اس حدیث کے دو جواب اور لکھے ہیں، ہم تحقیق مقام اور تفصیل مزید کی خاطر ان دو جوابوں کو بھی پیش کر دیتے ہیں :-

۱۔ ان الامم فی اربع العالیس للجواب حتی یکرہ الجہر
او یحرم کیف ومعنی النہی عن ان الامم انما
هو للتیسیر علیہم ولذا قال الشیخ الدہلوی
فی اللمعات شروح مشکوٰۃ فی قوله اربع العالیس اشارۃ الی
ان المنع من الجہر للتیسیر والافراق لا لکون
الجمہر غیر مشروح انتہی فلا یشتب من ذلک
الا استنباب المسر ولا کلام فیہ ملہ

” اربعوا (زمی کرو) کا حکم وجوب کے لئے نہیں ہے حتیٰ کہ بکر و مکروہ یا
حرام قرار دیا جائے کیونکہ زمی کا لفظ آسانی کا معنی دیتا ہے اس لئے شیخ
عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس کی شرح میں فرمایا کہ جہر کے آسانی
کی وجہ سے منع کیا گیا ہے نہ اس وجہ سے کہ جہر جائز ہو، پس اس حدیث
سے زیادہ سے زیادہ آہستہ ذکر کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور
یہ اتفاق چیر ہے۔“

مولانا عبدالحی کے دو جواب آپ ملاحظہ فرما چکے، تیسرا جواب یہ ہے :-

ووجہ ثالث ہوائے لولہ یمنعہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ الہ وسلم بیل قر وجر علیہ
 لتوہموا ان رفع الصوت بالذکر فی السجۃ او عند
 جموع الثنیت مسنون فان السنۃ کما تثبت
 بالفعل والقول کذلک تثبت بالتقریر وولیس کذلک
 فلذلک نہی رسول اللہ عنہ بعد اللذان یمنع ویتسیرا
 علی الامۃ ولا دلالت علی منع الجلس مطلقا کما لا یحفظ
 * تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع نہ فرماتے تو وہ یہ
 دہم کرنے کو سفر میں یا کسی گھاٹی پر پڑھتے وقت خصوصیت کے ساتھ ذکر بالجہر
 کرنا سنوں جدا درست جس طرح قول اور فعل سے ثابت ہوتی ہے یزنی
 کسی کام سے دروکنے سے بھی ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ستر باب اور امت پر آسانی کرتے ہوئے ان کو جہر سے روکا
 اور اس وجہ سے ذکر بالجہر سے مطلقا روکنا لازم نہیں آتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقا فرمایا ہوگا کہ تمام مستند اور محقق علماء اسلام اس
 حدیث کو ذکر بالجہر کے خلاف نہیں سمجھتے البتہ جہر فاش اور جہر مفرط کا مطلقاً منع ہے
 اور جمہ سے ثابت کرنے کے درپے نہیں ہیں۔

خیر الذکر الخفی

انہیں ذکر بالجہر ایک اور حدیث کو بھی زیادہ اہتمام سے پیش کرتے ہیں اور وہ
 یہ ہے : خیر الذکر الخفی (بہتر ذکر آہستہ ہے، یہ حدیث مستند امام احمد بن حنبل ہیں
 روایت کی گئی ہے، ہم آپ کے سامنے اس کی پوری سند سے پیش کرتے
 ہیں۔ ۱۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا وكيع ثنا اسامة
بن زيد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى
عن سعد بن أبي وقاص قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم خير الذكر الخفي وخير الرزق ما يكفى له
"عبد الله ان کے والد اسامہ بن زید، محمد بن عبد الرحمن، حضرت سعد بن
ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہتر
ذکر اہمیت کا ہے اور بہتر رزق قدر کفایت ہے۔"

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے اسامہ بن زید، اور اسامہ بن زید
نام کے دو راوی ہیں، اسامہ بن زید عدوی اور اسامہ بن زید لثمی دونوں کا حال
ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اسامہ بن زید عدوی ، امام احمد خود فرماتے ہیں :-

"یہ شخص حدیث میں قوی نہیں، مسکرا الحدیث اور ضعیف ہے۔"

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث بیس لاشی ہے یعنی کسی پاسے کی
نہیں، جوزجانی نے کہا یہ ضعیف ہے۔

ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث لائق استدلال نہیں، نسائی نے کہا یہ قوی نہیں
ابن سعد نے کہا اس کی احادیث حجت نہیں، ابن حبان نے کہا یہ شخص راہی اور وہی
تھا، علی بن مدینی نے کہا زید بن اسلم کی اولاد میں سے کوئی ثقہ شخص نہیں رہا اور
ابوداؤد نے کہا یہ شخص ضعیف ہے۔

(۲) اسامہ بن زید لثمی ، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ بیس لاشی ہے یعنی
کچھ بھی نہیں، یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی

اعادیت لائق استدلال نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ قوی نہیں، اب مجتہدین کہتے ہیں کہ اس کی اعادیت ممکن ہے، دارقطنی نے اس کی اعادیت سننے کے بعد لوگوں کو گواہ کر کے کہا میں اس کی اعادیت ترک کر دیتا ہوں اور مزید کہا امام بخاری نے بھی اس سے روایت ترک کر دی تھی اور ابن حبان نے کہا یہ اعادیت میں خطا کرتا تھا۔

تادمی کے کلام! یہ سب وہ وہابی، وہبی اور ضعیف راوی جس کی روایت پر مانعین نے ہستہ ذکر کی فضیلت کی بنیاد رکھی ہے اور ہر علم خویش جس کی روایت کو اصل قرار دیکر ذکر بالجہر کو مسترد اور بدعت قرار دیتے ہیں، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔
اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس روایت کے ضعف سے قطع نظر کیا جائے تو بھی یہ روایت ذکر بالجہر کی صحت اور استحباب کے مزام اور مخالفت نہیں ہے چنانچہ مولانا عبدالحی بکھنوی تحریر فرماتے ہیں :-

والجواب عن ان هذا لا يدل على منع الجهر
بل على افضلية السر والاعلام فيه وذلك
لان لفظ الخير له استعمالان على ما ذكره
صاحب الصحاح وغيره احدهما ان يراد به
معنى التفضيل لا الافضلية وحده چ شر
وثانيهما ان يراد به معنى الافضلية وحده
اخير حذف هـ من ته تخفيفا وقد سئل السيوطي
عن حديث حياقي خير لكم ومما في خير لكم من
ان كيف يمكن ان يكون كل منهما خيرا من الآخر
فاجاب بان للخير استعمالان فالخير في هذا الحديث
بالاستعمال الاول فيراد به التفضيل لا الافضلية

والمقصود ان في كل من حيات و موت صلى الله
عليه وسلم اذا عرفت هذا فنقول الخير في قوله
خير الذكر الخفي ليس بالمعنى الاول بل بالمعنى
الثاني فيكون المطلوب ان في الذكر الخفي زيادة
خير وفي الجهر قل من لان الجهر شر كما فهم
المستدل والباعث على حمل على هذا المطلوب
وورد الاحاديث الصريحة في جواز الجهر له

” اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس سے جہر کی منوعیت لازم نہیں آتی بلکہ
یہ اہستہ ذکر کی فضیلت کو لازم کرتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ
لفظ خیر کے دو استعمال ہیں جیسا کہ صاحب صمان و غیرہ ذکر کیا، اول یہ کہ اس میں
تفصیل یعنی نسبت زیادتی کے معنی ہوں اور اس وقت اس کی مندر شر ہے، ثانی یہ کہ
اس میں خفیت کے معنی ہوں اور اس صورت میں خیر کا اصل اخیر ہے، پھر مختصراً جزو
حذوف کر دیا گیا۔ علامہ سیوطی سے سوال کیا گیا کہ حدیث میں ہے کہ میری زندگی بھی
تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے، پس اس میں
ہر ایک دو ترسے کی نسبت خیر کیسے ہو سکتی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ خیر کے
دو استعمال ہیں اور یہ حدیث استعمال اول پر ہے پس اس میں تفصیل مراد ہے اور
مطلب اور مقصد یہ ہے کہ حضور کی حیات اور موت دونوں میں خیر ہے اور
جب تم سب اس قاعدہ کو جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ خیر الذکر الخفی میں خیر استعمال ثانی
پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اہستہ ذکر میں بند آواز سے ذکر کی بہت زیادہ
خیر ہے اور ذکر بالجہر میں نسبت کم خیر ہے مدیکہ ذکر بالجہر شر ہے جیسا کہ مانعین نے
سمجھا ہے اور حدیث کو اس معنی پر عمل کرنے کی وجہ یہ ہے ذکر بالجہر کے جواز میں

مراۃ اعدیث وار دیوئی ہیں؟

مولانا علی گھنوی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ممنوعیت جبر و کثرت نہیں کرتی بلکہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آہستہ و کمزور میں ذکر بالجہر کی نسبت زیادہ فضیلت ہے اور بعض صورتوں میں یقیناً ایسا ہی ہے یعنی جب ربکاری یا ناکافیین کا اندرشہ ہو لیکن علی العموم و الاطلاق یہ بات درست نہیں ہے اس لئے یہ حدیث بر تقدیر صحت و تسلیم عام مخصوص عن بعض کے قبل سے ہے اور یہ بات ہمارے موقف کے کسی طرح مخالف نہیں ہے نیز گذشتہ باب میں علامہ دہلوی کے حوالہ سے یہ بھی گورچکا ہے کہ آہستہ و کمزور کی فضیلت متوسط جہر کے اعتبار سے نہیں بلکہ جہر فاشش اور مہر کے اعتبار سے ہے۔

انراہ بن مسعود

بعض فقہاء نے اپنی تصانیف میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے مسجد میں ایک قوم کو ذکر بالجہر کرتے ہوئے دیکھا تو ناراض ہوئے اور ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا، اس روایت کو عام طور پر تابعین ذکر کراہی، ذکر بالجہر کے خلاف بطور برحق قرار استعمال کرتے ہیں، چنانچہ سرور اصفہانی صاحب لکھتے ہیں:-

”حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گذر مسجد میں ہوا کہ ان کی ایک جماعت پر ہوا جس میں ایک شخص کہتا تھا، سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھا، یہ سنا تو انہیں لوگ لگے کہ یہ پڑھنا صحیح ہے، پھر وہ کہتا سو بار یا لا الہ الا اللہ پڑھا، وہ سو بار تہلیل پڑھتے، وہ کہتا سو مرتبہ سبحان اللہ کہہ، وہ سنگرزوں پر سو تہلیل پڑھتے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم ان سنگرزوں اور کنکریوں پر کیا پڑھتے تھے، وہ کہنے لگے ہم تہلیل و تہلیل پڑھتے رہے ہیں، آپ نے فرمایا:-

فقال فصدوا من سیئاتکم فانما هنا من من ان لا یضیع من حسناتکم شیئاً ویحکم یا امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما اسرع ملککم طولا، صحابہ بینکم متواضعون وظہرہ

شیاب لم یقبل وانیب لم یتکسر (الی ان قال) مفتوح
باب ضلالة - ۱. (راؤ سنت ص ۱۱۸)

”تم ان کھنکھوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں اس کا سامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں
میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا، تعجب ہے تم پر اسے امت محبوب علی اللہ علیہ وسلم
کیا یہ جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو ابھی تک صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں اور
ابھی تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے
اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے، اندر ہی حالات تم بچت اور مگر اسی کا
دھماکہ کھڑے ہو؟“

الجواب

اس اثر کو ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن ماری (متوفی ۷۵۵ھ) نے اپنی سند میں مذکور
ذیل مندرجہ سادہ روایت کیا ہے :-

اخبرنا الحكم بن المبارک ان احمر بن یحیی قال سمعت

ابی یحیی حدثنا عن ابيه قال کنا الخ حسد وادی، ص ۳۸

اس سند میں ایک راوی ہے عمر بن یحییٰ و حافظ ابو نعیم اس کے بارے میں لکھتے
ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے، دارقطنی نے کہا یہ ضعیف ہے اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ
یہ شخص شعبہ سے مشابہ بالضعف وعات، اما دینت روایت کیا کہ تاتھا سلہ

یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی ضعیف اور مجروح ہے اور اصول دین سے
بھی متصادم ہے اس لئے تمام محققین علماء کرام نے اسے روک دیا ہے چنانچہ علامہ آلوسی
لکھتے ہیں :-

وما ذکر فی الواقعات عن ابن مسعود..... والی ان قال

لا یصح عند الحفاظ من الاسماء المحدثین وعلیٰ فیہم

صحۃ جو معارض بہا یدل علی ثبوت الجہر من
رضی اللہ عنہ معارضہ وغیر واحد من الحفاظ و محمد بن
علی الجہر البانی علیہ

۴ واقعات میں جو اثر ابن مسعود ذکر کیا گیا ہے وہ اگر حدیث اور حفاظ کے
نزدیک صحیح نہیں ہے اور ہر تقدیر صحیح ہے وہ ان آثار سے معارض ہے
جن سے ثابت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود بآواز بلند ذکر
کیا کرتے تھے کیونکہ اس بات کو متعدد حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے یا پھر
ان کا جہر سے منع کرنا جہر مفطر پر محمول ہے۔

علامہ آلوسی نے تین باتیں فرمائی ہیں اور وہ تمیز درست ہیں، اول یہ کہ یاثر
صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم عرض کیے تھے ضعف سے متلاش کیے ہیں، ثانی یہ کہ عبد اللہ بن مسعود
کا جہر سے منع کرنا روایت بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ خود ذکر بالجہر کیا کرتے تھے، ثالث یہ
کہ ہر تقدیر صحیح ان کا منع کرنا جہر مفطر پر محمول ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اس اثر کے بارے میں لکھتے ہیں :-

و علی تقدیر ثبوت۔ فہو معارض بہا بالاحادیث
الکثیرۃ الثابتۃ المتقدّمۃ وہی مقدمۃ علیہ
عند المتعارض شد رأیت ما یقتضی انکار ذلك عن
ابن مسعود قال الامام احمد بن حنبل فی کتاب
الزہد ثنا احسین بن محمد ثنا المسعودی
عن عامر بن شغنین عن ابی واسیل قال ہذا الذین
یزعمون ان عبد اللہ کان ینہی عن الذکر کما جالس
عبد اللہ فظلا ذکر اللہ فیہ علیہ

”بوتقدیر صحت و ثبوت یہ اثر، ان اعاذیث رسول سے معارض ہے جن میں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے اور تعارض کے وقت وہ اعاذیث اس اثر پر مقدم ہیں، پھر میں نے امام احمد بن حنبل کی کتاب الاذہ میں عبداللہ بن مسعود سے وہ روایت دیکھی ہے جو اس اثر کا ابطال کرتی ہے۔ ابوہریرہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ذکر بالجہر سے منع کرتے تھے حالانکہ میں ان کے ساتھ کسی مجلس میں نہیں رہا مگر وہ اس میں راۓ اذہ بلند اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔“

علامہ سیوطی نے اس عبارت میں دو باتیں فرمائی ہیں، ایک یہ کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعاذیث صحیحہ سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہو چکا تو بوتقدیر صحت اثر حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہی بزرگ صحابی کہوں نہ ہوں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں ان کی بات نہیں سنی جائے گی، دوسری بات یہ کہ یہ اثر اس لئے بھی مخدوش ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود خود ذکر بالجہر کیا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ کسی وضاع راوی نے بطور غلط ان کی طرف انکار ہجر کی نسبت کر دی ہے۔

علامہ طبرانی حنفی اس اثر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

قلت إيجاب عنه صاحب الرسالة التحقيقية في طريق الصوفية الشيعية سنبل المخلوق قدس سره بامنه كذب وافتراء على ابن مسعود لمخالفة النصوص القرآنية والاحاديث النبوية وافعال الملائكة قال الله تعالى ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا عاتفين و لو سلمنا صحته وقوعه فهو لا يعارض الادلة

المذکورۃ لانت اشروا لامشروا یعارضہ الحدیث
 کما لا یخفی وابطالان الادلت یدل علی بطلان
 المدلولات لہ

” میں کہتا ہوں کہ شیخ سنبل غلوئی نے اپنے رسالہ میں اس اثر کے جواب
 میں فرمایا کہ یہ اثر حضرت ابن مسعود پر کذب اور افراء ہے کیونکہ یہ اثر نصوح
 قرآن، احادیث نبویہ اور افعال ملائکہ کے مخالف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اس شخص سے جو کہ کون ظالم ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کے ذکر
 سے منع کرے، اور اگر ہم اس کی صحت مان بھی لیں تب بھی یہ محض ایک
 صحابی کا قول ہے اور اس میں اتنی قوت نہیں کہ یہ احادیث نبویہ کا مزاج ہو سکے
 اور جب یہ دلیل باطل ہو گئی تو مدلول یعنی جبر سے منع کرنا بھی باطل ہو گیا۔“

علامہ تمیز حنفی نے شیعہ سنبل کے حوالہ سے تقریباً وہی باتیں نقل فرمائی ہیں جو
 علامہ آلوسی اور علامہ سیوطی نے ذکر کی ہیں، البتہ یہ بات زائد بیان فرمائی ہے کہ یہ اثر
 نصوح قرآن کا بھی مخالف ہے۔ علامہ تمیز حنفی صوفی الشرب سی لیکن جو رد اہل الذلیل
 نے پیش کئے ہیں وہ بے وزن نہیں ہیں، خدا و رحمت و ہر تو انگ بات ہے ورنہ
 ان دلائل کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

فتاویٰ کرام میں سے علامہ ابن بزاہر کردی اور علامہ خیر الدین رملی لکھتے ہیں :-
 فان قلت المذکور فی الفتاویٰ ان الذکر بالیہر
 ولو فی المسجد لا یمنع احترازا عن الدخول تحت
 قوله تعالیٰ ومن اھلہ ممن مساجد اللہ ان یدکر
 فیہا اسمہ وضم ابن مسعود یخالف قولکم قلت
 الاخر اخرج عن المسجد لو نسب الیہ بطریق الحقیقۃ

یجوز ان یكون لا اعتقاد هذا العبادة فيو لتعليم
الناس بان بدعت والفعل الجائز يجوز ان يكون
غير جائز لغرض بل حقه له

اگر تم اعتراض کرو کہ کتب فتاویٰ میں مذکور ہے کہ ذکر ہر سے، خواہ مسجد میں
ہو، منع نہ کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وعید اس سے بڑھ کر کون محکم ہو جائے
کہ ذکر سے منع کو سے میں دخول لازم نہ آئے اور عبد اللہ بن مسعود کا ذکر
کرنے والوں کو مسجد سے نکالنا اس کے خلاف ہے، تو میں کہوں گا کہ اگر
بہر کرنے والوں کو مسجد سے نکالنے کی نسبت حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف
حقیقت کی جیسے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ذکر کرنے والوں نے جہ میں عبادت
کے انحصار کا اعتقاد کر لیا تھا اور یہ درست ہے، پس اگرچہ ذکر ہر فی نفسہ
جائز ہے لیکن ان کے اس اعتقاد کی وجہ سے نا جائز ہو گیا اور یہ بات ممکن ہے
کہ کوئی جائز کام کسی اور سبب سے نا جائز ہو جائے۔

اس جواب کا فائدہ یہ ہے کہ مسجد میں ابتداً وار سے ذکر کرنا کتب فتاویٰ
کی تصریحات کے مطابق جائز ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بہر کرنے والوں کو مسجد
سے نکالنا اگر صحیح ہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کے خیال میں
ذکر کرنے والوں نے ذکر کی عبادت کا صرف جہ میں اعتقاد کر لیا تھا اور یہ درست ہے،
پس اگرچہ جہ فی نفسہ جائز ہے مگر ان کے اس اعتقاد کی وجہ سے نا جائز ہو گیا تھا لہذا
حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس بدعت کا سد باب کرنے کے لئے ان لوگوں کو مسجد
سے نکال دیا۔

مولانا عبدالحی کھنوی اس آئیکے متعدد حواہات دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ثانیہا اللہ علی تقدیر طبیعت معارض بالاحادیث الصحیحۃ

الصریحت فی جواز الجہر الخیر المفروض وہی مقدمۃ علیہ
عند التعارض لہ

”یہ اثر صحت اور ثبوت کی تقدیر پر ان اعاذ بہت صحیحہ سے معارض ہے جن
میں متوسط جہر کو بیان کیا گیا ہے یعنی یہ جہر مفروض پر محمول ہے۔“

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس اثر کی سند میں عمر بن عقیلؓ کا ایک
مخرج اور ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے یہ اثر ناقابل اعتبار ہے اور انکار و حفاظ
حدیث سے اس اثر کو رد کر دیا ہے، علاوہ ازیں بر تقدیر ثبوت علامہ بیہقیؒ، علامہ آقوسیؒ
علامہ ابن عیینہ حنفیؒ، علامہ ابن مبارک درمیؒ، علامہ بخاری الدین مدنیؒ اور مولانا سعید الدینیؒ وغیرہم نے اس
اثر کو جہر فاحش اور مفروض پر محمول کر کے اس کو متوسط جہر کے خلاف نہیں سمجھا۔

اعاذ بہت کی روشنی میں ذکر بالجہر پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب ہم آپ
کے سامنے اس مسئلہ پر ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام کے اقوال کی عبارات کے
تحت اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں۔

ذکر بالجہر اور فقہاء اسلام

قرآن اور حدیث کی روشنی میں مسئلہ ذکر بالجہر کو ہم دلائل سے پیش کر چکے اور مخالفین کے دلائل کا تجزیہ اور ان کے اعتراضات کے جوابات بھی رقم کئے۔ اب ہم اس مسئلہ کو فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں پیش کرتے ہیں اور سب سے پہلے اس مسئلہ میں امام اعظم کی رائے بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم اور ذکر بالجہر

مذہب کا کتنا ہے کہ جن مواقع میں خصوصیت کے ساتھ ذکر بالجہر ثابت ہے (جیسے تلبیہ، اذان، خطبہ، تکبیرات تشریق وغیرہ) ان کے علاوہ دوسرے مواقع پر ذکر بالجہر کا امام اعظم کے نزدیک حکم نہ ہو اور بدعت ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے وہ امام اعظم کی اپنی عبارت تو گوئی پیش نہیں کر کے البتہ اوطاویٰ کی بعض کتب فقہ سے اس قسم کی عبارت لئے ہیں کہ تکبیرات تشریق میں صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ پانچ دن ہوں اور امام اعظم کا مسلک ہے کہ دو دن ہوں اور اس کی بنیاد یہی ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وہ واضح مخصوص کے سوا ذکر بالجہر ثابت نہیں ہے۔

امام اعظم کا مسلک جو از جہر علی الاطلاق ہے

الجواب

جس طرح بعض لوگوں نے امام اعظم کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ علی العموم والاطلاق ذکر بالجہر کے قائل نہیں ہیں، اسی طرح بعض لوگوں نے اس کے برعکس یہ بھی لکھا ہے کہ امام اعظم بالعموم ذکر بالجہر کے قائل ہیں چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ۱۔

والذی نص علیہ الامام النوری فی فتاواہ ان المجہر حیث لا محذور شرعیاً مشروع مندوب الیہ بل ہوا ضل من الاخفاء فی مذہب الامام الشافعی وهو ظاہر مذہب

الامام احمد و احدي الروایتین عن الامام مالك
بنقل الحافظ ابن حجر في فتح الباری و هو قول
لقاضي خان في فتاواه في ترجمة مسائل كیفیة
القراءة وقوله في باب غسل الميت و یكره
رفع الصوت بالذكر فالظاهر ان لمن یشی
مع الجنائز كما هو مذهب الشافعية لا مطلقا
كما تفهم عبارة البحر الرائق وغيره و هو قول
الامامین في تكبیر عید الفطر كالاضحی و رواية
عن الامام ابي حنیفة نفسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بل في مسنده رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ظاہرہ
استحباب الجهر بالذكر مطلقا

امام نووی نے جس چیز پر اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے وہ یہ ہے
کہ جب کوئی مانع شرعی نہ ہو تو جہر بالذكر نہ صرف مستحسن ہے بلکہ وہ اخفاء
سے افضل ہے جس طرح امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی امام احمد کا
مسکک ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں امام مالک کا
بھی یہی قول نقل کیا ہے اور قاضی خان نے بھی مسائل قناریت کے بیان میں
اپنے فتاویٰ میں یہی قول کیا ہے البتہ باب غسل الميت میں کہا ہے
ذكر بالجهر مکروہ ہے اور ان کا یہ قول صرف جنازہ کے ساتھ ذکر کرنے کے
ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ شافعی کا مذہب ہے اور انہوں نے مطلقا ذکر الجہر
سے منع نہیں کیا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے سمجھا ہے اور عید الفطر
کی تکبیرات بھی عید الاضحیٰ کی تکبیرات کی طرح ہیں، یہی امام ابو یوسف اور امام محمد

کا مسلک ہے اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے بلکہ مسئلہ امام اعظم سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذکر بالجہر کو مطلقاً مستحب قرار دیتے ہیں؟
اسی طرح علامہ ابن مابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:-

ویموم الفضل یجہرب عنده وعندہما
یجہرو وروایۃ عنہ والخلاف فی الافضلیۃ
اما الکراہیۃ فمختلفۃ عن الطرین

”عید الفطر کے دن امام صاحب کے نزدیک تکبیرت بہتر انہیں پڑھنی جائیگی
اور صاحبین کے نزدیک بہتر اچھی جائیگی اور یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے
اور کراہیت کسی جانب میں نہیں ہے۔“

علامہ آلوسی اور علامہ شامی کی ان تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ ایک روایت
امام صاحب سے بھی عید الفطر کے دن تکبیرت میں جہر کی ہے بلکہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ
مسئلہ امام اعظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام اعظم مطلقاً ذکر بالجہر کے استحباب کے قائل ہیں اور یہ
کہ جس روایت میں امام صاحب کا جہر میں صاحبین سے اختلاف ہے وہ اختلاف صرف
افضلیت میں ہے نہ کراہیت اور بدعت کا اختلاف نہیں ہے پس سرفراز صاحب نے جن
بعض فقہار سے جہر کے بارے میں امام صاحب کے مذہب پر کراہیت اور بدعت کے
اقوال نقل کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں مثلاً شرح فیض المصلیٰ سے انہوں نے نقل کیا ہے:-

”امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہماری گفتگو مطلقاً ذکر میں شک ہے کیونکہ وہ تو مسلم
اوقات میں ایک پسندیدہ امر ہے بلکہ ہماری گفتگو جہر کے بارے میں ہے اور
ذکر بالجہر بدعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے رب کو پکارو عاجزی
سے اور جھپکے جھپکے گروان بہاں شریعت سے مستثنیٰ کیا ہے پس جب مستثنیٰ کی
مقدار میں دلائل متعارض ہیں تو اقل دیا جائے گا اور اس کے علاوہ اصل پر عمل

کیا جائے گا، اختیاط بھی یہی ہے اور اسی سے دلائل بھی آپس میں جھجھکتے
 ہیں اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گی کہ جن حضرات نے صاحبین کے قول
 پر فتوٰوں کی بنیاد رکھی ہے اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔^۱ ملے
 شارح منیۃ المصلیٰ نے یہ جو کچھ کہا ہے اختلاف واقع ہے اور امام اعظم
 کی طرف غلط نسبت ہے، انہوں نے امام اعظم کی طرف جس قول کو منسوب کیا ہے
 اس کا کیا ثبوت ہے اور کونسا حوالہ ہے؟

علامہ آلوسی نے سند امام اعظم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ وہ مطلقاً ذکر
 بالجہر کے انتخاب کے قائل ہیں اور یہی بات قرین قیاس ہے کیونکہ جب قرآن کریم
 کی نصوص صریحہ، امارت، صحیحہ اور آثار کثیرہ سے مطلقاً ذکر بالجہر کا انتخاب ثابت ہے تو
 امام اعظم کس طرح اسے مکروہ یا بدعت فرما سکتے ہیں اور جب علامہ شامی اور علامہ آلوسی
 کی تصریحات کے مطابق اس بارے میں ان کا ایک قول صاحبین کی طرح موجود ہے
 تو کیوں شان کے اس قول کو قطار قرار دیا جائے جو آیات اور احادیث کے موافق ہے
 اور اگر بغرض اسی کے دوسرے قول کی بنا پر جہر کی نفی بھی ہو تو وہ افضلیت پر محمول ہے
 جیسا کہ علامہ شامی نے ذکر فرمایا مذہب کہ جہر کو ناجائز بدعت یا مکروہ ہے، جمیعاً کہ شارح منیۃ
 کہا ہے۔

یکگیریات تشریفی میں اختلاف افضلیت کا ہے

صاحبین کے مذہب پر یکگیریات تشریفی پانچ روز پڑھی جاتی ہیں اور امام اعظم کے
 مذہب پر دو روز، یہ اختلاف بھی اولویت اور فضیلت میں ہے، مدیکہ کہ امام اعظم کے
 مذہب پر پانچ روز یکگیریات جہراً پڑھا مکروہ یا بدعت ہے اور جن فقہار نے امام اعظم
 کے مذہب پر اسے بدعت کہا ہے اس کا مفاویہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ان
 خاص دنوں میں یہ یکگیریات مخصوص سنت سے ثابت نہیں ہیں جب تک کہ ابن ہرز

کردی فرماتے ہیں :-

اما رفع الصوت بالذكر حين كسافي الاذان والخطبة
والاختلاف في عدد متكبيات التشريق جهرًا لا يبدل
على ان الجهر به بدعة لان الخلاف بناء على
ان كونه سنة فائدة على اصل الفعل في كونه
كما اختلفوا في ان سنة الاحرام من الظاهر بتسليمته
اولى امر بتسليمته وفي ذلك لا يبدل على انها لو
بتسليمته يمكن يكون بدعة او حراما له

” بہر حال ہندوؤں سے ذکر کرنا ہمارے جیسے اذان اور خطبے میں ہے
اور تکبیرات تشریق میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف اس بات پر دلالت
نہیں کرتا کہ جہر سے تکبیرات کتنا بدعت ہے کیونکہ اختلاف اس بات میں ہے
کہ اصل نماز تکبیرات کی زیادتی کتنی نمازوں میں سنت ہے جیسے یا اختلاف
کو ظہر کی پادستوری کو ایک سلام سے پڑھنا اولیٰ ہے یا دو سلاموں کے ساتھ
اور یہ اختلاف اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اگر ظہر کی سنتوں کو دو سلاموں سے
پڑھا جائے تو وہ بدعت یا حرام ہوں گی “

خلاصہ یہ ہے کہ تکبیرات کے مسئلہ میں ایک قول کی بنا پر امام اعظم کا صاحبین سے
دو جگہ اختلاف ہے، علیٰ الغرض میں صاحبین کے نزدیک تکبیرات جہراً پڑھیں گی اور امام
اعظم کے نزدیک نہیں اور علامہ شامی کی تصریح کے مطابق یہ اختلاف بھی صرف اختلاف کلمۃ
کراہیت کا نہیں، دوسری جگہ تکبیرات تشریق کے عدد میں اختلاف ہے، امام اعظم کے
 نزدیک دو دن اور صاحبین کے نزدیک یہ تکبیرات پانچ دن پڑھیں جائیں گی اور علامہ
ابن ہزائمر کی تحقیق کے مطابق یہ اختلاف بھی صرف اولویت میں ہے کراہیت یا

بدعت کا نہیں ہے، اور جن فقہاء نے اس پر بدعت کا اطلاق کیا ہے اس کی غایت توجیہ یہ ہے کہ اس خاص جگہ ذکر بالجہر سنت سے ثابت نہیں ہے۔

بہر حال امام اعظم کے نزدیک ذکر بالجہر مکروہ یا حرام کسی طرح نہیں ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مطلقاً ذکر بالجہر مستحب ہے جس طرح علامہ آلوسی نے مسند امام اعظم کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور جب امام اعظم کے مذہب پر ذکر بالجہر مستحب ظاہر ہو چکا تو سر فہرست صاحب کے اس قول کا باطل ہونا آشکارا ہو گیا، دیکھتے ہیں:۔

”بات دلائل یہ ہے کہ صاحب بزاز یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مسلک کی پیروی رکھتے ہوئے دیکھ کر متحققین کا راجحانہ کے مطابق جہاں شریعت میں ذکر بالجہر ثابت نہیں اس مقام میں ذکر بالجہر کو حرام کہتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر اصل ہی اشعار ہے اور ذکر بالجہر کہنا اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم کے منافی بھی ہے اور بدعت بھی اور جہاں خود شریعت نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے اس موقع پر وہ ذکر بالجہر کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلاً اذان، خطبہ اور تعلیم وغیرہ میں“۔

(ابوہریرہ کہ ہم بھی صاحب بزاز یہ سے نقل کر چکے ہیں کہ غیر مواضع ثنوت میں ذکر بالجہر کرنے کے لئے اختلاف اولویت اور عدم اولویت کا ہے، نیز انرا ابن مسعود کی بحث میں ان سے ذکر بالجہر کا مطلق حوالہ اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود کے اثر کی جھوٹی پیش کش کی ہے وہ بھی بیان کر چکے ہیں۔)

غیر مواضع مخصوصہ میں امام صاحب جہر کا ثنوت

اس ماقصر یہ ہے کہ امام اعظم نے بطور خود کسی جگہ بھی اس بات کی تصریح نہیں فرمائی کہ علی العموم والاطلاق ذکر بالجہر بدعت ہے البتہ ایک قول میں ان کا عید الفطر میں جہر تکبیر پڑھنے سے منع فرمایا اور تکبیر تشریف کو پانچ دن کی بھلائی سے دو دن پڑھنے کی تلقین فرمائی، یہ وہ دو امر ہیں جن کی وجہ سے بعض فقہاء نے یہ سمجھ لیا کہ امام اعظم صرف اسی جگہ ذکر بالجہر

کی اہازت دیتے ہیں جہاں بالخصوص شریعہ علیہ السلام سے ذکر بالجہر ثابت ہوا اور ان کے علاوہ دوسرے مواقع پر ان کے نزدیک ذکر بالجہر مکروہ اور بدعت ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے، امام اعظم علی العموم والاطلاق ذکر بالجہر کے حجاز کے قائل ہیں، زیادہ سے زیادہ کیا جاسکتا ہے کہ جس جگہ اور جس موقع پر شریعہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جہر ثابت نہ ہو اس جگہ ہر کرنے کو وہ سنت نہیں کہتے اور یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی ہے۔

ہمارے بیان کی تائید اس بات سے ہوتی ہے :-

فی المحدثین قیل لابی حنیفۃ ینبغی لاهل الکوفۃ
وغیرہا ان یکبروا امیلم العشر فی الاسواق والمسجد
قال نعم ۛ

”محدثی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کوفہ اور دوسری جگہ کے لوگوں کو چاہئے کہ ایام عشر میں بازاروں اور مساجد میں بجکر کہا کریں، آپ نے فرمایا ہاں“

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم علی العموم ذکر بالجہر کو جائز رکھتے ہیں ورنہ اس طرح علی الاطلاق تکبیرات کی اہازت نہ ہوتی۔ شروع میں ہم علامہ آئوسی کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک مطلقاً ذکر بالجہر سبب ہے علامہ آئوسی کو بستن عین دیوبند ٹکڑا اور سر فرزند صاحب خصوصاً بہت مانتے ہیں اس لئے امید ہے کہ یہ حوالہ ان کے لئے حجت ہوگا اور اگر بالقرض علامہ آئوسی اور سند امام اعظم کے حوالے ان کے ہاں مقبول نہ ہوں تو یہ حوالہ تو بہر حال مقبول ہوگا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :-

”سوال : ذکر جبر کرنا قرآن حدیث سے ثابت ہے یا عموماً برکراہ ہے
اپنی طرف سے مقرر کر لیا ہے، نزدیک ہے کہ ذکر جبر امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک

برکت ہے، عموماً کتاب ہے کہ جب ذکر جبرائیل علیہ السلام کے نزدیک باریت
 طیار توڑے جیسے حنفی اس ذکر کرنے کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟
 جواب : ذکر جبرائیل دو نول حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے میں امام صاحب
 نے جبر کو برکت اس موقع پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقع جدا و آپ سے
 علی الصلوۃ وہاں جبر ثابت نہیں جیسا عید الفطر کی نماز کو جلتے ہوئے اور مطلقاً
 ذکر جبر کو منہ نہیں فرمایا، ذکر ہر طرح درست ہے۔ ” ملے

یہ عبارت اپنے مفہوم اور رد نول کے لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہے
 مکتب دیوبند کی نظریاتی مہارت جن ارکان پر قائم ہے گنگوہی صاحب اس کے رکن
 رکین ہیں اور انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ امام عظیم کے نزدیک مطلقاً
 ذکر بالجبر جائز ہے۔ اگر سرفراز صاحب کے ہاں اس حوالہ کی واقعی کچھ اہمیت ہے تو
 ان کو چاہئے کہ اپنی کتاب حکم اللہ ذکر بالجبر کے کم از کم حصہ پر خط و کتابت کیونکہ اس
 کتاب کا ایک ٹکڑا اسی بنیاد پر لکھا گیا ہے کہ امام عظیم بالعموم ذکر بالجبر کو جائز نہیں
 رکھتے حالانکہ فی الواقع امام عظیم کا یہ مسلک نہیں ہے جیسا کہ سند امام عظیم روح المعانی
 اور فتاویٰ رشیدیہ کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے۔

ذکر بالجبر اور صاحبین

امام عظیم نے تکبیرات تشریق کے مسئلہ میں فرمایا ہے کہ دو دن تکبیرات پڑھنی چاہئیں اور
 ایک قول میں عید الفطر میں جبراً تکبیرات پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس سے بعض فقہاء نے
 یہ سمجھا ہے کہ امام عظیم بالعموم ذکر بالجبر سے منع کرتے ہیں تاہم اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے
 یہی تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں امام عظیم کے قول پر فتوے نہیں ہے بلکہ صاحبین (امام محمد
 اور امام ابو یوسف) کے قول پر فتوے ملے ہیں چنانچہ علامہ ابن حجر حنفی تجرید تشریق کی بحث
 میں فرماتے ہیں :-

والعمل والفتویٰ فی عامۃ الامصار وکافۃ
الاعصار علی قولہما ملہ

”اس مسئلہ میں عمل اور فتوے ہر زمانہ کے تمام شہروں میں صاحبین کے
قول پر دیا ہے۔“

اداسی بنابر مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :-

”سوال :- ذکر باہر اور دعا بہر اور دوہ بہر خواہ جہر خفیہ ہو یا شہر
جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب :- ذکر، خواہ کوئی ذکر ہو سوائے اہم اہم بخفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ
ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے
مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے علیہما الرحمہ ملہ

علامہ ابن نجیم اور گنگوہی صاحب دونوں نے تصریح کر دی ہے کہ صاحبین
کے نزدیک مطلقاً ذکر باہر جائز ہے اور مشائخ حنفیہ نے اس مسئلہ میں صاحبین کے
قول پر ہی فتوے دیے ہیں اس لئے اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ایک قول کے مطابق
ماہر عظیم العزم ذکر باہر کو جائز نہیں رکھتے تو یہ ہمارے مخالف نہیں ہے کیونکہ کاس
مسئلہ میں مشائخ حنفیہ نے صاحبین کے قول پر فتوے دیے ہیں۔

صاحبین کے قول پر عمل کی تفصیل اور تحقیق

اہل علم کے نزدیک یہ ثابت اور مقرّر ہے کہ فقہی مسائل کی بعض صورتوں میں اہم
اعظم کے قول پر فتوے انہیں ہوتا بلکہ صاحبین کے قول پر فتوے دیا جاتا ہے اور صاحبین

کا وہ قول بھی در حقیقت امام اعظمی کا قول ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک سند میں امام اعظم کے متعدد اقوال ہوتے ہیں، امام اعظم ان اقوال میں سے کسی ایک قول کو ترجیح دیکر اختیار کر لیتے ہیں۔ عام طور پر صاحبین بھی امام اعظم سے اتفاق کرتے ہیں اور بعض دفعہ صاحبین امام اعظم سے اختلاف کر کے ان کے اختیار کردہ قول کی بجائے ان کے دوسرے قول کو ترجیح دیکر اختیار کر لیتے ہیں اور وہ صاحبین کا مسلک کہلاتا ہے۔

عام طور پر امام اعظم کے قول پر فتوے دیا جاتا ہے لیکن بعض مقامات میں صاحبین کے قول کو اختیار کر کے اس پر فتوے دیا جاتا ہے اور یہ عمل حقیقت سے خروج نہیں ہے جیسا کہ بعض کو ناہنم لوگوں نے سمجھا ہوا ہے، فقہ حنفی میں اس کی متعدد مثالیں ہیں جو اہل علم پر غلطی نہیں ہیں۔

غور فرمائیے وضو کا متعل پانی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک وہ طہر غیر مطہر ہے اور ہمارے مشائخ نے امام محمد کے قول پر ہی فتوے دیے ہیں، اسی طرح زمین کو بٹائی پر دینا امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں اور اگر ان کے قول پر عمل کیا جائے تو زبردستی کا تمام کاروبار مطلق ہو کر رہ جائے اور صاحبین کے نزدیک زمین کو بٹائی پر دینا جائز ہے اور یہاں بھی فتوے صاحبین کے قول پر ہے، اسی طرح امام اعظم وفات کو لازم قرار نہیں دیتے اور صاحبین کے نزدیک وفات لازم ہے اور فتوے انہیں کے قول پر ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں :-

”سترو مسائل میں ہمارے مشائخ نے امام اعظم کے مقابل میں امام زفر کے قول پر فتوے دیے ہیں۔“

نیز لکھتے ہیں :-

”مشائخ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ ذوی الارحام کے تمام مسائل میں امام محمد کے قول پر فتوے دیے جاتے ہیں اور قضاء کے تمام مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔“ (رد المحتار، ج ۱، ص ۶۶)

ان چند مثالوں سے قارئین کرام خط اندازہ لگا دیا ہو گا کہ کسی مختلف نیا اور معتد فیہ مسئلہ میں امام اعظم کے قول کی جگہ صاحبین کے قول کو اختیار کر لینا جائز ہے اور معمول بھی جبکہ مشائخ حنفیہ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہو اور جس صورت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ ایسی ہی ہے کہ چونکہ علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ عدد و کیفیت تشریع میں ہر زمانے کے مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہے اور گفتگو ہی صاحب نے لکھا ہے کہ صاحبین کے نزدیک مطلقاً ذکر بالجہ جائز ہے اور ہمارے مشائخ نے انہی کے قول پر فتوے دیا ہے۔

غور فرمائیے امام اعظم کا ایک قول ذکر بالجہ کے مطلقاً جواز اور استحباب کا بھی ہے جیسا کہ ہم روح المعانی اور فتاویٰ رشیدیہ کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں اور دوسرے قول کی بنا پر ہم گفتگو ہی صاحب کے حوالے سے بندہ کچھ کہیں صاحبین کے نزدیک مطلقاً ذکر بالجہ جائز ہے اور مفتی پر انہیں کا قول ہے، اس کے باوجود جب ہم ذکر بالجہ کے مطلقاً جواز اور استحسان کی بات کرتے ہیں تو مراد صاحب ہم کو مسلک حنفیت سے بے بہرہ اور احناف سے خارج قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:-

• مؤلف مذکور کو اصل مسئلہ کی نوعیت اور اس کی تفصیل اور حضرات فقہاء کرام احناف کی حضرت امام ابو حنیفہ کے صحیح مسلک سے بالکل بے خبری ہے اور وہ بیچارے اس مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ حنفی سے سراسر نادانگہ ہیں، انہوں نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے عمومی طور پر ذکر بالجہ کو حضرات احناف کے مٹھوا لٹھ سے لٹھ لٹھ کر دیا ہے۔

ہم نے جو کچھ مجدد لکھا ہے وہ غلط فہمیوں پر قائم ہے اور اس سلسلہ میں

ہمارا دامن کن کن حضرات سے وابستہ ہے؟ یہ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ میں آئیے اب
ہم آپ کو ایک مثال دے کر بتائیں کہ فرض روز صاحب غرور کتنا اہم و اعظم کے مسلک کا احترام
کرتے ہیں۔

تختواہ کے مسئلہ میں مخالفین امام عظیم اور صاحب کی کی پراہ نہیں کرتے

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام میں سے بعض حضرات
کو قرآن کریم کی تعلیم دی "ان میں سے کسی شخص نے ان کو بطور ہدیہ ایک کمان پیش کی، عبادہ
بن صامت نے سوچا کہ میں اس کمان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے موقع پر استعمال کروں گا۔
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم دو زخ کی
آگ کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا چاہتے ہو تو یہ کمان لے لو۔

یہ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں سے
درج کر کے فرمایا، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (بخاری و مسلم، ابن عابدین، ج ۱، ص ۱۵۴)

عبدالرحمن بن شبل سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا
اقربوا القرآن ولامتاکلوا بہ ولا تبغوا عنہ ولا تعلقوا
فہبہ ولا تستکثروا بہ۔

"قرآن کریم پڑھا کرو اور اس کو اپنا کاروبار نہ بناؤ، نہ اس پر غلہ کرو، نہ اس میں
غلہ کرو، نہ اس کے سبب سے کثرت حاصل کرو۔"

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے۔ (بخاری و مسلم،
ابن عابدین، ج ۱، ص ۱۵۴)

ان احادیث کے پیش نظر حضرت امام احمد سرسبز رحمہ اللہ نے علم اور عینہ صنی اللہ علیہ نے
تعلیم قرآن اور سب حدیث اور امامت و خلافت پر اجماع لینے کو حرام قرار دیا ہے اور اس جگہ
صاحبین کے دامن میں یمن پناہ نہیں ملے گی کیونکہ وہ اس مسئلہ میں امام اعظم کے ساتھ ہیں اور تعلیم
قرآن اور امامت وغیرہ پر اجماع لینے کو حرام قرار دیتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ تمام متقدمین علماء
احناف تعلیم قرآن وغیرہ پر اجماع لینے کو حرام قرار دیتے ہیں البتہ متاخرین تھے اس کے جواز

کا توڑے رہا ہے :-

فاستقوا یاخذوا الجرة علی التعلیم وکذا علی
الامامة والاذان مع ان ذلك مخالف لما اتفق
عليه ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد من عدم جواز
الاستنجاء و اخذ الجرة علیہ

” متاخرین علماء نے تعلیم قرآن و حدیث اور اذان و امامت پر اجرت لینے
کو جائز رکھا ہے حالانکہ ان کا یہ فتوے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد
کے متفق علیہ مسک کے خلاف ہے کیونکہ وہ ان امور پر اجرت لینے کو جائز
اور حلال قرار دیتے تھے۔“

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :-

ولا الاستجار علی الاذان والعجم وکذا الامامة
و تعلیم القرآن والفقه والاحمد ان کل طاعة
میختص بها المسلم لای جواز الاستجار علیہ
عندنا الی ان قال ولنا قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام
اقربوا القرآن ولا تاكلوا اب و فی اخر ما عهد
رسول الله صلی الله علیہ وسلم الی عثمان بن
ابی العاص و ان اتخذت مؤذنا فلا تأخذ علی
الاذان اجرا

” اذان، عجم، امامت، تعلیم قرآن اور حدیث پر اجرت لینا ناجائز ہے اور
قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت کے ساتھ مسلمان خود مکلف ہو اس پر اجرت لینا

ہاتھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قرآن پڑھو اور اس سے روزگار نہ بناؤ اور ملت کے قریب آپ نے حضرت عثمان
بن ابی العاص سے فرمایا اگر تم مؤذن بنو تو اذان پڑھا کرت نہ لینا ۛ

یہ بات آپ کے سامنے آچکی ہے کہ احادیث میں بھی قرآن سے ممانعت
کی گئی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور تمام متقدمین فقہاء تعلیم پر اجرت
لینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔۔۔۔۔ اب دیکھیے! سرفراز صاحب اس مسئلہ میں کیا لکھتے ہیں
”جن بعض ائمہ نے تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے ان کا مسئلہ
میں حدیثیں ہیں جو جہود کے نزدیک صحیح نہیں یا منسوخ ہیں اور بظاہر ان کو غلط
راشدین کے یہ آثار نہیں پہنچا دیے انہوں نے کمال دماغ اور تفسیر کی بنا پر
پراہرت کو پسند نہیں کیا (والعمدۃ اللہ) بہر حال تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے
کے جواز پر غلط راہدین کے عمل اور حکم سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار ہے
اور اب یہ اتفاقی امر ہے“ ملہ

اللہ کی شان ہے ہم اگر ایک قول کی بنا پر امام اعظم کے مسلک اور دوسرے
قول کی بنا پر صاحبین کے مفتی پر قول کھٹکھٹا لٹکا لٹکا ذکر الجہر کے استنباب کی بات کریں تو حقیقت
سے بے سرو اور احناف سے خارج اور آپ صحن تنخواہ کے شوق میں نہ صرف امام ابو حنیفہ
بلکہ صاحبین و تمام متقدمین احناف اور احادیث میں بھی کے خلاف تعلیم قرآن پر اجرت لینے
کا فتوے دیں تو مزاج شناسی رسول اور جننی کے متنی! ۛ

جو چاہے آپ کا حسن کر شرم از کرے

اور اگر احادیث میں بھی کی ممانعت اور امام اعظم اور صاحبین کے منع کرنے کے باوجود
دینی امور پر تنخواہ یعنی درست ہے کہ متاخرین نے جو اذکار کا فتوے دیا ہے تو (ایک قول
میں) امام صاحب کے منع کرنے کے باوجود ہم مطلقاً ذکر الجہر کے استنباب کا اس لئے

قول کریں کہ مشائخ حنفیہ سے اس مسئلہ میں صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۱۶)

اور آیات، احادیث، آثار اور اجماع علماء سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے تو ہمیں کیوں گویا زنی قرار دیا جاتا ہے۔

کوئی بتائیں کہ ہم بتلائیں کیا؟

امام قاضی خان اور ذکر بالجہر

امام فخر الدین حسن بن منصور الاذہری المعروف بہ قاضی خان (المتوفی ۵۹۲ھ فتا، احکامات میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، علامہ ابن عابدین شامی نے ان کا ذکر فقہاء کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ مجتہد فی المسائل تھے، انہوں نے بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ لکھتے ہیں :-

ولا بأس بالتسبیح والتہلیل وان وقع صوت

بذلك

”مسئلہ اور تسبیح کو باواز بلند پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

اور جب قاضی خان علی الاطلاق والعموم ذکر بالجہر کے جواز کی تصریح فرما چکے ہیں تو نماز جنازہ میں ان کا بیکہ رفع الصوت بالذکر، فرما، لوحہ یا جہر فاشش پر محمول کیا جائے گا یا اس کی وہ تاویل کی جائے گی جو علامہ آنوسی سے روت المعانی میں بیان فرمائی ہے۔

امام کروری اور ذکر بالجہر

امام محمد بن محمد شباب المعروف بابن ہزاہم کروری الحنفی (المتوفی ۸۲۷ھ) ایک عظیم فقیہ اور بلند پایہ محقق ہیں، مؤلف حکم الذکر بالجہر فحان کی ایک طویل عبارت سے اپنی پسند کا ایک جملہ لے لیا ہے اور اسے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۷ میں ذکر کیا ہے (امام رقم الصوت بالذکر فحان کے مافی الاذان والمخطیۃ) اور اس جملہ سے یہ تاثر دیا ہے کہ امام کروری صرف مواضع مخصوصہ میں ذکر بالجہر کو جائز رکھتے

میں انہوں نے دوسری خیانت یہ کی ہے کہ مسئلہ دعا میں انہوں نے یہ نو ذکر کروایا کہ نام کروری
بلند آواز سے دعا کو منہ کر کے میں اور یہ ذکر نہیں کیا کہ نام کروری قرآن کے بعد نفس طے
بھی منہ کر کے میں۔

ہر حال یہ ان کی دیانت قلم و عصمت تحریر کا ذکر تھا اب ہم آپ کے سامنے
نام کروری کی ذکر و بھر کے متعلق پوری عبارت ذکر کرتے ہیں اس سے آپ خود اندازہ
فرمائیں کہ نام کروری علی الاطلاق والعموم ذکر یا بجز کے نزدیک ہیں یا غایت ؟ لکھتے ہیں ہر
وفي فتاوى القاضى رخم الصوت بالذکر حرام

و قد صح عن ابن مسعود انه سمع قوما
اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه
الصلاة والسلام جهلا فراح اليهم فقال ما عهدنا
ذلك على عهدنا عليه السلام وما اراكم الا مبتدعين
فما ذلك يذكركم ذلك حتى اخرجهم عن المسجد
فان قلت المذكور في الفتاوى ان الذكر بالجهر
ولو في المسجد لا يمنع احترازا عن الدخول
تحت قوله تعالى ومن اظلم ممن منعه من مسجد
الله ان يذكر فيها اسمه و صنع ابن مسعود
رضي الله عنه يخالف قولكم قلت الاخر اجماع عن
المسجد لو نسب اليه بطريق الحقيقة يجوز
ان يكون لاعتقادهما العبادة فيه و لتعليم الناس
بانه بدعت و الفعل الجائز يجوز ان يكون غير
جائز لغرض بل حقه فكذلك غير الجائز يجوز ان
يجوز لغرض كما استدل رسول الله عليه السلام
الافضل تعليم الجواز وفي الاعراف في قوله

کہ تم لوگ بدعتی ہو، انہوں نے بار بار یہی کہا حتیٰ کہ ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا
 اگر تم یہ کہو کہ کتب فتاویٰ میں لکھا ہے کہ کسی شخص کو مسجد میں ذکر باجمہر سے
 درود کا ہائے ناکارہ وہ من اظلم من من من من مسجد اللہ کی دعید
 میں درآہائے اور حضرت ابن مسعود کا ان لوگوں کو نکالنا اس بات کے مخالف
 ہے کہ میں کہوں گا کہ حضرت ابن مسعود کا ان لوگوں کو نکالنا اگر صحیح ہے تو
 اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس جہر میں عبادت کو مختصر سمجھ لیا تھا اور
 یہ بات بدعت ہے اور یہ ممکن ہے کہ بانو کا کسی خارجی سبب سے ناجائز
 ہو جائے جس طرح نابالغ کا کسی خارجی سبب سے جائز ہو جاتا ہے جس طرح
 حضور کا بیان حجاز کے لئے افضل امور کو ترک کرنا اور سورۃ اعراف میں جو اشد
 تعالیٰ کا قول ہے 'ادعواہم' اس کا معنی عبادت ہے، القریع کا معنی طہیزی
 اور خضیا کا مطلب ہے بے ریا طاعت کرنا اور 'لا یحب المعتدین' میں سے
 معتدین سے مشرکین مراد ہیں اور وہ جو حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و
 سلم نے باواز بند کبیر پڑھنے والوں سے فرمایا اپنے ساتھ نرمی کر دو کیونکہ
 تم کسی بھر سے اور قاضی کو نہیں پکار رہے تم قریع و قریب کو پکار رہے ہو
 حضور کے کس منع فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ میں جہر میں کوئی فائدہ نہ دیکھا یا اس لئے
 کہ یہ جنگ کا موقع تھا اور ایسی جگہ جہر کی تعصیب کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے اسی وجہ
 سے عزرات میں گھنٹی بجانے سے منع کیا گیا ہے۔ بہر حال ذکر باجمہر جائز ہے
 جس طرح اذان، اخطا اور حج وغیرہ میں ہے اور بکیرت تشریق کے جہر پڑھنے
 میں جو عدد کا اختلاف ہے وہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کو جہر پڑھنا
 بدعت ہے کیونکہ اصل اختلاف اس بات میں ہے کہ نماز کے اہل افعال پر
 تکبیرات کی زیادتی کتنی نمازوں میں منت ہے جیسے اس میں اختلاف ہے کہ
 غلہ کی پارسنتیں ایک سلام سے اولیٰ ہیں یا دو سلاموں سے اور یہ اختلاف
 اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اگر یہ سنتیں دو سلاموں سے پڑھی جائیں تو وہ بدعت

یا حسام ہے ۛ

ذکرِ بالجہر کے علی العموم والاطلاق کے جواز کے خلاف جس قدر دلائل کشید کئے جاتے ہیں، امام ابن ہزاردی سلمہ جن جن کو اس عبارت میں ان سب کے جواب پیش کر دیتے ہیں، اثر ابن مسعود کا جواب دیکھ، ان لوگوں کو منع فرمایا جو جہر میں عبادت کو مختصر سمجھیں۔ حدیث ’اربعو علی انفسکم‘ کا جواب دیکھ وہ منع کرنا اس لئے تھا کہ وہاں جہر میں مصلحت نہیں تھی، قرآن کریم کی آیت ’ادعواکم تعزما ذخیہ‘ کا جواب دیکھ، ادعوا کا مطلب عبادت ہے اور ذخیہ کا مطلب سب سے ریا، تکبر اور تشریق کا جواب دیکھ، اس میں امام و صاحبین کا اختلاف جہر کی کراہت کو متفق نہیں، پھر ذکرِ بالجہر کے عموم والاطلاق پر قرآن کریم کی آیت ومن اعظمہ ممن منع منسجدا للہ ان یدکر فیہا اسمہ اور کتاب فتاویٰ کی تصریحات سے استدلال کیا اور تائید میں اظہار و خطبہ اور تنبیہ کے جہر کو پیش کیا۔

فتاویٰ عالمگیری اور ذکرِ بالجہر

رسالہ ذکرِ بالجہر میں عالمگیری سے ایک حوالہ پیش کیا گیا تھا :-

جمع عظیم یرفعون اصواتہم بالتسبیح

والتملیل جملۃ لا بأس بہ

”جماعت عظیم علی کر لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ آواز بلند پڑھے تو کوئی

حرج نہیں ہے ۛ

اس عبارت کے ساتھ ہی عالمگیری میں لکھا ہوا ہے والاحضار افضل یعنی ذکرِ بالجہر اگرچہ جائز ہے لیکن افتخار افضل ہے اور چونکہ افتخار کی فضیلت ہمارے موزوں سے خارج تھی اور نہ ہی اس کی فضیلت سے ذکرِ بالجہر کے جواز پر کوئی اثر پڑتا تھا اس لئے ہم نے اسے ذکر نہیں کیا۔ مرفراز صاحب اس پر غلط و غضب میں آکر لکھتے ہیں :-

”اور مؤلف ذکرِ بالجہر نے ترجیح عظیم سے لے کر ’لا بأس بہ‘ تک خفیہ مطلب

عبادت نفل کر دی ہے اور اول و آخر کی عبارت گیارہویں شریعت کا لفظی ملوہ
مجھ کر بڑبڑ کر رہی ہے۔

یہ سوتیا سنا تھا تو تحریر اور بازار کی گنگو توخیر سے آپ کو مبارک ہو، ہم تو صرف اتنا
ہی کہہ سکتے ہیں کہ والا احضار افاضل کا ذکر کسی طرح ہمارے موقف کے خلاف نہیں
ہے کیونکہ ہم کسی بارگاہ کے لیے کہ بعض صورتوں میں اسے ذکر بھی افضل ہوتا ہے، نیز
عالمگیری کے ادب میں ہے :-

ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ

”مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کوئی آواز بلند کی جائے۔“

فقہ سنی عالمگیری فخر حنفی کی وہ مستند کتاب ہے جس کو ہندوستان کے
تین سوجید علماء نے ملا نظام الدین کی قیادت میں مرتب کیا اور اس میں ذکر بالجہر کے جواز
کی تصریح کا مطلب یہ ہے کہ یہ تین سوجید علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے جسے روکنا آسان
نہیں ہے۔

علامہ سیوطی اور ذکر بالجہر

علامہ ملا الدین سیوطی نے تہذیب الفکر فی الجہر فی الذکر کے نام سے ذکر بالجہر کے
جواز اور استحسان پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے، اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے ۲۵ احادیث
سے ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان پر استدلال کیا ہے جن میں سے بعض احادیث کی
دلائل ذکر بالجہر پر مراد نہ ہے اور بعض کی دلائل التزاماً ہے اور اس کے بعد مسکون کی
پیش کردہ آیات اور احادیث کے متعدد جواب ارقام فرمائے ہیں، دلائل اور بحث کو
چھوڑ کر ہم آپ کے سامنے صرف ذکر بالجہر سے متعلق سوال اور علامہ سیوطی کا جواب
پیش کر رہے ہیں :-

صلح مسکون الذکر بالجہر ، ص ۱۶۴۔

صلح فہرست عالمگیری ، ص ۳۰ ، ص ۹۴ (ملیہ ہند)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
 سألت أكرمك الله عما اعتاده السادة الصوفية
 من عقد حلق الذكر والجهرب في المساجد
 ورفع الصوت بالتهليل وهل ذلك مكروه أم لا
 الجواب انه لا كراهة في شيء من ذلك وقد
 وردت احاديث تقتضي استحباب الجهر بالذكر
 واحاديث تقتضي استحباب الاسرار وبوالجهم
 بينهما ان ذلك يختلف باختلاف الأحوال الاثنا
 كما جعم النووي بمثل ذلك بين الاحاديث الواجبة
 باستحباب الجهر بقراءة القرآن والاحاديث الواردة
 باستحباب الاسرار جهما له

• مورد مسئلة کے بعد واضح ہو کہ آپ سے سوال یہ ہے کہ صوفیاء کرام کا معمول
 یہ ہے کہ وہ مساجد میں غلظ بنا کر بلند آواز سے کلمہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں کیا یہ
 مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب : ذکر بالجہر میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث
 ذکر بالجہر کی مقتضی ہیں اور بعض ذکر بالسر کی اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ مختلف
 احوال اور اشخاص کے لحاظ سے حکم مختلف ہوتا ہے جس طرح علامہ نووی
 نے فرق کریم کے سرور چہر سے پڑھنے کے احکام میں تطبیق دی ہے۔
 علامہ آلوسی اور ذکر بالجہر

متاخرین میں علی اور حقیقی اعتبار سے علامہ آلوسی صاحب روح المعانی کا مذاہب
 بلند ہے، مخالفین بھی ان کی علمی وجاہت کے قائل ہیں اس لئے آپ ہم آپ کے سامنے

اس سلسلے میں علامہ انوسی کا نظریہ پیش کرتے ہیں :-

واختار بعض المحققين ان السمراد دون الجهر
بالغم أو الزائد على قدر الحاجة فيكون الجهر
المعتدل والجهر بقدر الحاجة داخل في المأمور
به فقد صح ما يزيد على عشرين حديثاً في
أنه صلى الله عليه وسلم كثر ما كان يجهر
بالحديث

”اور بعض محققین کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہر مفرط یا منورث سے
زیادہ جہر سے منع کیا ہے پس جہر متوسط اور بقدر ضرورت جہر شرعی مأمور ہے
کہونکہ میں سے زیادہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ذکرہ بالجہر کیا کرتے تھے“

فرسٹاز صاحب نے متوسط ذکرہ بالجہر کے خلاف علامہ انوسی کی ایک
عبارت پیش کی ہے :-

ومشروعي كثر ما من اهل زمانك يعتمدون
الصواخ في الدعاء خصوصاً في الجوامع حتى يعظم
اللفظ ويشتد وتشتك المسامع وتشتد ولا يدرون
انهم جميعاً بين بدعتين دفع الصوت وكون ذلك
في المسجد

”تم اپنے زمانہ میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو دعا کے وقت چلائے
کو اپنا شمار بنائے ہوئے ہیں خصوصیت سے جامع مسجدوں میں حتیٰ کہ ان میں

اس قدر شدت سے شور و غل ہوتا ہے کہ کان بند ہو جاتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے دو بدعتیں جمع کر لی ہیں ایک دعا کے وقت آواز بلند کرنا اور دوسری مسجد میں آواز بلند کرنا ۱۷

الجواب

سرفراز صاحب نے علامہ آلوسی کی جو یہ عبارت پیش کی ہے یہ ان کو قطعاً سود مند نہیں ہے کیونکہ اولاً تو علامہ آلوسی نے دعا کے بارے میں یہ گفتگو کی ہے اثنائاً گفتگو جہتِ متوسط میں ہے اور علامہ آلوسی اس جہت کا رد فرما رہے ہیں جس میں اس قدر شور و غل ہو جس سے کان بند ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ وہ جہتِ مفروضہ ہے جس کے اثبات کے ہم در پے نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ سرفراز صاحب علامہ آلوسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "ایک دوسرے حضرات نے تفصیل کی ہے اور کہا ہے اختلاف اس مقام میں افضل ہے جہاں ریا کا خوف ہو یا جہر کرنے کی وجہ سے مشائخ نامزدی یا ہونے والے واقعات کرنے والے یا علم شرعی میں مشغول ہونے والے کو تشویش ہوتی ہو اور جہر و اختلاف پر مقدم ہوگا جو مقام ان خواہیوں سے خالی ہو اور اس میں کسی جاہل کی تعلیم یا کسی گھبرائے ہوئے کی وحشت کو یا ادھم دھم کرنے والے کی اونگھ کو یا خود دعا کرنے والے کی اپنے نفس کے سستی کو دور کرنا مقصود ہو یا کسی مومن کے دل میں خوشی داخل کرنے یا کسی بدعتی کو اس کی بدعت سے روکنے کے لئے جہر کیا جائے یا اس میں کوئی اور وجہ ہو تو بہتر ہے" ۱۸

الجواب

علامہ آلوسی نے یہ عبارت ادعواً بکہ تصریحاً و خفیتاً کی تفسیر میں کر فرمائی ہے، سرفراز صاحب نے اس عبارت کا اول آخر ذکر نہیں کیا جس سے یہ متین ہوتا کہ یہ گفتگو

دعا میں ہے ذکر میں نہیں اس لئے عبارت سے پہلے علامہ آنوسی نے مسجد بن ابی دقت میں
کی دعائیت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایک قوم دعا مانگنے
میں مدرسے تھاو ذکر سے لگی (الحديث) اور آخر میں دعا مانگنے کی چند صورتیں ذکر کی ہیں۔
ہر حال یہ گفتگو دعائیں ہے بحث ذکر میں نہیں ہے۔

چنانچہ اس عبارت میں جہر ترسوط سے منع نہیں کیا بلکہ اس جہر سے منع کیا ہے
جو کسی کے مطالعہ یا خذ میں خلل انداز ہو اور ظاہر ہے ایہ جہر جہر فطری ہوتا ہے۔
چنانچہ جن مواقع پر علامہ آنوسی نے اختصار کو افضل قرار دیا ہے وہاں اختصار کا افضل
ہوایا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس جگہ جہر بھی فی نفسہ جائز ہے۔

اس کے علاوہ بھی علامہ آنوسی نے ذکر بالجر کے جواز اور استحباب کے متعلق
بہت کچھ لکھا ہے جن میں سے بعض عبارت ہم نے اس کتاب کے مختلف
مباحث میں پیش کر دی ہیں۔

مولانا عبدالحی اور ذکر بالجر

مناظرین فقہاء میں مولانا عبدالحی لکھنوی خاصی شہرت رکھتے ہیں اور محققین و مفسرین
کے ہاں بھی ان کی شخصیت مقبول اور مسلم ہے خصوصاً مکمل الذکر بالجر کے نزاع سے بھی قطع و
برید کے باوجود اپنی کتاب میں ان کے کافی حوالے پیش کئے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ اس سلسلے میں ان کی تحقیق بھی پیش کر دی جائے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے سباحت الفکر فی الجہر بالذکر کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے
جس کے شروع میں یہ بیان کیا ہے کہ مسئلہ ذکر بالجر میں اہل سنت کا اختلاف ہے بعض
ذکر بالجر کو مکروہ اور بدعت کہتے ہیں اور بعض جائز قرار دیتے ہیں۔ میر محمد زین کے دلائل تفصیل
سے پیش کئے ہیں اور مفسرین جن آیات و احادیث سے ذکر بالجر کی کراہت پر استدلال
کرتے ہیں ان تمام کا تفصیل جواب لکھا ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی نے بطور خود
ذکر بالجر کے ثبوت میں ۴۸ احادیث پیش کی ہیں اور آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ
سے ذکر بالجر کا جواز ثابت کر دیا ہے۔

چنانچہ کلمہ ذکر بالجہر میں فقہاء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

فانظر فيها كيف اضطربت الاراء وسر واختلفت
اقوالهم فمن ميجوز ومن محرم ومن قائل انه بدعة
ومن قائل انه مكروه والاصح هو الجواز لما لم يجاوز
الحديث كما اختاره الخبير السلي ولتذكر اولاً ما
استدلوا به على المنع مع ذكر ما يدفعه شرعاً من
ادلة الجواز ونعقبه بما قد الاضطراب الواقع بين
كلماتهم

”پس دیکھو کہ ان فقہاء کے اقوال کس طرح مختلف اور مضطرب ہیں بعض جہر کو
جائز کہتے ہیں اور بعض حرام، بعض مکروہ اور بدعت اور صحیح بات یہ ہے کہ ذکر بالجہر
جائز ہے جب کہ محفوظ ہو جیسا کہ علامہ مدنی نے فرمایا ہے، پس پہلے ہم
مانعین کے دلائل اور ان کے جواب ذکر کریں گے پھر جہر کے جواز پر دلائل
لائیے گئے اس کے بعد فقہاء کے مختلف اقوال میں تطبیق ذکر کریں گے۔“
نیز اثبات ذکر بالجہر پر ۴۸ احادیث پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

فلهذه احاديث صحيحة يظهر منها ومن نظائرها
صرحة او اشارة ان لا كراهة في الجهر بالذكر
بل فيها ما يدل على جوازه او استحبابه كيف لا
والجهر بالذكر له اشرف من ترقيق القلوب ما ليس
في السر نفس الجهر الممنوع ممنوع شرعاً وكذا الجهر
الغير المضطرب اذا كان فيه ايداء واحد من ناظم او مصل
او حصلت فيه شبهة بالرياء او لوحظت فيه خصوصيات

غیر مشروعۃ او التزام کا التزام الملزمات فکم
من مباح یصیر بالالتزام من غیر لمن وم اللخص
بغیر من مخصص مکسر وھاسلہ

”یہ احادیث صحیح ہیں مگر بعض ملحد اور بعض اشرار اس بات پر
دلائل کرتے ہیں کہ ذکر الجہر میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے بلکہ بعض احادیث
ذکر الجہر کے جواز و استحباب پر دلائل کرتے ہیں اور کہیں نہ ہو جبکہ ذکر الجہر سے
دل میں جو زخم پیدا ہوتی ہے وہ آہستہ ذکر سے نہیں ہوتی البتہ جو جہر نقصان دہ
مثلاً کسی کی فتنہ نماز میں غلط ڈالنے یا کاری پر مثل ہوا ایسا جہر ممنوع ہے
خواہ مفروض ہو یا غیر مفروض جس جہر میں ایسی قیود داخل کر لیا جائے جو شرعاً ثابت
نہ ہوں کیونکہ التزام سے مباح بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔“
انگلیش میں لکھتے ہیں :-

و خلاصۃ المرام فی هذا المقام ان لا مریب
فی کون السر افضل من الجہر للتصرع والعیفۃ
وکذا لا مریب فی کون الجہر المفروض ممنوعاً
لحدیث ارجو اعلیٰ انفسکم واما الجہر للغير
المفروض فالاحادیث متظاہرۃ والآثار متوافقة
علیٰ جوازه ولہذا نجد دلیلاً یبدل صراحة علی
حرمتہ او کراہتہ وقد نص المحدثون والعقلاء
الشافعیۃ وبعض اصحابنا علی جوازه ایضاً ویدل علیہ
قول صاحب النہایت فی کتاب الحج المستحب عندنا
فی الاذکار الخفیۃ الا فی ما تعلق باعلانیۃ مقصود کالاذن

والتلبیة والخطبة کذا فی المبسوط انتهى۔
 والظاهر ان مراد من قال الجهر حرام هو الجهر
 المفرط بدلیل انہم یستدلون علیہ بقول علیہ
 الصلوٰۃ والسلام ان یجوع علی انفسک الحدیث۔
 وقد عرفت فی شأن ورودہ ان ورودہ انما
 کان فی الجهر المفرط لا فی الجهر مطلقا مع انہ کیف
 تثبت الحرمة الحقیقیۃ بخبر الاحاد الذی
 هو من الادلة الظنیۃ ومن قال انہ بدعت اراد
 بہ ان ایقاع علی وجہ مخصوص والتزام ملتزم
 لم یعہد فی الشرع بدلیل انہ سوا طغرا البدعة
 علیہ فی مبحث التکبیر فی طریق صلوٰۃ عید الفطر
 وقالوا الجہر بہ فی الطریق علی الوجہ المخصوص
 انما ورد فی عید الاضحی واما فی عید الفطر
 فهو بدعتہ

” غلام یہ ہے کہ حصول خوف اور بے چارگی و جبر سے بڑے کے افضل ہونے
 اور حدیث اور احادیث انفسک کی وجہ سے جہر مفرط کے منوع ہونے میں کوئی شبہ
 نہیں ہے اور یہاں جہر متوسط تو وہ بکثرت احادیث اور آثار سے ثابت ہے اور
 جہر متوسط کی کراہت یا حرمت پر کوئی دلیل نہیں، بل ریب محدثین، فقہاء و شافعیہ
 اور بعض فقہاء و اشاعہ نے بھی جہر متوسط کے حجاز کی تصریح کی ہے اور صاحب
 نہایہ نے مبسوط کے حجاز سے کہا ہے کہ اذکار میں جہر مستحب ہے سوائے اذکار
 کے جن میں اعلان مقصود ہو جیسے اذان، تلبیہ و خطبہ اور جنہوں نے جہر کو حرام

قرار دیا ہے، ان کی مراد اس جہر سے جہر مفروط ہے کیونکہ وہ حدیث 'اربعاً علی' کے
 انفسکم سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث میں حضور نے جہر مفروط سے
 روکا تھا، علاوہ ازیں یہ کہ جہر کی حرمت پر ان اخبار کا عارضہ دیکھ کر استدلال کیا
 جاسکتا ہے جب کہ یہ معنی ہیں اور جن لوگوں نے جہر کو بدعت کہا ہے ان کی مراد
 یہ ہے جہر کی ہیئت میں کسی خصوصیت کو داخل کرنا بدعت ہے کیونکہ انہوں
 نے عید الفطر کے دن راستہ میں جاتے ہوئے جہر کو بدعت قرار دیا ہے
 کو بدعت قرار دیا اور کہا اس خصوصیت کے ساتھ صرف عید الفطر کے دن
 راستہ میں بکیر کی گستاخت ہے اور عید الفطر کے دن بدعت ہے ۱۱

مولانا عبدالحی کی اس عبارت سے اگرچہ ہم کو کلیۃً اتفاق نہیں ہے تاہم مسکین
 اور متبعین کی عبرت کے لئے اس میں کافی مواد موجود ہے کیونکہ مولانا عبدالحی نے اس
 عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ متوسط ذکر بالجہر کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ کہ
 کتاب و سنت اور آثار و صحابہ میں متوسط ذکر بالجہر کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے
 جس شخص نے بھی جہر سے منع کیا ہے اس کی مراد اس جہر سے جہر مفروط ہے اسی طرح اس
 میں یہ بھی تصریح ہے کہ حدیث 'اربعاً علی انفسکم' میں بھی جہر مفروط سے روکا گیا ہے
 نیز مولانا نے جہر کو بدعت کہنے والوں کے قول کی بھی تاویل کی ہے۔

گنگوہی صاحب اور ذکر بالجہر

مولوی رشید احمد گنگوہی طریقی ممانعت کے مسلمہ چیز اور تمام اکابر علماء دیوبند
 مثلاً مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہا کے استاذ ہیں، اب ہم آپ کے
 سامنے مسئلہ ذکر بالجہر میں ان کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی ذکر بالجہر کے دہر دست حامی ہیں اور معتقدین احناف
 کی تحقیق کے مطابق وہ متوسط آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کے قائل ہیں چنانچہ وہ فتاویٰ
 رشیدیہ میں لکھتے ہیں:-

”سوال : ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمائیے۔

حجاب :- ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلف ہیں کسی سے کلاہیت ثابت ہوتی ہے غیر علی ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا اختلاف ہے سو اب کون فیصلہ کر سکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خفیت و دون الجہر من القول الا یہ ، دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ اولیٰ درجہ ہے قال علیہ السلام اریعوا علی انفسکم اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے۔ مگر کوفہ فرمایا ہے مگر گھوڑ پٹنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث ہیست جواز پر وال ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم سلمہ

گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ :-

- علماء احناف کا ذکر بالجہر میں اختلاف ہے اور گنگوہی صاحب کے نزدیک جواز راجح ہے۔
- آیات و احادیث میں ذکر کا عموم اور اطلاق ذکر بالجہر کے جواز کی دلیل جملہ و انک تعداد ہیست زیادہ ہے۔
- و اذکر ربک فی نفسک الا یہ بھی ذکر بالجہر کی دلیل ہے۔
- حدیث اریعوا علی انفسکم میں جس جہر سے روکا گیا ہے وہ جہر مفطر پر محمول ہے کیونکہ گنگوہی صاحب دیکھتے ہیں : مگر گھوڑ پٹنے سے منع کیا ہے اور گھوڑ پٹنا جہر مفطر ہوتا ہے نہ کہ جہر متوسط۔
- رسالہ ذکر بالجہر میں ہم نے گنگوہی صاحب کے اسی حوالہ سے بتلایا تھا کہ اس حدیث میں جہر مفطر سے منع کیا گیا ہے مگر ہمیں اس وقت سخت حیرت ہوئی جب ہم نے سرور صاحب کا یہ تعاقب پڑھا :-

”اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر مفروضہ سے نئی سنیں
 فرمائی، بلکہ مطلق جہر سے نئی فرمائی ہے (اثاثی ان قال) اور اس بیہر میں جہر متوسط
 بھی شامل ہے اس سے جہر متوسط کو خارج کرنا اور ہم سے بیان کا مطلق کرنا
 سب سے سود ہے بلکہ قطعی طور پر جہر متوسط ثابت کرنے والے پر اس کا بیان لازم
 ہے (ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرہان) ملہ

سرفراز صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ ان کے ناقص مطالعہ اور قلیتِ تہریر کی
 بدترین مثال ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس حدیث کی بحث میں کثرتِ حواہی سے
 یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس حدیث میں جہر مفروضہ سے نئی فرمائی ہے نیز گنگوہی صاحب نے
 بھی اس حدیث کا معنی ٹھکر پھاڑنے سے کر کے یہ بتا دیا ہے کہ یہاں جہر مفروضہ سے
 منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ بات اہلِ برہانیت میں سے ہے کہ گلو پھاڑنا جہر متوسط نہیں
 ہے، جہر مفروضہ ہے۔

سرفراز صاحب نے اس بات پر برہان مانگی ہے کہ اس حدیث میں جہر مفروضہ سے
 منع کیا ہے اور جہر متوسط ہائز ہے تو جناب! برہان یہ ہے کہ گنگوہی صاحب نے
 کہا ہے کہ گلو پھاڑنے یعنی جہر مفروضہ سے منع کیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ منوع جہر مفروضہ
 ہے نہ کہ جہر متوسط۔

نیز گنگوہی صاحب نے اس آیت کریمہ میں ”دون الجہر“ سے بھی ذکرِ بلیغہ کا
 استنباط کیا ہے اور اسے ادنیٰ درجہ سے تعبیر کیا ہے، ان کی اس عبارت میں ادنیٰ
 درجہ سے جہر متوسط مراد ہے کیونکہ وہ اسے ٹھکر پھاڑنے کے متبادل میں ذکر
 کر رہے ہیں۔

جہر کے ادنیٰ درجہ کی بحث

سرفراز صاحب ادنیٰ درجہ پر گنگوہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”جہرا در ستر کے معنی کی تعیین کے بارے میں خود خاصا اختلاف ہے۔
 کچھ مزدوری باتیں منقریب آ رہی ہیں انشاء اللہ قناتلے، مشہور امام ابوالمحسن
 عبد اللہ بن حسین الکرخي المتوفی ۳۴۰ھ فرماتے ہیں: ”ادنیٰ جہر یہ ہے کہ
 بولنے والا اپنے آپ کو مناسکے“ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ
 ادنیٰ جہر کا یہ معنی ہے کہ آدمی خود اپنے آپ کو مناسکے، فرمایا کہ اس جہر
 کا جہر مفطر اور جہر متوسط سے کیا تعلق ہے؟ اور اس معنی میں اس آیت کو
 ذکر بالجہر کی دلیل بنائیں جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہی نے کیا ہے یا اس کو
 بستر کی دلیل بنائیں جیسا کہ سراج الامت امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے ان میں کیا
 فرق تھکے گا اور اس سے کیا تفاوت چڑھے گا

کیونکہ کمالی و دونوں کا ایک ہی ہے، اس میں اگر نزاع ہے تو صرف
 نقلی ہے اور فرق صرف تعبیر کا ہے، ۱۱۰

آگے چل کر پوش میں آکر لکھتے ہیں:-

”ادنیٰ جہر صلیحہ کے الفاظ سے دھوکہ کھانے یا دینے والوں کی آنکھیں
 کھل جاتی چاہئیں کیونکہ حضرات فقہاء کرام جن کو ادنیٰ درجہ سے تعبیر کرتے
 ہیں وہی آہستہ اور ستر کا معنی ہے“ ۱۱۰

سطور بالا بعد میں ہم مستحکم قرائن سے ثابت کر چکے ہیں کہ گنگوہی صاحب کی
 اسی عبارت میں ادنیٰ جہر سے جہر متوسط مراد ہے کیونکہ وہ ادنیٰ جہر کو گلو بھارٹنے
 کے مقابلہ میں ذکر کر رہے ہیں اس لئے ادنیٰ درجہ کو بستر سے تعبیر کر کے خیر سے
 دھوکہ آپ ہی نے کھایا ہے اور گنگوہی صاحب کی عبارت کے معنی متعین کرنے کے
 لئے کرخي کی عبارت سے قرائن لاکر دھوکہ دینے کا انعمو کا کام بھی آپ ہی سے سرزد ہوا ہے۔

اسی بحث میں سرفراز صاحب لڑنگ میں لکھتے ہیں :-

”حضرت مولانا گنگوہی کی عبارت میں جہاں بھی ذکر الجہر کے جواز کا ثبوت آتا ہے اس سے ان کی اس مترجہ عبارت کے پیش نظر ادنیٰ درجہ جہر کا ہی مراد ہے، ان کی مرضی کے خلاف کوئی شخص جہر مطلق یا جہر متوسط پر حمل کرے گا تو یہ توجیہ العلول بمالایہ صلی بہ قائد کا مصداق ہوگا جو اہل علم و اہل انصاف کے نزدیک قابل انتفاع نہیں ہے۔“

متوسط جہر کا گنگوہی صاحب سے ثبوت

آئیے اب دیکھیں کہ گنگوہی صاحب کی مرضی جہر مطلق اور جہر متوسط ہے یا جہر کا وہ ادنیٰ درجہ جس کو سرفراز صاحب ”ہستہ“ ذکر سے تعبیر کرتے ہیں، گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں :-

”سوال :- ذکر الجہر اور وہ عبارت ”اور وہ جہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرات ائمہ اربعہ وغیرہم مرضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور وہ جائز ہے یا نہیں؟“

الجواب :- ”ذکر خواہ کوئی ذکر ہو ورنہ نام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسکے نزدیک صحاح سے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نفس سے ہے وہاں مکروہ سببہ و صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب بہار سے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین علیہم الرحمہ ہے انتہی“

گنگوہی صاحب نے اس جواب میں تصریح کر دی ہے کہ ذکر الجہر جائز ہے خواہ جہر خفیف ہو یا جہر شدید سے، جہر متوسط تو الگ رہا، گنگوہی صاحب نے اس عبارت میں جہر شدید کا جواز بھی بیان کر دیا ہے۔ بشرط انصاف اب سرفراز صاحب خود ہی سوچ لیں

”حکم اللہ کریم“ ص ۵۶۔

”فوائد رشیدیہ“ کالم بوب ۰ ص ۲۱۶۔

گنگوہی صاحب کی عہد امت میں ہر کوئی کہتا ہے کہ اگر پر عمل کرنا ترجیحاً لکھنا ہی بہا لا یعنی ہنگامہ کھانا
بجایا ہر کوئی ہر متوسط پر عمل کرنا؟

ایک فرتے سے ملاحظہ فرمائیے :-

”سوال :- ذکر کو جس میں ضرب اللہ کس قدر ہر سے قلب پر مارنا چاہئے؟ کیا
ایسی شدت ہو کر آواز بیٹھ جائے؟

الجواب :- ایسی شدت کی ضرورت نہیں۔ فقط ” سلم

یعنی جس میں شدت تو ہر ایک کو اس حد تک نہیں کہ آواز نہ ہی بیٹھ جائے مگر
جہر غرور نہ ہو بلکہ جہر متوسط ہو۔

ایک اور فرتے سے بھی ملاحظہ فرمائیں :-

”سوال :- ذکر سے یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب کچھ کو ہر شخص
مادہ زائد جانے لگا، اس ریا کے دفع کی کیا تدبیر ہو؟ آج کل آواز بیٹھ گئی ہے
اگر حکم ہو تو آواز بند شروع کر دوں جب کہ آواز کو قطع ہو گا پھر جہر کر دوں گا
فقط۔

الجواب :- اگر ذکر جہر سے روپا پیدا ہوتا ہے تو اس کے واسطے ’لا حول‘
بکثرت پڑھا کر یہی گھاس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں البتہ عذر مرض کی
وجہ سے آذوال مرض ترک رکھنا اور اخفار پر اکتفا کرنا مناسب ہے فقط

رشدیہ احمد گنگوہی عفی عنہ ” سلم

اس جواب سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب اپنے مریدین کو اس قدر شدید جہر
کے ساتھ ذکر کی تلقین کرتے تھے کہ ان کی آواز بیٹھ جاتی تھی اور ریاکاری کے خوف
کے باوجود وہ آہستہ ذکر کی بجائے ذکر بالجہر ہی کی تلقین کیا کرتے تھے۔

سلم فتاویٰ رشیدیہ کامل جوب ۶ ص ۲۷۷۔

سلم البیض ، العفت۔

کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہوگا کہ گوی صاحب کی عبارات میں جہاں بھی جہر آیا ہے اس سے مراد جہر کا ادنیٰ درجہ یعنی آہستہ ذکر مراد ہے؟
ریا کاری کا شبہ جہر سے روکنے کا سبب نہیں ہے
مولوی انشراف علی حقانی اسی بحث میں گنگوہی صاحب کے مفردات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی نے ایک ذاکر کے اس شب پر کہ اس ذکر جہر میں ریہا ہے، یہ جواب فرمایا تھا کہ ذکر جہر میں تو سب دیکھ رہے ہیں کہ اللہ اللہ کر رہے ہیں اور ذکر خفی میں گردن جھکا کر بیٹھتے ہیں، دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ معلوم نیت و قلم و سرکش و کرسی کی سیر کر رہے ہیں تو اس حساب سے ذکر خفی میں ذکر جہر سے زیادہ ریہا ہے“۔
ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں:-

”حضرت مولانا گنگوہی نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا تو اس نے یہی کہا کہ اس میں ریہا ہوگی، غرضی کر لیا کروں، مولانا نے فرمایا جی ہاں اس میں تو ریہا ہوگی اور خفی میں نہ ہوگی، اس سے پیشتر ذکر خفی میں تو اس سے زیادہ ریہا ہوگی کیونکہ ذکر جہر میں تو لوگ بھی جانیں گے کہ میں اللہ اللہ کر رہے ہیں اور جب گردن جھکا کر بیٹھ گئے تو لوگ سمجھیں گے کہ معلوم کہاں کہاں کی سیر کر رہا ہے عرش کی، کرسی کی، چاہے میاں سوتے ہی رہیں چنانچہ مولانا سے فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم تھانہ بکھولنا حاجی صاحب کی خدمت میں تھے اس وقت ایک نقشبندی بزرگ بھی آئے ہوئے تھے، رات کو ہم ذکر جہر کرتے تھے اور وہ ذکر خفی، مگر صبح کو وہ شکایت کرتے تھے کہ آدھا ذکر ہوا، غصہ بڑی دیر کے بعد نیند آگئی غرضی اور میں سر جھکا کر سو رہا اور ہم سب اپنا معمول پورا

کہہ دیتے تھے تو حضرت ذکر خفی میں بسنے دھڑا آپ سہلے ہی رہیں گے اور لوگ
بھیں گے کہ شیخ صاحب آپ مراقب ہیں تو یہ اچھا انسداد رہا ہو اگر ذکر خفی
رہ گئے ایسی یہ دوسرا نمونہ ہے ۱۱ ملہ

گنگوہی صاحب کے ان جوابات سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ
گنگوہی صاحب جبر کو صرف اسماء نفس کے معنی میں نہیں دیتے بلکہ جبر کو خفی کا مقابل قرار دیتے
ہیں جس سے سننے والوں کو واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ والہ کا ذکر کر رہا ہے
اس لئے سرفراز صاحب کا گنگوہی صاحب کی عبارت میں جبر کو صرف اسماء نفس کے معنی
پر محمول کر کے اس کو خفی کا غیر معانی قرار دینا خود غرضی یا مغلطہ آفرینی کے زیادہ
حقیقت نہیں رکھتا۔

دوسری بات جو ان جوابات سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ ریا کا شائبہ جبر کو ترک
کر دینے کا موجب نہیں ہے اس لئے دفعی ریا کے سبب ذکر خفی کی جبر سے فضیلت
صحیح درہی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ذکر خفی میں ذکر جبر کی نسبت زیادہ ریا کاری کا شائبہ ہے
اور چوتھی بات یہ ہے کہ آہستہ ذکر میں لیا اوقات نیند آ جاتی ہے اور نفس ذکر ہی
باتوں سے جانا رہتا ہے۔ گنگوہی صاحب کے ان جوابات سے ہر حال یہ تاثر ملتا
ہے کہ ذکر جبر ذکر خفی سے افضل ہے۔

گنگوہی صاحب کے منائے اور مغلطیات سے ظاہر ہو گیا کہ گنگوہی صاحب
مسئلہ ذکر باطن میں دیگر مشائخ حنفیہ کی طرح صاحبین کے قول پر فتوے دیتے ہیں اور
جبر تو وسط کے قائل ہیں جو لوگ ملک دیوبند سے متعلق ہیں انہیں غور کر لینا چاہئے
کہ اکابر علماء دیوبند کے علم اس قدر اذکی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے اور وہ ذکر باطن سے
منع کر کے اپنی منزل کے کس قدر بے ہنگام چلے ہیں۔

مقتضیٰ صاحب اور ذکر بالجہر
مسند ذکر بالجہر میں گنگوہی صاحب کی تحقیق پیش کر سنے کے بعد اب ہم اس مسند
میں مولوی اشرف علی صاحب مقتضیٰ کی تحقیق پیش کر رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ متوسط آواز کے ساتھ ذکر بالجہر جائز ہے اور اس مسند میں اگرچہ احکامات کا اختلاف
ہے مگر غنارہ اور راجح مذہب ذکر بالجہر کا جواز ہی ہے، مقتضیٰ صاحب کا جو فتویٰ
ہم پیش کر رہے ہیں اس میں عربی عبارات کا ترجمہ نہیں ہے، افادۂ عامہ کی خاطر
ہم عربی عبارات کا ترجمہ قوسین میں کر رہے ہیں :-

"سوال :- طریقہ شاذیہ میں ذکر جلی باخراط لوگوں کو سنے کے خطر سے ہو کر
کر سکتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ذکر دو قسم پر ہے، ماثور و غیر ماثور، ماثور تو وہ ہے جس کو
شارع علیہ السلام نے بالجہر یا بغیاہ میں کر دیا مثل اذان و اقامت و تکبیرات
انتقالات، قرآن فی الصلوٰۃ و تشہد و تسبیحات وغیرہ اس کا حکم تواضعاً ہے
یعنی کہ جس طور میں کر دیا اسی طرح چاہئے، غیر ماثور دو نوع ہے جہر و خفی،
خفی بالاتفاق جائز ہے، جہر میں دو قول ہیں، بعض علماء کے نزدیک مشروع،
بعض کے نزدیک غیر مشروع ہے، غیر مشروع کہنے والوں کے دو قول ہیں
بعض کے نزدیک حرام، بعض کے نزدیک مکروہ، مشروع کہنے والوں
کے تین قول ہیں، بعض کے نزدیک جہر مل و افضل ہے، یعنی مباح، بعض
کے نزدیک خفی مباح، بعض کے نزدیک خفی عزیمت اور افضل، جہر خفی
بعض کے نزدیک دونوں فی نفسہ مساوی لیکن بعض وجوہ سے بعض مواقع
پر جہر افضل ہے اور بعض وجوہ سے بعض مواقع پر خفی افضل ہے، دلائل
قائمیہ حرمت و کراہت کے یہ ہیں قال اللہ تعالیٰ اذ ہوا ربکم
تھنوا و خفیۃ (اپنے رب سے ہستہ اور چپکے چپکے دعا کرو) و
عن ابی موسیٰ الاشعری قال کنا مع رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فی سفر فجعل الناس یجھرون
 بالتکبیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا
 الناس ارجعوا علی انفسکم انکم لاتدعون احدا
 لا ھامبا متفق علیہ (ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے لوگ (بہت زیادہ)
 بلند آواز کے ساتھ تکبیر پڑھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
 لوگو! اپنے نفسوں پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار
 رہے ہو) آیت وحدیث میں سینہ امر وار و سہ اور مطلق امر وجوب کے لئے
 ہے اور شد واجب حرام یا مکروہ ہوتی ہے علم باختلاف الاصناف
 الاول فی الدر المختار فی بحث الجھل بالتکبیر و
 عدمہ یوم الفطر ھکذا وجب الاول ان رفع الصوت
 بل ذکر بدعت فیقتصر علی مورد الشرع، یہ عبارت
 مشعر حرمت ہے وایضا فیہ ویکرہ رفع الصوت بذکر
 (ای فی المسجد) الا للمتفہت انتہی۔ یہ عبارت مشعر کراہت
 ہے۔

والن مجوزین کے یہ ہیں قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن
 منع مسجدا للہ ان یذکر فیہا اسمہ و معنی ف
 خواہیہا اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے
 ذکر کو روکے اور ان کو ویران کر دے کی کوشش کرے، ظاہر ہے کہ منع ذکر
 بدون اطلاع ذکر ممکن نہیں اور اطلاع بدون ہتھیار تصور ہے۔ وعن عبد اللہ
 بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم
 من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الہ الا اللہ وحده
 لا شریک لہ لا الملک ولا الحمد وهو علی کل شیء

قدیر الی انوار الحدیث، رواہ مسلم (عہد النبی زہیر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھرتے کے بعد بار آواز بلند فرماتے تھے لا الہ الا اللہ الحدیث، بحوالہ مسلم شریف) و عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم فی الوتر قال سبحان الملك القدوس رواہ ابوداؤد والنسائی وزاد ثلث مرات یتطیل و فی روایۃ النسائی عن عبد الرحمن بن البرزخی عن ابي قال کان یقول اذا سلم سبحان الملك القدوس ویرفع صوته بالثلاثۃ، مشکوٰۃ۔ (ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ سبحان الملك القدوس، فرماتے اور نئی کی نعت میں یوں کہے کہ تیری بار بار آواز بلند سبحان الملك القدوس، فرماتے، بحوالہ مشکوٰۃ) و عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری (حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا معمول تھا، بحوالہ بخاری)۔

ان احادیث سے مشروعیت جہر واضح و واضح ہے، پھر بنا علی اختلاف الاصولیین فی ان ادائی مسانق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بالاحتیاج والاستعجاب اس میں مختلف ہوئے کہ فہم فی کیا ہے، بعض نے ثبوت عن الشائع کو دلیل اہانت نظر آیا اور پھر حدیث خیر الذکر الخفی غنی کو فہم فی کیا بعض نے نفس ثبوت عن الشائع کو دلیل استعجاب و اخصیثت قرار دیا، عبادات

ان ملازم کی یہ بھی قال المظہر هذا ای حدیث رفع الصوت بسبحان الملك القدوس بدل علی جواز الذکر برفع الصوت بدل علی الاستحباب اذا اجتنب الرياء اظهار الدين وتعليل السائمين وايضا لانه من رفعة الغفلة وايضا لانه بركة الذکر الى مقدار ما يبلغ الصوت اليه من الحيوان والشجر والحجر والمدن وطلب لاقتدار الغيب بالغيب ويشهد له كل مطلب ويا بس سمع صوت بعض المشائخ في خفاء الذكورات بعد من الرياء وهذا متعلق بالنية ذكره مولانا علی القاسمی وقال الشيخ المحدث الدهلوی فی الحديث دليل علی شرعیت الجهر بالذكر وهو ثابت فی الشرع بلا شبهة لکن الخفی من افضل فی غیر الماثور انتهى، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۰۴۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے نماز کے بعد باؤ اڑ بند سبحان الملك القدوس فرمایا، علامہ مظہر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ذکر الجہر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے بشرط عدم خوف ریا کیونکہ اس میں دین کا اظہار سامعین کو تعلیم، غافلین کو تنبیہ اور جہاں تک ذکر کی آواز جاگے وہاں تک اس کی برکتوں کو پہنچانا ہے، ذکر نہ کرنے والوں کو ذکر کی فطرت راغب کرنا اور ہر خشک دُتر کو ذکر پر گواہ بنانا ہے، بعض مشائخ ذکر میں اخفہ کو پسند کرتے تھے میں کیونکہ یہ ریا سے زیادہ بعید ہے اور اس میں اس بات کا تعلق نیت کے ساتھ ہے (بجواب مرقات) اور اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ اس حدیث میں

ذکر بظہر کی شریعت کی دلیل ہے اور وہ شرع میں بلاشبہ ثابت ہے لیکن جہاں
ذکر منقول نہیں وہاں ذکر ضعیف افضل ہے

اور قائلین بالتفصیل کے دلائل یہ ہیں: قال الله تعالى
ولا تعجلوا بمصلحتكم ولا تخافوا من بياض باطنهم ولا تخافوا من بياض باطنهم
ذلك سبيل لا قيل معني بمصلحتك بدعائك
احمدی عن المدائنی (اپنی مسئلہ میں مزید وہ پھر نہ بالکل پست
آواز رکھتے بلکہ درمیان آواز رکھتے تفسیر دارکرم میں ہے

کر بیان مسئلہ بمعنی وعلیہ وعن عقبہ بن عامر قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجاهل
بالقرآن كالجاهل بالصدقة والمسري بالقرآن
كالسري بالصدقة رواه الترمذی (ترمذی شریف میں
ہے عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کو
بلند آواز سے پڑھنے والا علی الاعلان صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور
آہستہ پڑھنے والا چپکے صدقہ کرنے والے کی طرح ہے) وفي الحاشية
الشامية اقول اضطرب كلام البزاز في ذلك اى
رفع الصوت بالذكر فتارة قال انصحوا من الكراهة
قال ان حاسن وفي الفتاوى الخيرية من الكراهة
والاستحسان جاز في الحديث ما اقتضى طلب الجهر
به نحو وان ذكرني في ملاء ذكرت في ملاخيرهم
رواه الشيخان وهناك احاديث ما اقتضى طلب
الاسرار والجمع بينهما بان ذلك يختلف باختلاف
الاشخاص والاحوال كما جمع به ذلك بسين
احاديث الجهر والاختفاء ولا يعارض ذلك حديث

خیر الذکر الخفی لانہ حیث خیف الریاء و تادی
 المسلمین او النیام فان خلا مما ذکر فقال بعض اهل
 العلم ان الجہر افضل لانہ اکثر عملا و لتعدی
 فاستدت الی السامعین و یوقظ قلب الذاکر فیوجع
 ہمہ الی الفکر و یصرف سمع الیہ و یطرد النعم و
 یمید النشاط ملخصا و تمام الکلام هناك فراجہ
 و فی حاشیۃ الحموی عن الامام الشیرازی اجماع
 العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ
 فی المساجد و غیرہا الا ان یشوش جہرہم علی
 متاعہا و مصل او فارغ الخ انتہی۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں
 کہ ذکر الجہر کے بارے میں صاحب بزاز یہ کلام مضطرب ہے ایک جگہ
 حوام لکھتے ہیں اور دوسری جگہ جائز اور علامہ غیر الدین رحلی لکھتے ہیں کہ بعض مادیث
 جہر کا تقاضا کرتی ہیں جیسے ان ذکر فی فی سلا ذکر تہ فی ملاخیر
 منہم اور بعض احادیث بہتر کا تقاضا کرتی ہیں اور اس میں تطبیق یہ ہے
 کہ بعض احوال میں جہر بہتر ہے اور بعض میں بہتر اور حدیث خیر الذکر
 الخفی اس کے معارض نہیں کیونکہ یہ اس وقت ہے جب جہر سے بیکاری
 یا مسلمانوں کی ایذا کا خوف ہو اور جب ان چیزوں سے غالی ہو تو بعض اہل علم
 نے کہا کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اس کا قائدہ سامعین کو
 پہنچتا ہے یہ ذکر کے دل کو بیدار اور اس کی سماعت اور غور و فکر کو ذکر کی
 طرف متوجہ رکھتا ہے، نیند دور کرتا ہے اور اس کی طبیعت میں تازگی پیدا
 کرتا ہے اور اس کیٹھ کی پوری تفصیل غیرہ میں ہے اور حاشیہ حموی میں اہل شوافی
 سے منقول ہے کہ تمام اگلے پچھلے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مساجد میں
 جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مستحب ہے لہٰذا یہ کہ جہر کے کسی کی

نہیں، لہذا یا فرات میں ٹل واقع ہو

اور دلائل مانعین کے جواب میں: آیت کا جواب اول تو یہ ہے کہ غنیہ
مشرک ہے درمیان اعلان اور اسرار کے چنانچہ منشی اللہ رب میں بعض خفاہ
خفیا پنہان کر دیا تھا کہ اگر دلائل اضعاف دستہ انتہی، پس آیت متعل
ہوئی واذ اجاب الاحتمال بطل الاستدلال ولو سلمنا
کہ غنیہ یعنی اسرار ہے کیسی بوجہ قضا میں اور جماعت میں اگر کو اجابت یا استجاب پر
عمل کرنا ضرور ہے، حدیث کا جواب لغات میں یوں دیا ہے المنع من
الجہر للتیسیر والارفاق لان یكون الجہر غیر
مشروع انتہی (یعنی نرمی کے لئے جہر سے منع فرمایا نہ اس وجہ سے
کہ جہر نامشروع ہے) اور اقوال بعض فقہاء کے بعض پر حجت نہیں ہو سکتے تین علماء
ہے اختلاف اقوال کا والبسط فی المطولات رافضی کے ہاتھ ناقص
میں قلی مجزی کا صحیح اعلان میں متفصلین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ
سب آیات و احادیث و اقوال علماء کے جمع ہوجاتے ہیں ان خیر الامور
اعدلہا۔ (نوٹ: اس جگہ فقہ فوی صاحب نے ایک منہ یکھا ہے
جس میں وہ لکھتے ہیں: مگر اس میں شرط یہ ہے کہ کسی نامہ اصلی کو اذیت نہ
ہو اور اگر کسی شیخ نے جہر منقطع بتلایا ہے تو علاوہ شرط عدم کا ذی بیان کے ایک
شرط اس میں یہ بھی ہے کہ جہر کے اس افراط کو قرآن میں تصور نہ سمجھیں بلکہ منی بر
مصلح خاص معتبر عند الناس سمجھئے ۱۲ منہ)

پس بعد ثبوت مشروریت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مفید نہیں
بلکہ بوجہ اطلاقی اور مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندہ کہ ہو یا صفت
باندہ کہ یا کسی اور صورت سے، کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر، ہر طور سے جائز
ہے۔ عن ابی ہریرۃ و ابی سعید قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یدکرون اللہ الا

حفظہا الصلوات رکۃ رطہ مسلم وعن ابی ہریرۃ انہ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ
 تعالیٰ انا عند ظن عبیدی وانا معہ اذا ذکر فی
 فان ذکر فی نفسہ ذکرہ فی نفسی وان ذکر فی
 فی ملا ذکرہ فی ملاخیر ومنہ متفق علیہ وعن
 انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
 مرورہ بربی ارض الجنۃ فان تعوا قالوا وما ربی ارض
 الجنۃ قال خلق الذکر وانا الترمذی وقال اللہ تعالیٰ
 سید کرون اللہ قیاما وعود او علی جنوبہم الایۃ و
 فی التفسیر الاحمدی فی بحث الجہر والاختار وهذا
 بحث مختلف فیہ بین الانام فی زماننا ولاحاطا
 تحتہ اذا المقصود للکل الوصول الی اللہ بای طریق کان
 (مسلم شریف میں ابو ہریرہ اور ابو سعید سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی مگر فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، بخاری
 اور مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے
 بندہ کے گلے کے موافق اور اس کے ساتھ ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا کرتا ہے
 تو میں اس کا ذکر کرتا کرتا ہوں اور جب وہ جماعت کے ساتھ مل کر میرا ذکر کرتا
 ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔) البوداؤد میں ہے
 حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی جماعت
 کے ساتھ بیٹھ کر عصر سے مغرب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں تو میرے چہرہ پر
 غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے، اور ترمذی میں حضرت انس
 سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں
 سے گزرنا کرو تو کچھ کھا لیا کرو، پوچھا حضور جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا

ذکر کے طے۔ اور قرآن کریم میں ہے لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور کروٹوں کے بل، اور تفسیر احمدی میں اختصار اور جہر کی بحث میں مرقوم ہے کہ ہمارے زمانہ میں جہر اور اختصار میں کافی اختلاف ہے اور اس بحث میں پڑنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہر فرقہ کا مقصد اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

پس ثابت ہوا کہ ذکر جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں، یہی ارجح واضح ہے بلکہ اگر عدم مشرعییت کو بھی ترجیح دی جاوے تب بھی عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانہ کچھ نہ کر گزرتے ہیں چنانچہ خود انہیں نے اس امر کی تصریح کر دی ہے قال فی الدر المختار بعد المنع من العجز، وهذا للخاص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تغفل اصلا لقلۃ رغبتم فی الخیارات بحر قولہ فلا یمنعون لا تحسن المقابله الا لو قال فلا ینکرہ فی حقہم وقد یقال ما ذکرہ لانہم عدم الکراہۃ وقولہ اصلا ای لا سرا ولا جہرا فی التکبیر، شامی ۱۲، هذا ما عندی واللہ علیم بما حسدہ ۱۱

مقتضی صاحب نے اپنے اس فتوے میں ذکر بالجہر کے جواز پر وہی دلیل پیش کئے ہیں جن کو ہم نے بھی رسالہ ذکر بالجہر میں پیش کیا تھا۔ اب سر فراز صاحب کو یہ سوچنا چاہئے کہ ان دلائل پر انہوں نے جو تہرا کیا ہے آیا وہ صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا اس میں سے کچھ حصہ تقاضوی صاحب کو بھی ملے گا۔

اب ہم تقاضوی صاحب کے اس طویل فتوے سے چند اہم فوائد پیش کرتے ہیں:-

مقنوی صاحب کے فتوئے کے فوائد

- ۱۔ جن مفروضہ مرقع پر شارع علیہ السلام سے ذکر ثابت ہے ان کے علاوہ ذکر بالجہر کرنے میں علانیہ تغیر کا اختلاف ہے بعض اس پر کرم کو مکروہ کہتے ہیں اور بعض جائز لیکن صحیح قول انہیں لوگوں کا ہے جو علی العموم ذکر بالجہر کو جائز کہتے ہیں۔
- ۲۔ جن بعض فقہار نے جہر سے منع کیا ہے ان کے افعال حجت نہیں ہو سکتے کیونکہ دوسرے فقہار اسے جائز کہتے ہیں اور بعض اسکے افعال بعض پر حجت نہیں۔
- ۳۔ جن فقہار نے منع کیا ہے ان کا مانع کرنا افراط یا تادی پر محمول ہے۔
- ۴۔ جب کسی کی عبادت یا نیت میں غلطی نہ ہو اس وقت جہر مفطر بھی جائز ہے جبکہ جہر کے اس اقرار کو خاص عبادت خیال نہ کرے۔
- ۵۔ ذکر بالجہر وجہ اسقاطی اور سلبی الاطلاق مشروع ہے اور کسی قید کے ساتھ تنقید نہیں ہے۔
- ۶۔ ادراج واضح یہی ہے کہ ذکر بالجہر بطرح جائز ہے کسی کو منع نہیں کرنا چاہیے۔
- ۷۔ جن فقہار نے ذکر بالجہر کو مکروہ کہا ہے ان کا یہ کہنا بھی خواص کے لئے ہے،
- ۸۔ علوام کو ذکر بالجہر کرنے سے وہ لوگ منع نہیں کرتے اور مذاہن کے حق میں وہ مکروہ ہے اور اس بات کی ان حضرات نے تصریح بھی کر دی ہے۔

جہر مفطر کی اجازت

یہی مقنوی صاحب 'وا ذکر بک فی نفسک تضرعاً وخفیۃ' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ماصل ادب کا یہ ہے کہ دل اور بیئت میں تذل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفطر نہ ہو یا تو بالکل بہستہ یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں ہے، جن محدثوں میں اس کی مانعت آئی ہے مزاد اس سے مفروضہ ہے البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفع خطرات یا دفع قساوت و تحصیل رقت وغیرہ ان شرائط کے ساتھ ہو کہ کسی

شیخ عقیق نے فرمایا ہو کسی ہاتھ یا مصلیٰ کو تشویش نہ ہو ورنہ سنی سے باہر چلا جائے، اس جہر کو قربت نہ ماننا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے کیونکہ جو مفاسد عمل ہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں ۱۱

اللہ کی ضرب

ہمارے خدا میں جہر کے ساتھ 'لا الہ الا اللہ' کی ضرب پر گفتگو کرتے ہوئے

تھے ہیں۔

”حدیث عن السبلہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینقل التراب یرم الخندق حتی اغمر بطنہ او اغمر بطنہ یقول واللہ لولا اللہ ما اہتدینا ولا تصدقنا ولا ھلینا انزلن سکینۃ علینا واثبت الاقدام ان لا قنبرا ان الاولیٰ قد بغوا علینا؛ اذا ارادوا فقتلنا ابینا ورفقہم لم یوت۔ ابینا ابینا و بطریق اخر قال شرمید صوتہ باخرھا ای ابینا رواھما البخاری فی باب غزوۃ الخندق ترجمہ کا مصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق میں یہ چیز پڑھ رہے تھے واللہ لولا اللہ ما اہتدینا اور اس کے ختم پر چوکید ہے 'ابینا' اس کو مکرر اور آواز کو دراز اور بلند کر کے فرماتے تھے، اس حدیث کی دلالت ضرب کی مشروعیت پر اس طرح ہے کہ بعض کلمات میں ضرب سے مقصود اثر خاص کا اہتمام ہے اور یہی اہتمام اثر خاص کا مقصود تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا 'ابینا' کے ٹکرا اور جہر و مد صوت سے، پس علت کا مشترک ہے حکم بھی مندی پر جائے گا اور یہ حدیث جس طرح مشروعیت جہر ضرب پر معنی دال ہے اسی طرح جہر بالذکر و مد صوت بعض کلمات و ٹکرا بعض اجزاء کلام

جیسے 'الا اللہ' بدوں تکمیل جملہ پر بھی نصا وال ہے، اولین پر دلالت ظاہر ہے
ثالث پر دلالت کی تقریر یہ ہے کہ پورا کلام مقصور و مجموعہ ہے عامل و معمول
یعنی شرط و جزا کا یعنی اذا و اذا و اختفتہ اسبیتا مگر آپ نے صرف
ایک جزو یعنی جزا کا جو کہ معمول ہے، نکال دیا بدوں شرط کے جو کہ عامل ہے
اسی کے مشابہ ہے لکن اگر 'الا اللہ' معمول کا بدوں 'لا الہ' عامل کے تو اس سے
مضمون آئندہ یعنی سوم کی بھی ایک زائد دلیل حاصل ہوئی، "لع

موسیٰ و ثعلبی صاحب متافری کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ متوسط آواز کے
ساتھ ذکر بالجہر بالعموم جانتے ہیں کہ نیت اور عبادت میں فعل جہر غرض کی صورت میں ہوتا ہے
اور اس کا تباہ نہ ہونا ایک اتفاق چہر ہے، علاوہ ازیں 'لا الہ الا اللہ' کے جہر میں 'الا اللہ'
کی عزب کو بھی انہوں نے حدیث سے ثابت کیا ہے، مسکب و یوبند سے تعلق
رکھنے والے حضرات پر ان کی یہ عبارت حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ
انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

بعض مساجد میں لوگ اپنا ہی طور سے جہڑا 'الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ' پڑھتے ہیں، ذکر کے علوم اور اطلاق میں درود شریف بھی داخل ہے اور جن دلائل سے دیگر اذکار جائز ہیں وہی دلائل درود شریف کے لئے بھی مجوز ہیں اور جس طرح جہڑا شمس سے دیگر اذکار منوع ہیں اسی طرح درود شریف میں بھی جہڑا حاشی منوع ہے اور تو سب جہڑے ساتھ درود شریف پڑھنا بہر حال جائز اور مستحسن ہے، امام نووی لکھتے ہیں:-

يستحب لقارئ الحديث وغيره ممن في معناه
إذا ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم امت يرفع
صوته بالصلوة عليه والتسليم ولا يبالغ في الرفع
مبالغة فاحشة ومن نصح على رفع الصوت الإمام
الحافظ أبو بكر الخطيب البغدادي والآخرين وقد
نقلته إلى علوم الحديث وقد نصح العلماء من
أصحابنا وغيرهم أنه يستحب أن يرفع صوته
بالصلوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم في التلبية
والله تعالى أعلم له

”حدیث شریف: اور اس کے ہم معنی کلام پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر باریک آئے تو بلند آواز سے آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھے اور بلند آواز کرنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرے، جنے حضرات نے آواز بلند کرنے کی تصریح کی ہے ان میں حافظ ابو بکر الخطیب اور دوسرے اکابر شامل ہیں اور میں نے اسے علوم الحدیث میں نقل کیا ہے نیز شافعی وغیرہ شافعیہ علماء نے تفسیر کے موقع پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کے استحباب کی تصریح فرمائی ہے“

درویش شریعت کو بالعموم جہر سے پڑھنے کا ثبوت
 امام ابن الہمام نے تلبیہ کے وقت آہستہ درویش شریعت پڑھنے کے لئے کہا ہے
 اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اوقات میں درویش شریعت آہستہ ہی پڑھنا چاہیئے
 بالعموم درویش شریعت پڑھنے کا حکم وہی ہے جس کو علامہ نووی نے بیان کر دیا ہے
 چنانچہ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں :-

سوال :- ذکر بجز اور دعا بجز اور درود بجز خواہ بجز خفیعت ہو یا شدید
 جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرات اکابر بعد و غیر ہم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور وہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ذکر خواہ کوئی ذکر ہو و سے امام ابو منینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت بہر نفس سے ہے وہاں مکروہ ہے
 اور صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا
 اختیار مذہب صاحبین ہے علیہما الرحمۃ اتمنی ! ۱۰

اس عبارت میں گنگوہی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ احناف کے منقہ بہ
 قول پر درویش شریعت کو دیگر اذکار کی طرح جہر سے پڑھنا جائز ہے۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ کی تحقیق

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا کھڑکی دھرے سے نامائز ہے اور درود شریف پڑھنے کے لئے درود ابراہیمی ہی کے صیغوں کو استعمال کرنا چاہئے۔ جواباً گذارش ہے کہ قرآن کریم میں دو حکم ہیں 'صلوا علیہ وسلم' حضور پر صلوۃ و سلام پڑھو اور و ابراہیمی میں صرف صلوۃ کا ذکر ہے سلام کا نہیں لہذا درود ابراہیمی پڑھنے سے قرآن کریم کے اس حکم پر عمل نہیں ہوگا البتہ جب الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھیں گے تو صلوۃ اور سلام دونوں پر عمل ہو جائیگا۔ نیز علامہ نووی فرماتے ہیں :-

وقد نص العلماء علی کراهة الاقتصار
على الصلوة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم
من غیر تسلیم
"علمائے تفسیر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر سلام کے صرف
صلوۃ پڑھنا مکروہ ہے"

اس وجہ سے درود ابراہیمی پر اقتصار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف
صلوۃ پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

باقی روایہ امر کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود ابراہیمی کی تعلیم کیوں دی ہے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے درود ابراہیمی نمازیں پڑھنے کا حکم دیا تھا اور نمازیں
چھوٹے تشدد کے دوران 'السلام علیک یا ابراہیمی' کے ساتھ پہلے سلام پڑھ لیا جاتا ہے
لہذا وہاں فقط صلوۃ پر اقتصار لازم نہیں آتا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے
روایت ہے :-

اقبل رجل حتی جلس بین یدی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ونحن عندہ فقال یا رسول اللہ

عليه وسلم ما السلام عليك فقد عرفناه فكيف
نصلي عليك اذا نحن صليتنا في صلواتنا صلى الله
عليك قال فصمت رسول الله صلى الله عليه وسلم
حتى احببنا ان الرجل لم يسئله فقال اذا استخ

صليتم على فقولوا اللهم صل على محمد الخ
"ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سامنے آکر بیٹھ
گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! سلام کہ تو ہم نے سجدہ لیا ہے اب فرمائیے کہ
ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ حضور خاموش ہوئے یہاں تک کہ ہم نے
سوچا کہ وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر حضور نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یوں
پڑھنا اللهم صل علی محمد الخ"

صحابہ کرام کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا ثبوت

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ اس درود شریف میں صلوٰۃ والسلام
دونوں جہن ہو جاتے ہیں لیکن یہ درود شریف صحابہ کرام کے ثابت نہیں ہے اس لئے
پرست ہے اس کے جواب میں گناہ رش ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ درود
شریف صحابہ کے غیر ثابت ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا کرتے تھے، علامہ شہاب الدین
خفاجی حنفی فرماتے ہیں:-

وانہ یقول انہم کانوا یقولون فی تحیۃ الصلوٰۃ

و السلام علیک یا رسول اللہ

"منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور پر تحیۃ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے

"الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ"

نداءِ غیورانہ کی تحقیق

اس سلسلہ میں ایک اعتراض نثار کا بھی اٹھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس دورہ میں نداء کے غیر اللہ ہے اس لئے یہ ناجائز ہے۔ نداءِ غیورانہ کے مکہ میں، انجمن کے کلمات مضطرب ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر تمام پہلوؤں سے گفتگو کر لی جائے، مطلقاً نداء کو ممنوع نہیں کہا جاسکتا کیونکہ قرآن میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امتوں کو نداء کرنا مثلاً قل یا ایہا الناس ان فی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور امتوں کا اپنے انبیاء کو نداء کرنا مثلاً یا عیسیٰ هل یتسطیع دیکھ داریو ہے اس لئے نداءِ غیورانہ کو ممنوع قرار دینے کے لئے لامحالہ کسی قید کا اضافہ کرنا ہوگا۔

امورِ با فوق الاسباب میں نداء

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امورِ با فوق الاسباب میں غیورانہ سے استمداد کے طور پر نداء کرنا منع ہے لیکن یہ قول صرف قرآن کے خلاف ہے نہ تحتِ یقین تین ماویٰ کی مسافت پر واقع تھا اور حضرت سلیمان چاہتے تھے کہ یقین اور ان کے ساتھیوں کے پہنچنے سے پہلے دو تحت ان کے پاس پہنچ جائے اور یہ امر ناری عادت تھا چیت نچا پنہوں نے اپنے درباریوں سے فرمایا:-

ایہا الملأ ایکو یا تیبخی بعش شہا قمل ان
یا توفی مسلمین۔

”اے درباریو! تم میں سے کون شخص تحتِ یقین کو ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے لے سکتا ہے؟“

اس آیت میں امورِ با فوق الاسباب میں مٹی اور چراغ الاستغاثہ کا ثبوت واضح ہے۔

دور سے نداء کا ثبوت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ غائب اور بید کو نداء کرنا ناجائز ہے لیکن یہ بات آثارِ صحابہ سے مرود ہے، صاحبِ کواۃ روایت کرتے ہیں:-

عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب جیشاً و امر علیہم
 رجلاً مدعی ساریۃ فبینما هم یخطب فجعل
 یصیح یاساری الجبل فقدم وحول من الجیش
 فقال یا امیر المؤمنین لقینا عدونا فہزمونا
 فاذا بصائح یصیح یاساری الجبل فاسندنا
 ظہورنا الی لجبل فہزم مہمرا لہ تعالیٰ و اہ البیہقی
 فی دلائل النبوة ص ۷

” حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر
 ساریہ نام کے ایک شخص کو امیر بنایا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر خطبہ میں
 پکار کر فرمایا اسے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا، جب لشکر سے ایک
 شخص آیا اور کہنے لگا اسے امیر المؤمنین! دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوا، اس نے
 ہم کو شکست دے دی، آج تک ایک آواز آئی، اسے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں
 ہو جا! ہم پہاڑ کی اوٹ میں ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر غالب
 فرما دیا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر میں غائب اور بعید کی ندامت کے جواز کا آفتاب
 سے زیادہ روشن ثبوت موجود ہے۔

اموات کو نذر کا ثبوت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فوت شدہ لوگوں کو نذر کرنا ناجائز ہے لیکن یہ کتنا
 بھی حدیث مرتب کے خلاف ہے، امام ترمذی روایت فرماتے ہیں: ۱۔

عن ابن عباس قال مر رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم بقبر المدینۃ فاقبل علیہم بوجہ
 فقال السلام علیکم یا اہل القبور یعلمنا انکم

استم مسلمنا و نحن بالاثم

• حضرت ابو عباس بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی قبروں پر گزرتے تو اپنا رخ انور اہل قبور کی طرف متوجہ کر کے فرمایا اے اہل قبور السلام علیکم! اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری مغفرت فرمائے تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

اس حدیث شریف میں اس بات کا صریح ثبوت موجود ہے کہ فوت شدہ حضرات کو نماز سے خطاب کرنا جائز ہے۔

فوت شدہ بزرگوں کو بطور استمداد نماز کرنا

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ فوت شدہ حضرات کو استمداد اور استغاثہ کے طور پر نماز کرنا ناجائز ہے لیکن یہ کتنا بھی احادیث، آثار اور اقوال ان کے صراحت خلاف ہے مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

” پہلی روایت : سنن ابن ماجہ باب صلوة الحاجۃ میں عثمان بن عفیف سے روایت ہے کہ ایک شخص بنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے، آپ نے فرمایا اگر تو پہلے اس کو ملتی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو پہلے سے تو دعا کروں، اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا کرے، اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوں ہو سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمت کے، اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں تاکہ وہ پوری ہو دے اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔“

صلوہ حاجت تہذیب
لہ لشد العلیہ ، ص ۱۴۰

عہ قی حدیث اس طرح ہے اللہم افراسئلك واتوجا الیک بسمحمد نبی الرحمة
یا محمد افراسئلتک الی ربی فی حاجتی هذه فتعہ الی اللہم فتعہ فی

” اس سے توسل بعد الوفا بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایت کے روایت بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور مدار کا مشہد یہاں بھی مل گیا جاوے دو دوسرے، ایک تو تبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے مرواں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں، مدار غائب لازم نہیں آئی، دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد و متقا، مدار بقائے تسبیح ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غور رکھتے ہیں اسی سلف ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خاص کر بھی روکا جاتا ہے دوسرے وہ حضرات یہ مدار حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی قلعہ ہے، پس ان کا فعل ان نقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں ہو سکتا۔“

کاہرہ پاکاں از قیاس خود گیر ” ملے

تھانوی صاحب کا یہ کہنا حضور مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے اس لئے مدار غائب لازم نہیں آئی، سخت قسم کے تغافل یا مبالغہ آخری پر مبنی ہے کیونکہ یہ بات تو صرف پہلی روایت کے بارے میں کہی جاسکتی ہے اور دوسری وہ روایت جس کے تحت تھانوی صاحب فائدہ لکھ رہے ہیں، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مذکور کی تصریح ہے جو مدار غائب بھی ہے اور مدار بعد الوفا بھی۔

رہا یہ کہ کتنا کہ تبلیغ ملائکہ کے قصد سے مدار کرنا جائز ہے تو یہ درست ہے لیکن اس میں حصہ نہیں ہے جیسا کہ ہم مغرب انشاء اللہ اعزیز باد مل بیان کر دیں گے۔

صحابہ کرام سے مدار بطور استدلال بعد از وصال کا ثبوت

اہم بخاری اور قاضی عیاض شفاء شریف میں روایت کرتے ہیں :-

علامہ خیر الدین رحلی علامہ علاؤ الدین جسکفی کے اسناد ہیں اور فقہاء احناف میں بہت
بلند مقام رکھتے ہیں انہوں نے اپنے اس فتویٰ میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ
وصال کے بعد بزرگان دین کو بطور استغناء نماز کرنا جائز ہے۔

اسی بحث میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے شیخ شیخ عبد الوہاب متقی سے
نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

وقد يكون خاطرا الشيخ فهو امداد همت الشيخ
يصل الى قلب المريء الطالب مشقلا على كشف
معضل رجل مشكل حصل للمريد في الواقعات
والواردات الربانية وهذا الخاطر انما يرسد
على قلب المريء عند استكشافه ذلك باستقائه
من ضمير الشيخ فيكشف وينتبهن الحال سواء
كان الشيخ حاضرا او غائبا حيا او ميتا يدل عليه
ما قال الشيخ العارف بالله علي بن حسام الدين
المتقي اسكن الله بحبوبة جنات و تغمد به لطفه
ورحمته يا عبد الوهاب اذا اشكل عليك شيء
من الواقعات والواردات فاعرضها على بقلبك
واستكشف ذلك باستمدادك مني ولو بعد
موتك فجزيت ذلك فوجدت كما قال وهذا الخاطر
ايضا في الحقيقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه
لان قلب الشيخ بمثابة باب مفتوح الى
عالم الغيب وهو اسطى بين المريء وبين
الحق سبحانه فيصل امداد فيضه على قلب
المريد بواسطته انتهى كلامه قدس سره

مذکورہ شیخ کا خیال دراصل شیخ کی توجہ کی امداد ہوتی ہے، یہ توجہ ہم دیا اور غائب
کے دل میں اس کی ان مشکلات اور دشواریوں کے حل کے لئے حاصل ہوتی
ہے جو اس کو واردات ربانیہ میں حاصل ہوتی ہیں اور یہ توجہ ہم کو اس وقت
حاصل ہوتی ہے جب وہ شیخ کے منبر سے مدد طلب کرتا ہے پھر اس کی
گرہیں حل ہوتی ہیں خواہ شیخ حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو میت، اس کی دلیل یہ
ہے کہ شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی رحمہ اللہ نے فرمایا: اے عبد الوہاب
جب تم کو واردات ربانیہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو ان کو میرے قلب پر
میں کرنا اور مجھ سے مدد طلب کرنا خواہ میں قوت ہو چکا ہوں۔ میں نے اس
بات کا تجربہ کیا ہے اور اس کو ایسا ہی پایا ہے اور یہ خیال شیخ محمد علی رحمہ اللہ
کے خیال میں داخل ہے کیونکہ شیخ ایک ایسا دروازہ ہے جو عالم غیب
کی طرف کھلا ہوا ہے اور شیخ، اللہ سبحانہ اور مرید کے درمیان واسطہ ہے
اس سے مرید کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے فیض کی امداد شیخ کی وساطت سے
پہنچتی ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ بن محمد بن دہلوی قدس سرہ کی طہیت اور بزرگی فریقین میں مسلم
ہے، ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ خدا تعالیٰ کے
جواز میں ان کی یہ تحریریں ہر اکس شخص پر حجت ہے جو اپنے آپ کو حضرت شیخ کے
فیضان حدیث سے مستفیض نہیں سمجھتا ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بھی دو بار آخر کے نابغہ روزگار علماء میں سے
ہے، خاص طور پر فرقہ فاضلہ کی شخصیت پر بہت اعتناء کرتا ہے اور تقریباً ہر مسئلہ
میں ان کی تحاریر سے استناد کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب 'جواہر خمسہ' (حضرت
شیخ محمد گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اعمال) کا رد و وظیفہ کرتے تھے چنانچہ انہوں
نے اپنے استاد عظیم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی و شیخ محمد عبید اللہ ہوری رحمہما اللہ تعالیٰ سے
ان وظائف کی اجازت حاصل کی۔ شاہ اور جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی مذکور ہے۔

ناد علیاً مظهر العجائب تتجدد عویناً لک
فی النوائب کل ھم وغیر سینجلی بولایتک
یا علی یا علی یا علی۔

”حضرت علی کو پکارو جن کی ذات معجزہ عجائب ہے، ہم جب مصائب میں
ان کو پکارو گے تو ان کو اپنا مددگار پاؤ گے اور بے عزت کمٹاری پریشانی دور
ہو جائے گی یا علی یا علی یا علی“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شخصیت بھی مسلمین افریقہ میں ہے بلکہ
فرزینہ خائف کے یہاں ان کی شخصیت پر زیادہ تکیہ کیا جاتا ہے، شاہ عبدالعزیز نے
بستان الحدیث میں علماء اور ائمہ حدیث کے احوال و کوائف جمع کئے ہیں، ان میں آپ
نے شیخ سیدی زروق فاسی (متوفی ۸۹۹ھ) کا بھی تذکرہ لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ
وہ بلاد طرابلس کے ابدال میں سے تھے، شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ سیدی زروق
نے قصیدہ جلیانیہ کی طرز کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں :-

انا السیدی جامع لشناتہ

اذا ما سطاجوا الزمان بنکبۃ

”میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت
ادبار سے اس پر حملہ آور ہو“

وان کنت فی ضیق و کرب وحشت

فناد بیا زروق ات بسرعت

”اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار، میں
فرز آدمی ہوں گا“

نوٹ :- یہ ترجمہ مولوی عبد السمیع دیوبندی کا کیا ہوا ہے۔

ندائے غیر اللہ کے عدم جواز کا عمل

گذشتہ صفحات میں جو بحث کی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ نداء غیر اللہ نہ مطلقاً ممنوع ہے نہ بعد از دوری کے سبب سے، نہ استمداد اور استغاثہ کے طور سے اور دعائیات کو نداء کرنے کے سبب سے، نداءئے غیر اللہ کے ناجائز ہونے کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص کو مستقل فی انفسہ یا مستحق عبادت سمجھ کر پکارا جائے اور یہ پکار ناجائز ہے شک ناجائز اور شرک ہے خواہ جسے پکارا جائے وہ زندہ ہو یا مردہ، قریب ہو یا بعید اور استمداد و استغاثہ کے طور پر اس کو نداء کی یا محض شوق و محبت سے۔

ندائے رسول اللہ

صفحات سابقہ میں مطلقاً نداءئے غیر اللہ کی تحقیق پیش کی جا چکی ہے۔ اب ہم بالخصوص نداءئے 'یا رسول اللہ' کے مسئلہ میں کچھ دلائل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا تَجْعَلُوا أَدْعَاءَ الرُّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا
 "جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو اس طرح حضور بھی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارا کرو۔"

علامہ آلوسی حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

آخر جہاں ابی حاتم و ابن مردودہ و ابی نعیم و
 الدلائل عن ابن عباس قال كانوا يقولون
 یا محمد یا ابا القاسم و فہا ہر اللہ تعالیٰ عن
 ذلک بقولہ سبحات لا تجعلوا الایۃ اعظاما

لنبي صلى الله عليه وسلم فقالوا يا بني الله
يا رسول الله وروى نحوه هذا عن قتلة والحسن
ولسميد بن جبير ومجاهد وفي احكام القرآن
للسيوطي ان في هذا النهي تحريم نداء لرسول
الله عليه وسلم وباسمه — والظاهر استمرار
ذلك بعد وفاته الى الان له

”ابن ابی قائم، ابن مردودہ اور انوکھ سم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ
حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
جہنم کے وقت پہنچا اور ادا التمام کہہ کر پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے
اپنے اس حکم سے ان کو اس طرح پکارنے سے منع کر دیا پھر صحابہ حضور کو
یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے لگے، علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس حکم
کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے کو بلا ناجائز ہو گیا (علامہ کوئی فرماتے
ہیں یہ حکم حضور کی وفات سے سے کہ اب تک عام ہے۔“

علامہ کوئی کہہ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضور کو عامیۃ انداز میں نہیں
کرنی چاہئے بلکہ عزت و شرف کے ساتھ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کے ساتھ نہ کہ
چاہئے اور یہ حکم عہد رسالت سے لیکر اب تک جاری ہے لہذا اب بھی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو نہ اس کے وقت یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہا جائے گا۔
”قواعد فقاری“ اسی بحث میں لکھتے ہیں :-

بان تقولوا يا رسول الله يا منجى الله اى وامثالهما
من نحو يا حبيب الله وهذا فى حيوة وکذا بعد وفاته
فى جميع مخاطباته

” حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت پائی اللہ یا رسول اللہ اور اسی طرح
یا حبیب اللہ کو حضور کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی قہم کے
خطابات میں “

حضرت علامہ علی قاری کی یہ عبارت محتاج تہوض نہیں ہے، انہوں نے واضح کلام
الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ کو یا رسول اللہ
اور یا حبیب اللہ کے صیغوں کے ساتھ ندا کی جائے گی۔

نوٹ ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم مبارک محمدی دو حقیقتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ
آپ کا نام ہے اور اس لفظ سے آپ کی شخصیت مبارکہ کا ارادہ کیا جائے۔ اس لحاظ
سے یا محمد کننا ممنوع اور سوراہی ہے۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کی صفت
ہے جب اس لفظ سے اس کلمہ کی معنی یعنی ”بے حد تعریف کئے ہوئے“ کا ارادہ
کیا جائے اس لحاظ سے آپ کو یا محمد کہنا جائز ہے اور جبریل علیہ السلام کا آپ کو یا محمد
کے ساتھ ندا کرنا اسی حق پر محمول ہے چنانچہ علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں
اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم شرح مسلم میں حدیث جبریل کے تحت یہی تصریح
کی ہے۔

نماز میں السلام علیک یا ابراہیم کہنا انشاء ہے
نماز کے تشہد میں شہدش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر کہنا ہے
السلام علیک ایہا النبی (سلام ہو آپ پر اے نبی) اور تمام فقہاء
اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سلام انشاء کہا جائے یعنی آپ کو سلام کرنے
کے قصد سے السلام علیک کہا جائے دیکر واقعہ معراج میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور
کو سلام فرمایا تھا اس کی نقل اور حکایت کے طور سے السلام علیک کہا جائے چنانچہ
علامہ علانی فرماتے ہیں :-

و یقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادہ لہ
علی وجہ انشاء کلمات یحیی اللہ ویسلم علی

منجبه وعلى نفسه وأولمائه لا الاخبار عن ذلك
ذكره في المجتبى ۱

۱۰ الغلو تشدد سے ان کے معافی کا ارادہ کو سے گویا وہ بالقصد اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں اپنی عبادات کے تحفے پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی
کو سلام کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو اور دیگر انبیاء کو بھی سلام کر رہے ہیں لہذا
اس لفظ کے سلام کی نقل کا ارادہ نہ کرے ۲
علامہ شامی اس کے ماحشیہ میں لکھتے ہیں :-

ای لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع
فی المعراج من صلی اللہ علیہ وسلم و من
وبہ سببہ و من الملائکۃ علیہم السلام ۳
” حضور کو سلام کرتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ کے کہے
جوئے سلام کی حکایت اور نقل کا ارادہ نہ کرے ۴

فی نہیں بلعموم یہ کہتے ہیں کہ حضور کو سلام کرتے وقت واقعہ معراج کی حکایت
کا قصد کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو از خود سلام کرنے کا قصد نہ کرے۔ یہیں
سخت افسوس ہوتا ہے کہ جب نماز کو وہ اللہ اکبر سے شروع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ
کی تعظیم کا قصد کرتے ہیں پھر ملائکہ کی حکایت نہیں کرتے، اسی طرح رکوع و سجود کی
تسبیحات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا قصد کرتے ہیں، تسبیح ملائکہ کی حکایت نہیں کرتے
اور جب آخر میں ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہتے ہیں تو دلائل بائیں مقتدیوں
کو سلام کا قصد کرتے ہیں کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتے۔
الغرض نماز میں اول سے آخر تک یہ لوگ انشاء اور قصد کرتے ہیں صرف

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کے وقت انشا کی جگہ سلام کی حکایت کرتے ہیں۔ بطور فراموشی جن لوگوں سے دنیا کے چند سکے ملتے ہیں جب نماز میں انہیں سلام کرتے ہیں تو قضا کرتے ہیں اور جن کا کلمہ پڑھنے کی بنا پر مسلمان کہلاتے ہیں جب انہیں سلام کرنے کا وقت آئے تو انہیں قضا سلام نہیں کرتے، کیا یہ ظلم اور زیادتی کی انتہا نہیں کرتے۔

تاریخ کرام پر اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ روایت اور روایت پر مبنی سے ثابت ہے کہ نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قضا نماز کے سلام پڑھا جاتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خطاب کے صیغہ اور نماز کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے یہ بہترین اصل ہے کہ چونکہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کرام قطع اطراف اور جہات میں پھیلے ہوئے تھے اور دور و نزدیک سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کر کے خطاب کے مینہ سے سلام پڑھتے تھے اور حضرت کے وصال کے بعد تمام امت کا یہی معمول ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز اور خطاب سے سلام پڑھتی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود و شریعت بننا

ایک بحث یہ بھی کی جاتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونہ کی جاتی ہے آیا حضور اسے سن سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں گزارش یہ ہے کہ تہذیب و صفت کا سماج سے مانع ہونا اس جہان کے احکام سے ہے، عالم برزخ میں محدود و مقید کا لحاظ نہیں ہوتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

العبد اذا وضع في قبره وتولى اوصحابه حتى انه

ليسمع قرع نعالهم له

”جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس کو دفن

کو کہے چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جو تروی کی آواز کو بھی سنتے ہیں :-
علاء بن سبیطی، ابن عبد اللہ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں :-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسرب قیر
اخب المؤمن کان یعرف فی الدنیا فیسلم علیہ
الا عرفہ ورد علیہ السلام صحبہ عبد الحق
” حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر سے گزر کر اس کو سلام نہیں کرنا ہوگا
صاحب قبر اسے پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عبد الحق نے
اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔“

غور فرمائیے! عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وفات کے بعد ان کے اور اک
کے لئے حدود و قیود کی پابندی نہیں رہتی تو جن کا زندگی میں بھی یہ عالم تھا کہ زمین پر
رجتے ہوئے عرش و فرش کی آوازیں سنتے تھے تو وصال کے بعد جب ان کے قوائے
مدد کو قویٰ بڑھ گئے ہوں گے، ان کی سماعت کا کیا عالم ہوگا۔
علامہ ابن قیم طبرانی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں :-

حدثنا یحییٰ بن ایوب العلاف حدثنا سعید
بن ابی مرید حدثنا یحییٰ بن ایوب عن خالد بن
زید عن سعید بن ہلال عن ابی الدرداء قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرنا الصلوة
علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود تشہده الملائكة
لیس من عبد یصلی علی الا یبلغ فی صیرتہ حیث

كان قلنا بعد وفاتك قال وبعد وفاتي ان
الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء
حضرت ابو درودار بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
سکے دن مجھ پر کبریت درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن جہنم کے آگے میں کوئی
شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر مجھ تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔ ہم نے پوچھا
آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ سننے
زمین پر اجساد انبیاء کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

جلار اللہ فیما کی حدیث پر شافعی صاحب کی بحث اور اس کا جواب
تھا نو صاحب اس حدیث کی سند پر چونکہ کوئی دیکھتے ہیں:-

”اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلاشبہ مذکور ہیں جو کئی راویوں کا
نام ہے جن میں سے ایک غالی ہیں جن کے بارے میں ربیعہ اخطا
لکھا ہے یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں، دوسرے ایک راوی خالد بن زید
ہیں، یہ بھی غیر منسوب ہیں، اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت اہمال
کی ہے اور یہاں عن بعد سے ہے جس میں راوی کے مترکک ہونے کا اور
اس مترکک کے غیر فرقہ ہونے کا احتمال ہے۔ تیسرے ایک راوی سعید بن
ابی ہلال ہیں جن کو ابن حمزہ مرفعی ضعیف اور امام احمد نے غلط لکھا ہے
فی هذا كل من التقريب“

الجواب

حدیث مذکور کی پوری سند اس طرح ہے:-

قال الطبرانی حدثنا يحيى بن ايوب العلاف

حدثنا سعيد بن ابی مریر عن خالد بن زید عن

سعيد بن ابی هلال عن ابی الدرداء قال انه

تھا نو صاحب گھتے ہیں کہ یحییٰ بن ایوب بلاشبہ مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جس میں سے ایک غافقی ہیں جن کے بارے میں ”ربہا خطا“ لکھا ہے، یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں انتہی۔

معلوم ہوتا ہے کہ تھا نو صاحب کو مشترک ناموں کے درمیان امتیاز کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ ورنہ یہاں یحییٰ بن ایوب کی صفت علات، لکھی ہوئی ہوتی پسند اور ان کے مشائخ میں سعید بن ابی مریم کا نام بھی سن لکھا ہوا ہے اور یحییٰ بن ایوب غافقی کے نام کے ساتھ ان کی صفت غافقی لکھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ کتب اسرار رجال میں یحییٰ بن ایوب علات اور یحییٰ بن ایوب غافقی دونوں کو علات اور غافقی کے الفاظ میں متنازعہ کے الگ الگ لکھا گیا ہے۔

(دیکھیے تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۱۸۵، ۱۸۶) اور ان کے مشائخ میں سعید بن ابی مریم بھی نہیں ہیں۔ پھر احتمال کیسے پیدا ہو گیا کہ ہو سکتا ہے یہاں غافقی مراد ہوں۔ اور حدیث مذکور کے راوی یحییٰ بن ایوب علات جن کے شیخ سعید بن ابی مریم ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے جرح کا کوئی کار نقل نہیں کیا اور بتلایا ہے کہ ان سے نسائی اور طحاوی روایت کرتے ہیں اور نسائی نے ان کو صالح قرار دیا ہے۔

اب لوگ کیا سوچیں گے کہ جس حدیث سے حضور کا کمال سماع ثابت ہوتا ہے اس کی سند کو مجروح ثابت کرنے کے لئے تھا نو صاحب نے یحییٰ بن ایوب علات کو خیار ثمر یحییٰ بن ایوب غافقی سے کیوں تعبیر کیا ہے؟ کیا تھا نو صاحب کی یہ خیانت رسول اللہ کے خلاف ان کے دل میں چھپے ہوئے بغض کو ظاہر نہیں کرتی؟

سند مذکور کا ایک راوی خالد بن زید کے بارے میں تھا نو صاحب لکھتے ہیں۔

”دوسرے ایک خالد بن زید ہیں، یہ بھی غیر مشہور ہیں، اس نام کے لئے
میں سے ایک کھاوت ارسال ہے اور میان عنعنہ ہے جس میں راوی کے
متروک ہونے کا اور متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔“

سبحان اللہ! کیا مدلل جرح فرمائی ہے! اگر خالد بن زید کی عادت ارسال ہے
تو کیا حدیث مسلسل مقبول نہیں ہوتی؟ تعجب ہے کہ محتانی صاحب اپنے آپ کو
حنفی کہتا ہے کیسی رکیک بات کہتے ہیں جب کہ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ اخاف
اور ہلکی کے نزدیک حدیث مسلسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ راہ عنعنہ کی وجہ سے خالد
بن زید کو ساقط الاعتساب قرار دینا تو انہیں چاہئے معراج کی تمام معنی احادیث سے
باقا اٹھالیں اس لئے کہ معنی حدیث میں راوی کے متروک ہونے اور متروک
کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال موجود ہے۔

لکھش محتانی صاحب کو معلوم ہوتا کہ بعض بے سند احتمالات سے کوئی
مدعی کبھی ثابت نہیں ہوتا مگر عقیدت رسول سے محرومی ایسی شہادت ہے جو ان
کو بصیرت سے محروم کر دیتی ہے۔

اس حدیث کے تیسرے جس راوی پر محتانی صاحب نے جرح کی ہے وہ

سعید بن ابی ہلال ہیں لکھتے ہیں :-

”تیسرے ایک راوی ہیں سعید بن ابی ہلال جن کو ابن حزم نے ضعیف اور
ابن احمد نے مخطوط لکھا ہے۔“

الجواب

ابن حزم کی جرح تو خیر آپ کو مبارک ہو یا یہ وہ بد باطن اور گستاخ شخص ہے جس
نے ائمہ اربعہ و محدثین کی شان میں سخت گستاخانہ الفاظ کہے ہیں جو جگہ جگہ ان کے بارے
میں سسپنس اور کنہ بولا کے الفاظ لکھتا ہے جس نے جامع ترمذی کو مجہول
کتاب قرار دیا اور امام احمد کا سعید بن ابی ہلال کو مخطوط قرار دیا تو یہ ان کی نفور رائے
ہے، ائمہ رجال میں سے اور کوئی شخص اس بات میں ان کا ساتھ نہیں دیتا۔

حیات النبی، ص ۸۵، ۹۲۶ -

مٹائیہ بھی انتہائی رنگ سون ہے کہ چوہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوگوں کا ذکر پہنچاتے ہیں اس لئے وہ خود نہیں مننا (العیاذ باللہ) جس طرح فرشتوں کا ہانکا و ندا دینا میں ذکر پہنچانا اللہ تعالیٰ کے سامنے کے سنا فی نہیں ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ارگاہ میں فرشتوں کا صلوة و سلام پہنچانا حضور کے سننے کے سنا فی نہیں ہے اور اس میں حکمت یہ ہے اس ہلنے فرشتوں کو دربار رسالت میں رسائی حاصل ہوا اور ان کو اعزاز و اکرام حاصل ہے۔

مذہبے یا رسول اللہ کے جواز گرنگو ہی صاحب کی تائید

درد و شریعت اور مذہبے یا رسول اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں، اس بحث کو ہم تمام اکابر دیوبند کے مسلم شیخ جناب گنگوہی صاحب کے ایک فتوے پر ختم کرتے ہیں کسی شخص نے یا رسول اللہ انظر حالنا، یا حبیب اللہ اسمع قالنا کے متعلق پوچھا تو لکھتے ہیں:-

”یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ہمارے خیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کمان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کو سے ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا یا باذن تعالیٰ انکشاف ہو جائیگا۔۔۔ الحمد للہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت کا یہی مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر حقائق، معلومات اور سرحدات منکشف ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اس کے مطلع کرنے سے ہی ہوتے ہیں آپ کو مستقل عالم یا سامع کوئی نہیں سمجھا اور جب کہ گنگوہی صاحب کے اس فتوے سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ سامع مان کر الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ کننا جائز ہے اور شرک نہیں ہے اور اہل سنت بھی اسی عقیدہ سے الصلوة والسلام علیک

یا رسول اللہ کہتے ہیں تو مسلک دیوبند کے تمام تبعین کو چاہئے کہ کم از کم اور ذہبی تو اپنے شیخ کے فتوے ہی کی لاج رکھتے ہوئے نعرہ رسالت اور ورد و سلام کو شرک کہنے اور منہ کر نئے سے باز آئیں۔

اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی تحقیق

عام طور پر اہل سنت و جماعت کی مساجد میں اذان سے پہلے کچھ وقت ذکر کے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے، اسی طرح اذان ختم ہونے کے بعد بھی کچھ وقت ذکر کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے صلوٰۃ و سلام کے لئے مختلف الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی مقدار میں بھی یکسانیت نہیں ہوتی اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کا لہجہ بھی اذان کے لہجے سے مختلف ہوتا ہے، پھر یہ کوئی خاصہ لازمہ بھی نہیں ہے، بعض اہل سنت کی مساجد میں صلوٰۃ و سلام سر سے نہیں پڑھا جاتا اور بعض مساجد کی صرف بعض اذانوں میں پڑھا جاتا ہے اس کے باوجود مخالفین کو صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ عمل ناگوار معلوم ہوتا ہے چنانچہ کبھی یہ لوگ مسجد میں ذکر بالجہر کی آڑ سے کہ اس کو منع کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ آٹھویں صدی کی بدست ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ اگر اذان سے پہلے اور بعد پڑھنی تسلسل سے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا رہا تو آئندہ تسلسل صلوٰۃ و سلام کے ان کلمات کو نفس اذان میں داخل اور اس کا جزو اعتقاد کر لیں گی اس لئے اس پر عقیدہ کی اور گواہی سے بچانے کے لئے اذان سے قبل اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ عمل روک دینا چاہئے۔

جہاں تک ذکر بالجہر کا تعلق ہے گزشتہ صفحات میں اس پر کافی بحث آچکی ہے اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ متوسط آواز سے ذکر بالجہر احترام مسجد کے منافی نہیں ہے اب دو بحثیں تفصیل طلب رہ جاتی ہیں، اول اس صلوٰۃ و سلام کو مخالفین کا بدعت قرار دینا اور دوسرا صلوٰۃ و سلام کے اذان میں داخل ہونے کا شبہ، ہم بالترتیب ان دونوں امور پر گفتگو کریں گے، فضول و بائد التوفیق۔

بدعت کا شبہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو دشریعت پڑھنے کا بالعموم اور علی الاطلاق حکم دیا ہے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نقلی طور پر آپ کی خدمت میں ہر وقت صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاسکتا ہے سو ان اوقات کے جن میں انسان پاک و پورا جگہ اس لائق نہ ہو جس میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے۔ اس کے علاوہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے کوئی قید اور شرط نہیں سہا اور دل کی شرعیہ سے ثابت ہے کہ نقلی عبادت کے لئے اپنے اجتہاد سے کوئی بھی وقت معین کیا جاسکتا ہے لیکن یہ تعین شرعی نہیں ہوتی چنانچہ اذان سے پہلے اور بعد کے اوقات کو صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے خاص کر لیا جاسکے تو یہ امر دل کی شرعیہ کی روشنی میں جائز و ثابت ہے، دیکھئے نقلی روزہ ہر دن رکھا جاسکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، انا ہم سلم روایت کرتے ہیں :-

و مسئل عن یوم الاثنين قال ذاك یوم ولدت
فیہ ویوم بعثت ادا منزل حل فیہ ملہ

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کے دن روزہ رکھنے کا سبب پوچھا
آپ نے فرمایا میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن میری بعثت ہوئی یا فرمایا
اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔“

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی اتباع میں حضرت عبداللہ بن عمر بھی ہر ہفتہ کو مسجد قبا جاکر تے تھے جبکہ مسجد قبا کی زیارت ایک نقلی عبادت ہے جسے ہر روز کیا جاتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کے دن کو اس زیارت کے لئے معین کر لیا تھا

ایام بخاری روایت کرتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَا
عَلَى سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاحِلًا كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ

”حضرت علیؓ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا پر پیدل یا سواری پر جایا کرتے
تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہفتہ کے دن مسجد قبا کی زیارت
کے لئے جایا کرتے تھے۔“

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں
وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى اخْتِلَافِ طَرِيقٍ دَلَالَةٌ
عَلَى جَوَازِ تَخْصِيصِ بَعْضِ الْأَيَّامِ بِبَعْضِ الْأَعْمَالِ
الصَّالِحَةِ وَالْمَدَاوِمَةِ عَلَى ذَلِكَ

”اس حدیث میں باوجود اختلاف طرق کے اس بات پر دلالت ہے کہ بعض
اعمال صالحہ کی ادائیگی کو بعض ایام صالحہ کے ساتھ خاص کرنا اور اس پر عمل میں
دوام کرنا جائز ہے۔“

علامہ بدیع الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ تَخْصِيصِ بَعْضِ الْأَيَّامِ
بِنَوْعٍ مِنَ الْقُرْبِ وَهُوَ كَذَلِكَ الْأَيَّامُ الْاَوْقَاتِ
الْمَنْهَى عَنْهَا كَالنَّهْيِ عَنْ تَخْصِيصِ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ
بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي أَوْ تَخْصِيصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ

تلخ صیغہ بخاری ، ج ۱ ، ص ۱۵۹

تلخ فتح الباری ، ج ۳ ، ص ۳۱۲

تلخ حمدۃ القاری ، ج ۱ ، ص ۷۵۹

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو بعض عبادات کے ساتھ خاص کر لینا جائز نہیں ہے اور یہ امر ایسا ہی ہے سو ان چیزوں کے جن کے بارے میں منی دار وہ ہے جیسے جمعہ کی رات کو قیام کے لئے یا جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کر لینا (کیونکہ اس تخصیص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے)

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کی تقریر میں لکھتے ہیں:-

”ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی مصلحت کے لئے تعیینِ یوم اگر اعتقادِ قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لئے ہو جائز ہے جیسے دار کس و نہی میں اسباق کے لئے گھٹنے ملتے ہوئے ہیں اور اگر باعتقادِ قربت ہو مٹی غنہ ہے پس عکس میں جو تاذریعہ تعیین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداویٰ کی مصلحت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حبیب اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو مسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع سے حاصل ہے ثواب پہنچانا ہے تکلیف میسر نہ جائے نیز اس اجتماع میں طائب ملوں کو اپنے لئے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے، یہ تو ظاہر ہی مصالح میں جو تاذریعہ ہیں یا کوئی باطنی مصلحت دلی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ مرید کو اپنے یوم وفات کے عرصہ سے وصولِ ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی کذب عقلی یا نقلی موجود نہیں اس لئے صاحبِ کشف کو یا اس صاحبِ کشف کے متفقہ کو بدرجہ میں اس کی رعایت کرنا جائز ہے لہذا جرمِ جاہل نہیں مگر حال اگر ایسے مصالح سے تعیین ہوتی تو فی الواقع جائز ہے“

نوٹ :- تھا تو ہی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ ”کسی طاعت کے لئے تعین
 یوم اگر باعتبار قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح صلیت کے لئے جو جائز ہے ، اس کا مطلب
 یہ ہے کہ جو طاعت علوم اور اطلاق کے ساتھ مشروع ہے اس کی ادائیگی کے لئے
 کسی دن کو معین کر لیا جائے لیکن یہ اعتقاد نہ رکھے کہ اس طاعت کو اگر کسی دن کر دیا
 تو ثواب ہوگا ، کسی اور دن کرے گا تو ثواب نہیں ہوگا یا یہ کہ اس دن اس عبادت
 کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ ثواب کی تخصیص اور تعین ایسی چیز ہے جسے سوائے شارع
 علیہ السلام کے اور کوئی نہیں بیان کر سکتا البتہ اس دن میں بالعموم ثواب کی نیت کرے
 یعنی جس طرح اور ایام اور اوقات میں اس عبادت کی ادائیگی سے ثواب ہوتا ہے
 دن بھی ہوگا ۔

بہر حال تھا تو ہی صاحب کی اس عبادت میں اپنی فہم کے لئے اس پر پورا روشنی
 موجود ہے کہ جو عبادت علوم اور اطلاق کے ساتھ مشروع ہیں ان کو کسی مناسبت سے
 کسی خاص دن یا کسی خاص وقت میں ادائیگی کے لئے معین کر لیا جائے ہے ۔
 نقلی عبادت کے لئے اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنے کے سلسلہ میں ایک
 اور حدیث ملاحظہ فرمائیں ۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں :-

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 لبلال عند صلوة الفجر یا بلال حدثنی بالچی
 عمل عملتہ فی الاسلام خانی سمعت دف نعلیک
 بین یدی فی الجنة قال ما عملت عملاً ارجو
 عندی انی لعا تطہر طہراً فی ساعۃ لیل ان فہما
 الاصلیت بذلک الطہر ما کتب علی ان اصلی لہ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے رجم کی نماز کے وقت فرمایا اسے بلال! ابتداء تم نے اسلام میں ایسا کونسا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تمہیں توقع ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے لئے گنگے تھارے چلنے کی آہٹ مٹی ہے۔ حضرت بلالؓ نے حجاب دیا اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی عمل لائق قبہ بیت نہیں کہ میں دن یا رات جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے نماز پڑھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقرر کر دی ہے ۵

غور فرمائیے! فغلی نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے لیکن حضرت بلالؓ نے اپنے اجتہاد سے وضو کے بعد نفل پڑھنے کو مقرر کر لیا تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے شارح علیہ السلام سے استفسار بھی نہیں کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت حال کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اپنی طرف سے نوافل کے لئے یہ وقت کیوں مقرر کر لیا، فغلی عبادات کے لئے اپنی طرف سے وقت مقرر کر لیا اور اس پر دوام کرنا اگر بدعت ہے تو حضور نے اس کو رد کیوں نہیں فرمایا رو کرنا تو الگ بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کی تحسین کی اور امت کے لئے یہ رہنمائی فرمادی کہ نفل عبادات کے لئے اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

و يستفاد من جواز الاجتهاد في التوقيت للعبادة
لأن بلا لاه توصل الى ما ذكرنا بالامتنع من فصول
النسج صلی اللہ علیہ وسلم ۵

۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (نفلی عبادات کے لئے اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے کیونکہ بلالؓ نے وضو کے بعد نوافل اپنے اجتہاد سے

سے معین کئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے درست قرار دیا۔
 جس طرح نوافل پڑھنے کے لئے شرفاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے لیکن حضرت جمال
 نے ہر وقت کے بعد نوافل پڑھنے کا التزام کر لیا اور یہ جائز قرار پایا اسی طرح صلوٰۃ و سلام
 پڑھنے کے لئے شرفاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے لیکن اذان کے اول و آخر وقت میں صلوٰۃ
 سلام پڑھنے کو اختیار کر لیا جائے تو یہ کس طرح بدعت قرار پائے گا خصوصاً جبکہ اذان کے
 بعد ورود شریف پڑھنے کے لئے اعادة پیش بھی وارد جن کو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان
 کریں گے۔

اسی سلسلہ میں صحیح بخاری سے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں :-

عن انس كان رجل من الانصار يؤمهم في مسجد
 قباء وكان كلما افتتح سورة يقرأ بها اللهم
 في الصلوة مما يقرأ أب افتتح بقل هو الله
 احد حتى يغرب منها شريفاً يقرأ بسورة اخري
 معها وكان يصنع ذلك في كل ركعة فكلما اصحابه
 وقالوا انك تفتتح بهذه السورة شرا مني
 انها نجزيك حتى تقرأ بأخري فلما ان تقرأ
 بها واما ان تبدعها وتقرأ بأخري فقال ما انا
 بتاركها ان احببت ان اؤمكم بذلك فعلت
 وان كنتم تتركتون كانوا يؤمنون انه من افضلهم
 وكرهوا ان يؤمهم غيره فلما اتاهم النبي صلي
 الله عليه وسلم اخبروه الخبر فقال يا فلان ما
 يمنعك ان تفعل ما يامرك به اصحابك وما يحملك
 على لزوم هذه السورة في كل ركعة فقال اني احبها

قال حبلى اياها ادخلك الجنة

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ مسجد قبا میں انصار کا ایک شخص (کھٹوم بن جهم) امام تھا۔ وہ جب بھی نماز پڑھتا نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلے سورہ اخلاص پڑھتا، پھر کوئی اور سورت پڑھتا، اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یا تو تم صرف سورہ اخلاص پڑھو یا اس کی جگہ کوئی اور سورت پڑھو، اس نے جواب دیا میں سورہ اخلاص پڑھنے کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ تمہاری امامت چھوڑ سکتا ہوں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے یہ واقعہ عرض کیا آپ نے اس شخص سے فرمایا تمہیں اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کیا چیز روکتی ہے اور سورہ اخلاص کو نماز میں لازم کرنے پر کیا چیز برا لگتی کرتی ہے، اس نے جواب دیا میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس سورہ کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا

کھٹوم بن جهم انصاری نے سورہ اخلاص سے محبت کی وجہ سے نماز کی ہر رکعت میں اس کی قرات کو لازم کر لیا تھا حالانکہ اس کا لازم ہر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے، مخالفین کے مذہب کے مطابق اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز بدعتِ سیئہ نہیں ہو سکتی کہ نماز کے اندر اس چیز کو لازم کر دیا جائے جس کو شارع نے لازم نہیں کیا۔ مخالفین کے مذہب کے مطابق چاہے خدا کہ حضور اس شخص کو زجر و توبیح کرتے اور اسے اعدائے فی الدین سے روک دیتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس فعل پر اسی سچے اور اسے جنت کی بشارت دی۔

خود فرمائیے کہ جب کوئی شخص سورہ اخلاص سے محبت کی وجہ سے اس کی قرات کو نماز کے اندر لازم کرے تو حضور فرماتے ہیں اس کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا تو جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان

اول و آخر درود و شریعت پڑھتے ہوں وہ کیوں کر اس بشارت سے محروم ہوں گے حالانکہ انہوں نے درود و شریعت کو کسی عبادت میں داخل کیا نہ اسے لازم کیا، محض ذوق و شوق سے حضور کی محبت میں اذان کے اول و آخر فضل کر کے اختتامِ لہجہ سے اس درود کو پڑھتے ہیں اور جبکہ درود و شریعت پڑھنے کے علوم و اطلاق میں یہ وقت بھی شامل ہے اور مامور شرعی کے حکم میں داخل ہے اور خصوصاً اذان کے بعد درود و شریعت پڑھنے کے لئے احادیث بھی وارد ہیں۔

حدیث کی روشنی میں درود و شریعت بعد از اذان کا حکم
اب ہم آپ کے سامنے اذان کے بعد درود و شریعت پڑھنے کے بارے میں
حدیث مزید پیش کرتے ہیں۔
امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں :-

عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان سمع
النبي صلى الله عليه وسلم يقول اذا سمعتم المؤذن
فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فنان من
صلى على صلوة صلى الله عليه فيها اشرا الحديث
”عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم اذان سنو تو اس کے کلمات دہراؤ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر
ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے“
اذان کے بعد درود و شریعت پڑھنا تو احادیث سے ثابت ہے اور رہا
اذان سے پہلے درود و شریعت پڑھنا تو اول تو وہ درود و شریعت پڑھنے کے اطلاق
اور علوم شرعی میں داخل ہے و ثانیاً اس مقام کی خصوصیت کے بارے میں علامہ
ابن حجر مکی فرماتے ہیں :-

ولم یسرئی فی شئی منها التعرض للصلوة علیہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان ولا الی محمد
 رسول اللہ بعدہ ولم یسرئی ایضاً فی کلام اشاعتنا
 نقضاً لذلک ایضاً فحینئذ کل واحد من ہذین
 لیس بسنت فی محل المذکور فیہ فمن اتی بواحد
 منہما فی ذلک معتقداً سنیت فی ذلک المحل
 المخصوص فہی عنہ ومنع منہ لانہ تشریع بغير
 دلیل ومن شرع بلا دلیل یندرج عن ذلک
 وینبی عنہ ملہ

”ہم نے اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کی ملامت کہیں نہیں دی تھی
 اور نہ ہی اذان کے بعد محمد رسول اللہ پڑھنے کی کہیں ملامت ملی ہے پس
 جو شخص اذان سے پہلے سنت کے اعتقاد سے درود شریف پڑھتا ہے
 اسے اس فعل سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس خاص جگہ درود شریف
 پڑھنے کا حکم نہیں آیا“

امام ابن حجر کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ چونکہ اذان سے پہلے درود شریف
 پڑھنے کے بارے میں احادیث وارد نہیں ہیں لہذا اس موقع پر سنت سمجھ کر درود
 شریف نہیں پڑھنا چاہئے البتہ اس خاص محل میں سنت کا عقیدہ رکھنے بغیر درود
 شریف پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا اور چونکہ عبارات علماء میں مفہوم مخالفت
 مغیر ہوتا ہے اس لئے علامہ ابی حجر کے کلام کا یہی عمل ہے کہ بلا اعتقاد سنیت استہباب
 کی نیت سے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اس کی بے شمار
 مثالیں ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مثلاً جمعہ کے دن خطہ پر سنوہ سے پہلے

و عطا و ارشاد کرنا، اگر سنت کے استغناء سے ہو تو ناجائز ہوگا کیونکہ خطہ ہر مسنونہ کے علاوہ اس خاص وقت میں آپ کا کوئی اور عطا ثابت نہیں ہے لیکن عموم شرعی کے تحت یہ جائز ہوگا اسی طرح عام معمول ہے کہ ہر روز مسابہ میں صبح یا شام کے بعد درس قرآن یا درس حدیث دیا جاتا ہے اگر اس خاص وقت میں سنت کے عقیدے سے یہ درس دیا جائے تو ناجائز ہوگا اور اطلاق ثابت شرعی کے تحت استحباب کی نیت سے یہ درس جائز ہوگا، اسی طرح من، نحو، لغت اور ادب کی مخصوص کتابوں کی تعلیم سنت کی نیت سے دی جائے تو ناجائز ہے و دعویٰ ثابت شرعی کے تحت بطور استحباب یہ کتابیں پڑھائی جائیں تو جائز ہیں، چنگانہ نمازوں میں گھڑی کے حساب سے مخصوص اوقات میں نماز کی ادائیگی کو اگر سنت سمجھ کر کیا جائے تو ناجائز ہے اور علوم اور اطلاقات کے تحت بطور استحباب پڑھی جائیں تو جائز ہے۔

کس قدر ظلم اور بے انصافی کی بات ہے کہ مخالفین اپنے بے شمار معمولات کو عموماً شرعیہ کے تحت ادا کرتے ہیں اور کسی جگہ اس فعل مخصوص کی نیت سے بحث نہیں کرتے، ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے لئے یہ جنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ بتاؤ اس خاص جگہ اور خاص موقع پر درود پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا نہیں؟

• ہم بصداوت گذارش کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کا بالعموم حکم موجود ہے اور وہ اس جگہ عمل کے لئے کافی ہے۔ آپ جو اس شاردہ سے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو کیا آپ کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ حضور نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے سے منع کیا ہے اور جب حضور نے منع نہیں فرمایا تو آپ کو کراہت حرمت کی اس شریعت سازی کا حق کس نے دیا ہے اور مسلمانوں کو درود شریف سے روک کر کیا، آپ کو متاع ظہیر کی وعید میں داخل ہونے کا خوف لاحق نہیں ہوتا۔

اور تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مصحفِ کریم میں ان عبارات کو لکھنا باہرست ہے
چنانچہ درمختار میں ہے :-

لا محاسن بکتابت اسامی السور واعداد
الہی وعلامات الوقف ونحوها فی
مبدعہ حسنۃ

اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں :-

جود والقلاب

”قرآن کو غیر تسرآن سے پاک رکھو“

علاوہ شامی اس کے جواب میں فرماتے ہیں یہ حکم ان کے زمانہ میں تھا اور
اختلافِ زمانہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں۔ (ایضاً)

اب غور فرمائیے قرآنِ کریم کی ہر سورت سے پہلے جو سورت کا نام اور آیات
کی تعداد لکھی جاتی ہے، کیا اس سے یہ شبہ نہ ہو گا کہ یہ عبارات قرآنِ کریم کا جزو
ہیں جبکہ قرآنِ کریم کو غیر قرآن کی جرئت کے شبہ سے محفوظ رکھنا اذان کی نسبت
زیادہ اہم ہے۔

اگر مخالفین واقعی دین کو غیرو دین کی آمیزش سے پاک رکھنے میں مخلص ہیں۔
تو چاہئے تھا کہ وہ یہ آواز اٹھاتے، قرآنِ کریم کے نسخوں کو اس بارے سے مجرد
کیا جائے لیکن جب اس بارے میں مخالفین کچھ نہیں کہتے تو کیا لوگ یہ نہ سوچیں گے
کہ جھگڑا دین میں غیر دین کی آمیزش کا نہیں ہے بلکہ اصل جھگڑا ان حضوروں کی ذات کا
ہے اور عناد ان کے نام سے ہے، انہیں کسی جگہ حضور کا نام مننا گوارہ نہیں
ہوتا اور ہمارا اس نام کے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔

حرفِ آخر

بھٹن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی
 خاطر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو مد نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ ان کو جس جیساپ اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ذکر کی سر بلندی کے اشہات میں بر چند صفحات تحریر کئے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ ان سطور کو موافقین کے لئے ثبات مرمود اور غافضین کے لئے
 اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین یا رب العالمین بجاہ حمیدیک
 سید المرسلین و اخر د عوینا انت الحمد للہ
 رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی اشرف انبیاء
 محمد علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ